﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

اور نصیحت کیجیے، بلاشبہ نصیحت مومنین کو نفع پہنچاتی ہے۔

خطبات جمعہ

سنہ ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۴-جمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ ۲۸-دسمبر ۱۹۵۶ء

دراصل دولت بُری چیز نہیں ہے

اِس کا جائز طریقہ سے کمانا اور صحیح مصرف میں صرف کرنا محمود ہے

ناجائز طریقہ سے کمانا اور بے جا خرچ کرنا بُری چیز ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

چونکہ میرا مقصد بحمد اللہ تعالےٰ کتاب و سنۃ کی اشاعت ہے۔ اس لئے بدستور سابق آج بھی مذکورۃ الصدر عنوانات کو کتاب و سنۃ کی روشنی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ مسلمان دُنیا کی زندگی کو صحیح اصول پر بسر کریں۔ اور دُنیا کی چند روزہ زندگی میں آخرت کی زندگی کو برباد کرکے نہ جائیں۔

جائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کی اجازت

(وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝) سورہ بقر رکوع ۳۸ پارہ ۳

ترجمہ۔ اور (اے سود خوارو) اگر توبہ کرلو۔ تو اصل مال تمہارا تمہارے واسطے ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

آیت کا حاصل

یہ ہے۔ جو سود تم پہلے لے چکے ہو۔ اس کو اگر تمہارے اصلی مال میں محسوب کریں۔ اور اس میں سے کاٹ لیں۔ تو یہ تم پر ظلم ہے اور اگر ممانعت کے بعد کا باقی ماندہ سود تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے۔ لہٰذا تم اصلی قرض جتنی رقم لے سکتے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ اگر صحیح طریقہ سے مال حاصل کیا جائے تو شرعاً کوئی جرم نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سود خوار ساہوکار کا دس لاکھ روپیہ مقروضوں کے ذمہ ہو۔ تو شریعت اسے دس لاکھ روپیہ وصول کرنے کی اجازت دیدیگی۔

(وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ الآیۃ سورہ النساء رکوع ۱ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو۔ تو انکے مال ان کے حوالے کر دو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یتیم بچّے کا مال اگر کسی مسلمان کی تحویل میں تھا۔ تو جب وہ بچّہ جوان ہو جائے تو اس کے باپ کا مال اس کے حوالے کر دو۔ وہ مال خواہ لاکھوں یا کروڑوں روپیہ ہو۔ تو بھی شریعت یتیم کی حمایت کرکے خود اسے دلا رہی ہے۔ لہٰذا یہ چیز واضح ہوگئی۔ کہ شریعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سچا مومن یا اصلی مسلمان فقط وہی ہو سکتا ہے جو مفلس اور قلاش ہو۔ اور جو کمائے خرچ کر دے۔ اپنے پاس ایک کوڑی بھی نہ رکھے۔

(وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ الآیۃ سورہ النور رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مال دے کر آزادی کی تحریر چاہیں تو انہیں لکھ دو۔ بشرطیکہ ان میں بہتری کے آثار پاؤ۔ اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو۔ جو اُس نے تمہیں دیا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آقا سے دلالت علی الخیر کرکے غلام کو مال دلوا رہا ہے۔ اگر مال واقع میں کوئی معیوب چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کیوں فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مال ذاتی طور پر کوئی بُری چیز نہیں ہے۔

مال کے صحیح طور پر خرچ کرنے کی اجازت

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ الآیۃ سورہ البقرہ رکوع ۲۱ پارہ ۲

ترجمہ۔ یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے مُنہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی تو یہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں اور اس کی محبت میں رشتہ داروں۔ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے۔ اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں عقائد صحیحہ کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کی محبت میں چھ مدوں میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ کی اجازت سے صحیح مدات میں مال خرچ کرنا محمود ہے۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ سورہ اللیل پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور اس آگ سے وہ بڑا پرہیزگار دُور رہے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ وہ پاک ہو جائے۔ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں۔ کہ جس کا بدلہ دیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا کہ پرہیزگاروں کو بہشت میں داخل کرنے کا سبب ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ محض اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ محض مال دار ہونا کوئی بُرائی نہیں ہے۔

(وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ الآیۃ سورہ المزمل رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو

حاصل

مالداروں کو زکوٰۃ دینے اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں قرض حسن دینے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے مخلص اور سچے بندوں

کو مال رکھنا جائز ہی نہ ہوتا۔ تو زکوٰۃ اور قرض حسن کا کیسے حکم ملتا۔

قرضِ حسن کا مطلب - پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق خرچ کرنا بھی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے (از حاشیہ شیخ الاسلام)

(وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ - اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے تو ان کا کیا نقصان تھا۔ اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے - اور اللہ کو ان کی خوب خبر

حاشیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا۔ اگر وہ بجائے کفر اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے - اور بجائے بخل و ریا اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے - بلکہ ان کا سراسر نفع تھا۔ ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں - اور اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں۔ اسی کا عوض ان کو ملے گا۔"

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں کافروں کو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی ترغیب دینے کے بعد اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک انسان کا مالدار ہونا کوئی معیوب چیز نہیں ہے۔

(مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳۶ پارہ ۳

ترجمہ - ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں - ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیں - ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان مال جمع کر سکتا ہے۔ تاکہ جب ضرورت پیش آئے تو اسے اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرے۔

(مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ سورہ الحدید رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ - ایسا کون ہے - جو اللہ کو اچھا قرض دے - پھر وہ اس کو اس کے لئے دُگنا کر دے - اور اس کے لئے عمدہ بدلہ ہے۔

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"قرض کے معنی یہ کہ اس وقت خرچ کرو جہاد میں - پھر تم ہی دولتیں برتو گے - اور یہی معنی دونے کے مالک ہیں اور غلام میں بیاج نہیں - جو دیا سو اس کا - اور جو نہ دیا سو اس کا -"

حاصل

اس آیت میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں - اگر مال رکھنا ہی مسلمان کے لئے عیب ہوتا - تو پھر ترغیب دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا۔

ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کی ممانعت

(اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۴

ترجمہ - بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں - وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں - اور عنقریب آگ میں داخل ہونگے۔

حاصل

یہ نکلا کہ یتیموں کا مال ناحق کھانے والے دوزخ میں جائیں گے - مال تو کوئی بُری چیز نہیں ہے - جس طرح پہلے ثابت کیا جا چکا ہے - مگر یتیموں کا مال ناحق کھانا حرام ہے۔

(وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ سورہ المائدہ رکوع ۶ پارہ ۶

ترجمہ - اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو - یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے - اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ چور جو مال چوری کر کے لاتا ہے وہ مال تو حرام نہیں ہے مگر چور کا چوری کر کے لانا یہ فعل اس کا جرم ہے۔ اس جرم کی سزا ہاتھ کاٹنا تجویز کی گئی ہے

(وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝) سورہ التطفیف پارہ ۳۰

ترجمہ - کم تولنے والوں کے لئے تباہی ہے - وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں - تو پورا لیں - اور جب اُن کو ناپ کر یا تول کر دیں - تو گھٹا دیں -

حاصل

یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو ناجائز ذریعہ سے حاصل کر کے لانا جرم ہے۔

ممانعت کا سبب

حرام کے ذریعہ سے مال حاصل کرنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ انسان جس قسم کی غذا کھائے - اسی قسم کے خیالات اس کے دل میں آتے ہیں - اگر غذا حلال ہے تو نیکی کی طرف بُلانے والے کی آواز پر لبیک کہے گا - اور بُرائی کی طرف جانے سے طبیعت میں رکاوٹ ہوگی - اور اگر غذا حرام کی ہوگی تو خیالات کا رجحان بجائے نیکی کے بُرائی کی طرف زیادہ ہوگا - چونکہ لاہور میں آج کل دینی تعلیم نہ ہونے کے باعث طبیعتوں میں اللہ تعالےٰ کا ڈر نہیں ہے - اور سوائے چند اللہ تعالےٰ کے نیک بندے جو ہر شعبہ میں پائے جاتے ہیں جو سرکاری عہدہ داروں میں بھی ہیں - زمینداروں میں بھی ہیں - تجارت پیشہ لوگوں میں بھی ہیں - دستکاروں میں بھی ہیں - ورنہ ہر شعبہ میں اکثریت ان لوگوں کی ہے - جو حرام خور ہیں - سرکاری ملازم ہیں - تو رشوت خوار ہیں - تجارت پیشہ ہیں - تو دھوکے باز ہیں - زمیندار ہیں تو غریبوں پر ظلم کرنے والے ہیں - ان حرام خوریوں کا نتیجہ کیا نکلا ہوا ہے - کہ لاہور کے اخباروں میں محتاط رپورٹ کے نام سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ لاہور میں پانچ ہزار اڈے زنا کے پرائیویٹ ہیں - یعنی یہ اڈے گھریلو ہیں - جو سرکاری سند یافتہ چکلوں کے علاوہ ہیں - اس بے حیائی کا سب سے بڑا سبب حرام خوری ہے - کیا انگریز کے راج میں اتنی رشوت ستانی تھی - جتنی اب ہے - کیا انگریز کے وقت میں سرکاری خزانے سے اتنا غبن ہوتا تھا - جتنا اب ہوتا ہے - کیا اس غبن کی مقدار لاکھوں تک نہیں پہنچتی - کیا یہ پبلک کے خون پسینہ کی کمائی ٹیکسوں کے ذریعہ ملک کی اصلاح کے نام سے جمع نہیں کی جاتی - آپ کو یاد ہوگا کہ لاہور کے ایک موقر جریدہ نے لکھا تھا - کہ حکومت پاکستان کے وزراء اور اعلیٰ حکام کے سرکاری بنکوں میں جمع شدہ روپے کا جائز

لینا چاہیئے۔ کہ اس عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بنک میں ان کا کتنا روپیہ تھا اور اب کتنا ہے۔

زبانِ خلق نقارہ الٰہی است

کیا اسی مشہور مقولے کی بناء پر لاہور کی گلبرگ آبادی کے متعلق ٹانگے والوں کی زبان پر یہ لفظ نہیں ہیں کہ رشوت پورہ سے سواریاں لایا ہوں۔ یا رشوت پورہ سواریاں لے کر جا رہا ہوں۔ اور کیا لاہور کے دیہاتیوں کے متعلق یہ فقرہ عام طور پر استعمال نہیں کیا جاتا۔ کہ "زنا تو ایک فیشن ہو گیا ہے" یعنی زنا کرنے والے بھی فیشن ایبل اور کرانے والیاں بھی فیشن ایبل۔ میرے بھائیو۔ جب کوئی قوم اتنی مسخ ہو جائے۔ کہ بُرائی اور بے حیائی کو بُرا ہی نہ سمجھے۔ بلکہ اسے اپنا فیشن یعنی تمدّن بنالے۔ وہ قوم دُنیا میں زندہ رہنے کے قابل ہے؟ کیا لوط علیہ السلام کی قوم میں یہی مرض نہیں تھا۔ کہ اُنہوں نے بدمعاشی کو فیشن بنا لیا تھا۔

وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ (سورہ العنکبوت رکوع ۲ پ ۲۰)

ترجمہ۔ اور اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو۔ سو اُن کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

ناجائز طریقہ پر خرچ کرنے والے

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝

سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ۔ اور جو لوگ اپنے مالوں کو دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جس کا شیطان ساتھی ہُوا تو وہ بہت بُرا ساتھی ہُوا۔

مَیں یہ نہیں کہتا

کہ کلمہ گو مسلمان کا اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان نہیں ہے۔ ہاں جس طرح ایک کافر محض لوگوں کو اپنی شان دکھانے اور لوگوں سے شاباش لینے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اسی طرح عام طور پر مسلمان بھی اس ریاء کے مرض میں مبتلا ہیں۔ شادی کے موقعہ پر یا حکام کی دعوتوں کے موقعہ پر اکثر محض نام و نمود کے لئے زردہ۔ پلاؤ۔ قورمہ۔ ساگ گوشت۔ فیرینی۔ روغنی نان وغیرہ کھانے بافراط پکائے جاتے ہیں۔ کہ ۸ بجے صبح سے کھانے والوں کا تانتا شروع ہوتا ہے۔ اور ۲-۳ بجے تک بمشکل ان کی آمد ختم ہوتی ہے۔ اور ان کھانے والوں میں یتامیٰ مساکین وغیرہ مستحقین تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ ہاں بچا کھچا کھانا جس طرح بھنگی کو دیا جاتا ہے اسی طرح شاید کوئی مسکین بھیک مانگنے والا بھی لے جائے۔

ریا شرک ہے

برادرانِ اسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے

ان اخوف ما اخاف علی امتی الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال الریاء ؟

ترجمہ۔ بیشک مجھے اپنی اُمّت کے متعلق سب سے بڑا خطرہ چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹا شرک کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ریاء یعنی دکھلاوا۔

کھانے کے علاوہ

مسلمان بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تو دکھلاوے کے لئے۔ اسی لئے تو بیٹی کا جہیز نمائش کے لئے پھیلا کر دیتے ہیں۔ رخصتی کے وقت پلنگ پر بستر بچھا ہُوا ہوتا ہے بلکہ رکھا ہُوا ہوتا ہے۔ نئے قلعی شدہ برتن دو دو تین تین کر کے مزدوروں کی ٹوکریوں میں رکھ کر ان کے سروں پر اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سب نمائش اس لئے کیجاتی ہے۔ تاکہ سب لوگ دیکھ کر لڑکی والوں کی تعریف کریں۔ کہ اُنہوں نے بڑا جہیز دیا ہے۔ اور یہی شرک اصغر ہے۔

حاصل

لڑکی کی شادی کا حاصل یہ نکلا کہ دولھا لڑکی بھی لے گیا۔ سُسرال کا گھر بھی لُوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہو گئے۔ حضورؐ کی ناراضگی کے باعث اللہ تعالےٰ بھی ناراض ہو گیا۔ گویا دُنیا کا خسارہ بھی اُٹھایا اور عاقبت بھی لڑکی والوں کی برباد ہو گئی۔ پاگل اس کو شادی کہتے ہیں اور خدا پرست اسے بربادی کہتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

احادیث کی شہادت

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندوں پر کسی دن کی کوئی صبح نہیں ہوتی۔ مگر دو فرشتے (آسمان سے) اُترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ (تیری راہ میں) خرچ کرنے والے کو اور دے۔ اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ (تیری راہ میں) خرچ نہ کرنے والے کا مال برباد کر۔

حاصل

یہ کہ مالداروں کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ اگر شرعاً مال جمع کرنا ہی ممنوع ہوتا تو اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کس طرح دی جاتی۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالےٰ انفق یا ابن آدم انفق علیک متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے (میری راہ میں) خرچ کر۔ مَیں تم پر خرچ کروں گا۔ (یعنی خرچ کئے ہوئے مال کا بدلہ دوں گا)

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار ولجاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل رواہ الترمذی

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سخی اللہ سے قریب ہے۔ بہشت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہے۔ بہشت سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے۔ دوزخ سے قریب ہے۔ اور البتہ جاہل سخی اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔ (باقی صفحہ ۷ پر)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابوموسیٰؓ گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہا سے تین بار اجازت مانگی مگر اجازت نہیں ملی تو میں واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے کہا کہ میں نے اجازت مانگی لیکن آپ نے اجازت نہ دی اس لئے میں واپس لوٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت مانگے اور اس کو اجازت نہ ملے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم کو اس پر گواہ پیش کرنا ہوگا۔ پھر ابوموسیٰؓ نے پوچھا تم میں سے کسی نے نبی ﷺ سے اس کو سنا ہے؟ ابی بن کعبؓ نے کہا کہ واللہ! تیری گواہی کے لئے قوم کا کمسن شخص کھڑا ہوگا۔ راوی (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ میں اس وقت سب سے کمسن تھا۔ میں ابوموسیٰؓ کے ساتھ کھڑا ہوا اور حضرت عمرؓ کو بتایا کہ نبی ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۴۵)

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۱۵ سے آگے

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں سے اللہ تعالےٰ راضی۔ اللہ تعالےٰ کی مخلوق راضی۔ اور بہشت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ ذاتی طور پر مال کا جمع کرنا حرص کرنے۔ اللھم اہدنا الصراط المستقیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ یکم جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ - ۴ جنوری ۱۹۵۷ء

حق تلفی ایک مہلک روحانی بیماری ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام - جس طرح انسان کے حق میں بعض جسمانی مہلک بیماریاں ہیں۔ اسی طرح انسان کے حق میں بعض روحانی مہلک بیماریاں بھی ہیں - جس طرح اس شخص کی جسمانی صحت ٹھیک سمجھی جاتی ہے - جو کسی بھی خطرناک بیماری میں مبتلا نہ ہو - اسی طرح روحانی صحت کے لئے تمام روحانی مہلک بیماریوں سے شفا یافتہ ہونا ضروری ہے۔

روحانی مہلک بیماریوں کا قبر میں ساتھ جانا

میرے بھائیو - جسمانی مہلک بیماریاں مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں - مثلاً دق - سل وغیرہ مگر روحانی مہلک بیماریاں قبر میں بھی ساتھ جاتی ہیں - اور قبر کو دوزخ کا گڑھا بناتی ہیں - اور پھر وہاں نہ کوئی مونس نہ غمخوار - نہ کوئی طبیب نہ کوئی علاج پھر اس روحانی مریض کا اندازہ لگائیے - کہ اس کی بیقراری - پریشانی کتنی تکلیف دہ ہوگی - اگر دُنیا میں اسے ایسی تکلیف آتی تو کوئی بعید نہ تھا - کہ اس غم میں گھٹ کر مر جاتا - لیکن قبر کی روحانی زندگی میں موت بھی نہیں آئے گی - خواہ کتنے ہی عذابِ الٰہی کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔

علاج

روحانی مہلک بیماریوں کی سزا سے بچنے کا فقط ایک ہی علاج ہے کہ اللہ تعالےٰ دُنیا کی زندگی میں ان سے شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے - اور شفایاب ہوکر قبر میں جائے -

طریقِ علاج

شفایابی حاصل کرنے کا طریق علاج یہ ہے - کہ پہلے کسی عالم کتاب و سنۃ کی صحبت میں رہ کر ان بیماریوں کی تفصیل معلوم کرے - پھر کسی عامل کتاب و سنۃ کی صحبت اختیار کرے جس کو اپنے روحانی مربیوں کی صحبت میں رہ کر اپنی روحانی بیماریوں کا علاج کرانے کی توفیق ہوئی ہو - اور پھر اس کے مربیوں نے اس کی تکمیل کرکے اسے خلق خدا کی روحانی اصلاح کے لئے مامور بھی کیا ہو - یہ بھی پیشِ نظر رہے - کہ روحانی مربی کے لئے پہلی شرط قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی تابعداری لازمی چیز ہے - اگر اس میں یہ رنگ نہ پایا جائے تو وہ اصلی مربی نہیں ہوگا - بلکہ بھروپیا ہوگا - کہ تصوّف اور تزکیہ کے نام کو جلبِ زر کا ذریعہ بنا رہا ہوگا - اسی لئے کسی نے فرمایا ہے - شعر

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستِ نہ باید داد دست

نسخہ شفاء کی تین دوائیں

اصلی کھرے اور سچّے روحانی مربی کی صحبت میں رُوحانی بیماریوں سے شفا پانے کے لئے فقط تین روحانی دوائیں استعمال کرنی پڑتی ہیں - مربی کچھ تو اوراد و اشغال بتلائے گا - اس کے علاوہ اپنی باطنی توجہ طالب کے قلب پر کرتا رہیگا - مزید براں چونکہ طالب صادق کے دل میں اپنے شیخ کامل کی محبت ہوتی ہے - اس لئے شیخ کی زبان مبارک سے جو بات طالب کی اصلاح کے لئے نکلتی ہے وہ طالب مولےٰ کے دل پر اس طرح لکھی جاتی ہے جس طرح نقش بر سنگ ہو - اسی لئے کسی نے کہا ہے -

آنچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد

حق تلفی ایک رُوحانی مہلک بیماری ہے

مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں سے بعض افراد اس مہلک بیماری سے بچے ہوئے ہیں - ان میں کئی مرد بھی ہونگے - اور کئی عورتیں بھی ہونگی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ان حضرات کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اکثریت ایسے مسلمانوں کی ہے - جو اس موذی اور مہلک مرض میں مبتلا ہیں -

میرا فرض

ہے - کہ میں ان روحانی مریضوں کو اطلاع دوں - تاکہ مرنے سے پہلے وہ لوگ اپنی اصلاح کرلیں - ورنہ اس گنہگار کی تبلیغ کا یہ فائدہ ضرور ہوگا - کہ یہ لوگ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں یہ عذر پیش نہیں کرسکیں گے کہ رَبَّنَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَّذِيرٍ - ترجمہ - اے ہمارے رب ہمارے پاس (دنیا میں) کوئی ڈرانے والا بندہ نہیں آیا تھا -

حقداروں کی فہرست

حق تلفی کی فہرست تو بعد میں عرض کی جائے گی - پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان کے ذمے کس کس کے حق ہیں - اللہ جل شانہٗ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - قرآن مجید - اسلام - ماں - باپ - بیوی - اولاد - بھائی - بہنیں - برادری - اگر سرکاری ملازم ہے تو سرکار کا حق - اگر کسی پرائیویٹ فرم یا دُکان پر ملازم ہے - تو فرم یا دکاندار -

کھرا اور سچّا مسلمان

وہ ہوگا - جو مذکورۃ الصدر سب حقداروں کے حقوق ادا کرے - جتنا حقداروں کے حق ادا کرنے میں ناقص ہوگا - اتنے نمبر کا یہ کھوٹا مسلمان ہوگا - اے مسلمان جب تمہیں ہر چیز کھری چاہئے تو کھوٹی سے تمہیں نفرت ہے - اگر تمہیں کوئی شخص کھوٹی چیز دے - تو لینے سے انکار کرتا ہے تو کیا اللہ تعالےٰ کو اپنی بہشت میں داخل کرنے کے لئے کھرے مسلمان نہیں چاہئیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ؟ تو ایمان سے کہہ کہ اللہ تعالےٰ اپنی پاک کلام قرآن مجید میں جن چیزوں کی بُرائی بیان کر رہا ہے - کہ زنا کو بے حیائی کہہ رہا ہے - شراب اور جُوا کو شیطان کے کام فرما رہا ہے - کیا پھر اپنی بہشت میں زانی مرد اور زانی عورتوں - اور شراب خوار مرد اور شراب خوار عورتوں اور جُوا کھیلنے والوں کو داخل کرلے گا ؟ اور کوئی بعید نہیں کہ ایسے بے تمیزوں سے یہ فرمائے -

اِقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

ترجمہ - اپنا نامہ اعمال پڑھ لے -

آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحبؒ

"یعنی نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ کہ خود پڑھ کر فیصلہ کرے۔ جو کام عمر بھر میں کئے تھے۔ کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا۔ کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔"

۱

اللہ تعالیٰ کی حق تلفی

عبادت کا حکم

۱

(وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝

سورہ الانبیاء رکوع ۳ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو۔ کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ سو میری ہی عبادت کرو۔

۲

(وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝)

سورہ الانبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔ پھر میری ہی عبادت کرو۔

۳

(يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ سورہ العنکبوت رکوع ۶ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ اے میرے بندو۔ جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین کشادہ ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو۔

حاصل

تینوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار اپنی عبادت کا حکم فرما رہا ہے۔ عبادت کی تفصیل میں بہت سے کام آتے ہیں۔ سب سے پہلا کام نماز ہے۔

نماز کے متعلق تاکید

۱

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر الصلوٰۃ یوما فقال من حافظ علیہا کانت لہ نورا و لا برھانا و نجاۃ یوم القیمۃ و من لم یحافظ علیہا لم تکن لہ نورا و لا برھانا ولا نجاۃ و کان یوم القیمۃ مع قارون و فرعون و ھامان و ابی بن خلف

رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا جس نے نماز پر حفاظت کی یہ نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور اور اس کے ایمان پر واضح دلیل اور نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اور جس شخص نے اس (نماز) پر حفاظت نہ کی۔ اس کے لئے نہ نور ہوگی اور نہ اس کے ایمان پر واضح دلیل ہوگی۔ اور نہ نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اور وہ (بے نماز) قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

ابی بن خلف کون تھا

یہ وہ مشرک تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کی لڑائی میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔

۲

(عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ کتب الی عمالہ ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع)

الحدیث رواہ مالک

ترجمہ۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے سرکاری عہدہ داروں کو لکھا۔ تمہارے سب کاموں میں سب سے زیادہ ضروری میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس پر خود حفاظت کی اور دوسروں سے حفاظت کرائی۔ اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی۔ اور جس نے اس نماز کو ضائع کیا۔ وہ باقی ذمہ داریوں کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

اتنی اہمیت

اسلامی احکام میں کلمہ طیبہ کے اقرار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اسلام اور کفر کی تمیز فقط نماز پر ہوتی تھی۔ اسی لئے ہر مسلمان کہلانے والے کو نماز ضرور ہی پڑھنی پڑتی تھی۔ خواہ دل میں اسلام کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضور انورؐ کے مبارک زمانہ میں جو منافق تھے۔ وہ دل میں اسلام کے دشمن تھے۔ مگر انہیں بھی نماز پڑھنی پڑتی تھی۔ ان کے نمازی ہونے کی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے (اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سورہ النساء رکوع ۲۱ پارہ ۵

ترجمہ۔ بیشک منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں۔ اور وہی ان کو فریب (کی سزا دے گا۔ اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ باوجودیکہ منافق اسلام کے دشمن تھے۔ مگر انہیں بھی اسلام کا امتیازی نشان یعنی نماز پڑھنی پڑتی تھی۔ آج کل مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ غالباً پانچ فیصدی بمشکل نمازی ہونگے۔ باقی سب بے نماز۔ کیا یہ اللہ تعالےٰ کے حق عبدیت کی حق تلفی نہیں ہے۔

۲

دوسری حق تلفی

(وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا) الآیہ سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ۔ اور کسی کو اس (اللہ) کا شریک نہ کرو۔

شرک یہ ہے کہ انسان کو جو تعلق اللہ تعالےٰ سے رکھنا چاہئے۔ اسی قسم کا تعلق کسی دوسرے سے بھی رکھے۔ مثلاً کسی کو اپنا حاجت روا۔ مشکل کشا۔ روزی میں تنگی یا وسعت کرنے والا۔ یا بیماری سے شفا دینے والا خیال کرے۔ حالانکہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ انسان کی ان تمام حاجتوں میں اللہ تعالےٰ ہی کام آنے والا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم سے ناواقفیت کے باعث اکثر مسلمان شرک میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ انہیں توحید و شرک میں تمیز نہیں ہے۔

قرآن مجید کی شہادت

ایمان کا دعوےٰ کرنے کے باوجود پھر شرک میں مبتلا رہنے کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے

(وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی، حضرت میمونہ بھی ساتھ تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہا تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حجاب کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی ہمیں پہچانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کہ انہیں نہیں دیکھتی؟ (سنن ابوداود: ۴۱۱۲)

(بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۶ سے آگے)

سورہ یوسف رکوع ۱۲ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ ان میں اکثر ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔

برادران اسلام کیا شرک کرنے میں اللہ تعالےٰ کی حق تلفی نہیں ہے۔

بے شمار حق تلفیاں

اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں انسان بے شمار حق تلفیاں کرتا ہے۔ جن کا بالتفصیل ذکر کیا جائے۔ تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ مگر بطور نمونہ دو ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

مخالفت کا وعید

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی اور راستہ اختیار کرینگے۔ ان کے حق میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ۔ اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو۔ اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفی

مذکورۃ الصدر آیات میں حکم تو یہ ہُوا تھا۔ کہ مسلمان کو اپنے ہر عمل حیات میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہئے۔ اور اگر اس نمونہ کو اختیار نہ کیا۔ تو دوزخ میں داخلہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ مگر بجز اللہ تعالےٰ کے چند بندوں اور بندیوں کے اکثریت کی بقول شاعر یہ حالت ہے۔ شعر

شور ہے ہو گئے دُنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

نتیجہ

کیا مسلمانوں کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفی نہیں ہے۔ پھر یہ تو قاعدہ ہے کہ وفادار اور باغی سے سلوک یکساں نہیں ہُوا کرتا۔ اس لئے شریعتِ محمدیہ کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ابتدا میں جہنم کا داخلہ ہوگا۔ ہاں دلوں میں ایمان باقی رہا ہوگا۔ تو پھر شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی برکت سے بالآخر بہشت میں آجائینگے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) حاکمِ عادل۔ (۲) اور وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہو۔ (۳، ۴) اور وہ دو اشخاص جو باہم صرف اللہ کے لئے دوستی کریں، جب جمع ہوں تو اسی کیلئے اور جب جدا ہوں تو اسی کیلئے۔ (۵) اور وہ شخص جس کو کوئی منصب اور جمال والی عورت زنا کیلئے بلائے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لئے نہیں آسکتا۔ (۶) اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (۷) اور وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جائیں۔ (بخاری: ۶۶۰)

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۱۶ سے آگے (باقی باقی)

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول

کی حق تلفی سے جو لوگ نہیں ڈرتے۔ وہ اور کس کی حق رسی اور داد رسی کا خیال رکھیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کی حالت دیکھ لیجئے۔ کہ اکثر اولاد کے دلوں میں ماں باپ کا احترام نہیں ہے۔ اور برادریوں میں اکثر حق تلفیوں کی شکایات پائی جاتی ہیں۔ لڑکی کا رشتہ مانا ہُوا ہے۔ مگر شادی کرکے نہیں دیتے۔ اور شادی شدہ ہے تو لڑکے والوں کے اصرار شدید کے باوجود رخصتی میں بہانے بنا رہے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں بھی بے شمار ہیں۔ کہ خاوند آوارہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق ہے۔ تنخواہ اس کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے بیوی بچے مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تجارت پیشہ ہیں تو بجز معدودے چند خدا کا خوف رکھنے والوں کے سوا اکثر فریب کار اور دھوکہ باز ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ ملاوٹ والی چیز کو اصلی کہہ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نہ دودھ خالص ہوتا ہے۔ نہ گھی خالص ملتا [illegible] ہوئی مرچ خالص۔ نہ ہلدی خالص۔ باوجود ان فریب کاریوں کے دعوےٰ کیا ہے اہل السنت والجماعت۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اسی طریقہ کے پابند ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور ہم اسی مقدس صحابہ کرام والی جماعت کے خلف اللہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف تھی۔

اے مسلمان

تو ایمان سے کہہ۔ اتنے لوگوں کی حق تلفیاں کرکے تمہیں یہ لقب (اہل السنۃ والجماعۃ) سجتا ہے۔ اور اگر اس لقب کو اپنے حق میں استعمال کرتا ہے تو کیا یہ بھی ایک طرح کا فریب نہیں ہے؟ اور کیا اس مقدس لقب کی یہ حق تلفی نہیں ہے؟ سرکاری عہدہ داروں کو دیکھا جائے تو ان میں سے بھی بجز چند افراد [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ - یوم الجمعہ ۹-جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ - ۱۱-جنوری ۱۹۵۷ء

اِنسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ - لاہور)

برادرانِ اسلام - آج کل آپ کو ہر پڑھے لکھے انسان کی زبان سے ترقی کا لفظ سننے میں آئیگا - حتّٰی کہ سکولوں کے بچّوں کی زبان پر بھی یہ لفظ رواں ہے - مثلاً کوئی کہتا ہے کہ فلاں شخص نے بڑی ترقی کی ہے - معمولی چھابڑی فروش تھا - اور آج اس کی دکان میں ہزاروں کا مال ہے - کوئی کہتا ہے کہ فلاں ماسٹر نے بڑی ترقی کی ہے - میٹرک پاس کر کے پیٹ ملازم ہُوا تھا - ملازمت بھی کرتا رہا - اور پرائیویٹ امتحان بھی دیتا رہا - یہاں تک کہ ایم - اے کیا - اور آج کل فلاں کالج میں پروفیسر ہے - کوئی کہتا ہے کہ فلاں زمیندار نے بڑی ترقی کی ہے - پہلے معمولی زمیندار تھا - اور آج کل بہت بڑا زمیندار بن گیا ہے - اتنی زمین کا مالک ہے کہ گورنمنٹ کو بیس ہزار روپیہ سالانہ مالیانہ ادا کرتا ہے - وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اکثریت کے ذہن میں ترقی کے معیار اسی قسم کے ہیں - واقعہ یہ ہے کہ کتاب و سنّت کی روشنی میں دیکھا جائے - تو ایک تو ترقی کے یہ معیار اسلامی نہیں ہیں - یہ ترقیاں تو ایک کافر اور مشرک کو حاصل ہوسکتی ہیں - اور دوسری چیز یہ ہے - کہ ترقی کی یہ سب صورتیں فانی ہیں - انسان مرا اور یہ سب ترقیاں ختم ہوگئیں - اللہ تعالےٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو اسی دُنیا کی زندگی میں وہ ترقی کرانا چاہتا ہے - جو مرنے کے ساتھ ختم نہ ہو جائے - بلکہ اس ترقی کا اثر مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ جائے - اس ترقی کا فائدہ اِس انسان کو قبر میں بھی ملے - بلکہ جب قیامت کے دن میدان محشر میں اُٹھے - اس وقت بھی وہ ترقی انسان کو کام آئے - اور وہاں بھی آرام پائے - میدان محشر کے حساب و کتاب سے فارغ ہونے کے بعد بھی اسی ترقی کی بدولت اسے ایسی جگہ ٹھیرایا جائے - جہاں کبھی کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن - چین اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتا رہے - آج کی معروضات میں یہ عاجز قرآن مجید کی روشنی میں اسی ترقی کو پیش کرنا چاہتا ہے - واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم -

اِنسان دو چیزوں سے مرکب ہے

برادرانِ اسلام یہ انسان جو ہم دیکھتے ہیں - یہ دو چیزوں سے مرکب ہے - عام انسانوں کی اصطلاح میں ان چیزوں کو جسم اور روح کہا جاتا ہے اور فلسفہ کتاب و سنّت کے بہت بڑے بلکہ بقیطہ فلاسفر حضرت مولانا و مقتدانا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ان دو نوں کو بہیمیۃ اور ملکیۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے -

دونوں کا حدیث شریف سے ثبوت

حدیث شریف سے ثابت ہے - کہ عورت کے حاملہ ہونے کے بعد چار مہینے تک بچّے کا وجود مکمل ہو جاتا ہے - اس کے بعد اس وجود میں رُوح (عالم ملکوت سے لاکر) ڈالی جاتی ہے - اس سے ثابت ہُوا کہ گوشت - پوست - ہڈیوں کا ڈھانچہ یہیں تیار ہوتا ہے - اور روح عالم ملکوت سے لاکر ڈالی جاتی ہے -

دونوں کی غذا

نمبر اوّل جسم کی غذا

انسان کا بدن چونکہ اشیاء ارضیہ سے بنا ہے یعنی ماں باپ نے سبزیاں - ترکاریاں - اناج - میوہ جات کھائے - اس خوراک سے اللہ تعالےٰ کی قدرت سے لہو پیدا ہُوا - اور اس لہو سے اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے منی پیدا کی - جو انسان کے وجود کا بیج ہے - اس بیج کو ماں کے پیٹ میں ڈال کر انسان کا وجود بنایا - اب اس وجود انسانی کی غذا بھی زمین سے پیدا شدہ چیزیں ہونگی - یعنی جب اس وجود سے نقل و حرکت یا اور کوئی کام لیا جائیگا - تو اس کی طاقت ختم ہو جائے گی - پھر دوبارہ طاقت پیدا کرنے کے لئے بھی زمین سے پیدا شدہ چیزیں اسے کھلائی پلائی جائینگی - تاکہ پھر اس کے وجود میں نئی قوت پیدا ہو - اور انسان پھر اپنا کام کرسکے -

نمبر دوم روح کی غذا

یہ پہلے عرض کرچکا ہُوں کہ رُوح عالم ملکوت سے لائی گئی ہے - یعنی جس جہاں میں فرشتے رہتے ہیں - وہاں سے لاکر اسے جسم کے پنجرے میں قید کیا گیا ہے - بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی جانور کو اپنے اصلی وطن سے پکڑ کر کسی پنجرے میں لاکر بند کر دیتے ہیں تو اُسے وہی غذا کھلاتے ہیں جو وہ اپنے وطن میں کھایا کرتا تھا - لاہور کے چڑیا گھر میں جاکر دیکھ لیجئے کہ شیر کو روزانہ گوشت دیا جاتا ہے - ہرنوں اور بارہ سنگوں کو گھاس دیجاتی ہے - اور سانپوں کو زندہ چوہے دیئے جاتے ہیں - اسی قاعدے کی بنا پر انسان کی رُوح کو روزانہ ذکرِ الٰہی کی غذا لازمی طور پر ملنی چاہئے - کیونکہ عالم ملکوت میں رہنے والے فقط اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ہی مسرور رہتے ہیں - اس کے علاوہ نہ کوئی اور چیز کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں -

اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں انسان کا مرتبہ

اللہ تعالےٰ کی مخلوقات کو دیکھا جائے تو اس کے یہ نمبر ہیں - معدنیات - ان سے اُوپر نباتات - ان سے اُوپر حیوانات - ان سے اوپر انسان - اس سے اُوپر ملائکہ عظام -

ترقی اور تنزّل کے لغوی معنی

ترقی کے معنی اُوپر چڑھنا ہے - اور تنزل کے معنی نیچے اُترنا ہے - انسان سے اُوپر درجہ فرشتوں کا ہے - اس لئے انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا - کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام (فرشتوں) کی خصلتیں پیدا کرے - اور اس کا تنزل یہ پیدا ہوگا کہ اپنے سے نیچے درجے والے جو حیوان ہیں ان کی صفات میں تیز گام ہو جائے - مثلاً بیل اور گھوڑے رات کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں - پھر سارا دن بوجھ ڈھوتے رہتے ہیں - اور ترقی یافتہ انسان (مشرقیہ بافراط روپیہ ہو) ایک دن میں پانچ مرتبہ کھاتے ہیں - ایک بیڈ ٹی - جو صبح سویرے بستر ہی میں پیتے ہیں - دوسرا بریک فاسٹ یعنی ناشتہ - تیسرا ڈنر دوپہر کا کھانا - چوتھا ابوننگ تیسرے پہر کی چاء - پانچواں لنچ رات کا کھانا - نئی تہذیب میں یہ پانچ وقت کی خورد و نوش بھی ایک ترقی کی مثال ہے - ترقی کی دوسری مثال ملاحظہ ہو - پُرانے زمانے میں ہمارے باپ دادا مٹی کے برتنوں ہی کو استعمال کرتے تھے - مثلاً چاء پینی ہے تو مٹی کے پیالے میں ڈالکر پی لی - مکھن کھانا ہو - تو رات کی بچی ہوئی باسی روٹی پر رکھ کر کھا لیا - اب ماشاء اللہ بڑی ترقی ہوگئی ہے - کہ چاء کے سٹ قسما قسم کے ولایت سے آتے ہیں - ان میں پی جاتی ہے - مکھن ڈبل روٹی کے ٹوسٹ پر لگا کر کھایا جاتا ہے -

جن لوگوں کے دماغوں کی انگریز نے تربیت کی ہے۔ وہ انہیں چیزوں کو ترقی کہتے ہیں حالانکہ ان سب چیزوں کا تعلق فقط انسان کی قوّت بہیمیہ سے ہے۔ یعنی انسان کی حیوانی ضرورتوں کو پُورا کرنے کے لئے صفائی اور سُتھرائی آگئی۔ ان چیزوں کی بہتات سے انسان کی مَلکی قوّت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ ان چیزوں میں وقت صرف کرنے سے ملکیۃ کو کوفت ہوتی ہے۔ کہ میری راحت کا تو خیال نہیں کیا جاتا۔ اور بہیمی ضرورتوں کے بہتر سے بہتر طریقہ پر پُورا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت اور زیادہ سے زیادہ روپیہ صرف کیا جارہا ہے

ترقی کا ایک اور میدان

جن انسانوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین سے صحیح یا محکم نہیں ہے۔ وہ ترقی کے اس میدان کو اپنی کم فہمی اور کوتاہ اندیشی سے انسانی ترقی کا انتہائی مقام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز بھی غلط ہے۔ اس قسم کی ترقی کا تعلق بھی دراصل انسان کی قوّت بہیمیہ ہی سے ہے۔ جس طرح اب آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ یہ پہلے عرض کرچکا ہوں۔ کہ انسان سے نیچے طبقہ حیوانات کا ہے۔ اور اس سے اوپر طبقہ میں ملائکہ عظام (فرشتے) ہیں۔ ترقی کی معنی اُوپر چڑھنا ہے۔ انسان کی اصلی اور صحیح ترقی یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام کی صفات پیدا کرے۔ ترقی کے زیر بحث میدان کے کرشمے یہ ہیں۔ کہ سائنس نے ترقی کی۔ اور مثلاً مندرجہ ذیل چیزیں وجود میں آئیں۔ ٹیلیفون۔ وائرلیس۔ ریڈیو۔ ہوائی جہاز ایٹم بم۔ مشین گن۔ ٹینک وغیرہ۔ انصاف سے کہیے۔ کہ ان ایجادات میں انسان کی بہیمیت کا تو نفع یا نقصان ہے۔ جو سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا وہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے گھنٹوں میں طے ہوگیا۔ پہلے لڑائیوں میں سینکڑوں یا ہزاروں جانیں ضائع ہوتی تھیں۔ اب دو ایٹم بموں سے اڑھائی لاکھ جاپانی موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

اصلی ترقی

برادرانِ اسلام! انسان کا نام۔ انسان دراصل اس رُوح انسانی کے لحاظ سے ہے۔ جو روح حیوانات میں نہیں ہوتی۔ روح حیوانی کے لحاظ سے یہ ایک حیوان ہے۔ اور روح حیوانی کے لحاظ سے یہ انسان کہلاتا ہے۔ جسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ملکیۃ کہا جاتا ہے۔ اب ملائکہ عظام کے اوصاف حمیدہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

صفات ملائکہ عظائم

۱۔ (فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝

سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ پھر اگر وہ تکبّر کریں تو وہ لوگ جو اپنے رب کے پاس ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں۔

۲۔ (وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ اور سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے جو زمین میں ہیں۔ مغفرت مانگتے ہیں۔ خبردار بیشک اللہ ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

۳۔ (وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّاۗفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝

سورۃ الصّٰفّٰت رکوع ۵ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ اور بے شک ہم صف باندھ کر کھڑے رہنے والے ہیں۔ اور بے شک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔

۴۔ (لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ سورۃ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

خلاصہ

مذکورۃ الصدر آیات میں فرشتوں کی مندرجہ ذیل صفتیں مذکور ہیں۔ (۱) رات اور دن اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرنا (۲) تسبیح کرتے نہ تھکنا۔ (۳) تسبیح کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرنا (۴) خود تو گناہ سے پاک ہیں۔ مگر گناہ گاروں کے لئے اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگنا۔ (۵) یادِ الٰہی کے لئے صف بستہ ہونا۔ (۶) اللہ تعالےٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔

بہیمیۃ کی خواہشات کا فنا کرنا مقصود نہیں ہے

انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم جو آگے آرہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بہیمیۃ کی خواہشات کو فنا کر دیا جائے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ سورۃ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸

ترجمہ کہدو اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے۔ اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں) کہدو دُنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں۔ قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہو جائیں گی۔ اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں۔ ان کے لئے جو سمجھتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ ضروریاتِ بہیمیۃ کے پورا کرنے کے لئے جو نعمتیں پیدا کی گئی ہیں۔ وہ دراصل اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے ہیں۔ نافرمان لوگ ان کے صدقے میں کھاتے ہیں۔ جس طرح حکومت وفادار رعایا کی نقل و حرکت کے لئے ریل بناتی ہے مگر باغی اور بدمعاش بھی اسی میں سفر کرتے ہیں۔ اگلا ارشاد ملاحظہ ہو کہ پاکیزہ رزق کھا کر کیا کرو۔

(يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

سورۃ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اے رسولو۔ ستھری چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے کام کرو۔ بیشک میں جانتا ہوں۔ جو تم کرتے ہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ پاکیزہ چیزیں استعمال کرو۔ اس کے بعد نیک کام کرو۔ یہ یاد رہے۔ کہ اچھا کام وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

اب انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ نعمتیں کھائے پیئے۔ اس کے بعد کام وہ کرے جو فرشتے کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ نیک آدمی ترقی کرکے فرشتوں کی صفات سے متصف ہوگیا۔ بظاہر تو یہ ایک انسان ہے۔ مگر صفات کے لحاظ سے فرشتہ سیرت ہوگا۔ انسان کے اندر یہ صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دامنگیری اور آپؐ ہی کی راہ نمائی سے پیدا ہوں گی۔ مثلاً ۱۔

تسبیح و تحمید کی تلقین

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ملائکہ عظام اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو تسبیح و تحمید کی تلقین فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

متفق علیہ۔ ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں (قیامت کے دن) میزان

ہیں بڑے بھاری ہونگے - رحمٰن کو پیارے ہیں (اور وہ دو کلمے) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ہیں -

۳۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ متفق علیہ -

ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے دن کے کسی حصہ میں سبحان اللہ و بحمدہ ایک سو مرتبہ پڑھا - اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے - اگرچہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں -

۳۷ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰهُ لِمَلَائِکَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ رواہ مسلم ابی ذر سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا سب سے بہتر کلام کونسی ہے - آپ نے فرمایا - اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے چنی ہوئی ہے - (وہ کیا ہے) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ -

اصلی ترقی انسان کی یہ ہے

برادرانِ اسلام - آپ نے ملاحظہ فرمایا - شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اذکارِ الٰہیہ کی تلقین فرما رہے ہیں - جو فرشتے کرتے رہتے ہیں - اصلی ترقی انسان کی تو یہ ہے - کہ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرے - جو ملائکہ عظام کے ہیں -

استغفار کی تلقین

قرآن شریف کی گزشتہ آیت میں آپ سُن چکے ہیں - کہ چونکہ وہ خود تو گناہوں سے پاک ہیں - اس لئے زمین پر رہنے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں - چونکہ انسان خود گناہ کرتا ہے - اس لئے یہ اپنے لئے بھی اللہ تعالےٰ سے گناہوں کی معافی مانگے گا - اور دوسروں کے لئے بھی - رحمۃ للعالمین کی اپنی اُمّت کو تلقین استغفار ملاحظہ ہو -

۳۸ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّیْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ رواہ البخاری

ترجمہ - شداد بن اوس سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - سید الاستغفار یہ ہے - کہ تُو کہے - اے اللہ تُو میرا رب ہے - تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں - تُو نے مجھے پیدا کیا ہے - اور مَیں تیرا بندہ ہوں اور میں نے تجھ سے جو (ایمان اور خالص تیری فرمانبرداری کرنے کا) عہد کیا ہے اس پر قائم ہوں - اور جو تو نے (اجر دینے کا) وعدہ کیا ہے - اس کا امید وار ہوں - اپنی توفیق کے مطابق اس کا پابند ہوں - جو بُرائی مَیں نے کی ہے اس (کے شر) سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں - تیرے احسان جو مجھ پر ہیں - ان کا اقرار کرتا ہوں - اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں تُو مجھے بخش دے - کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا - آپ نے فرمایا - جس شخص نے یہ کلمے دن کو کہے ایسے حال میں کہ وہ ان پر یقین کرنے والا تھا - پھر اسی دن شام سے پہلے مرگیا - تو وہ بہشتیوں میں سے ہوگا - اور جس شخص نے یہ کلمے رات کو کہے - ایسے حال میں کہ وہ ان کلموں پر یقین کرنے والا تھا - پھر وہ صبح ہونے سے پہلے مرگیا - تو وہ بہشتیوں میں سے ہوگا -

۳۹ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ - رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی -

ترجمہ - انس سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں) خطاکار ہیں - اور اچھے خطاکار وہ ہیں جو (گناہ کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں -

ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہے

کہ فرشتوں کی طرح انسان بھی استغفار کو اپنا وظیفہ بنائے - اور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی استغفار کو روزمرّہ کو اپنا وظیفہ بنانے کی تعلیم دے رہے ہیں - گویا کہ آپؐ یہ چاہتے ہیں - کہ آپؐ کی اُمّت کا ہر فرد ترقی کر کے ملائکہ عظام کی صفات سے متصف ہو جائے -

فرشتوں کی طرح دُوسروں کیلئے دُعاءِ مغفرت

برادرانِ اسلام - آپ کو یاد ہے - کہ عام طور پر مسلمان نماز کے ہر آخری قعدہ میں یہ دُعا پڑھتے ہیں - رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○) ترجمہ - اے میرے رب مجھے ہمیشہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور میری اولاد کو بھی (نماز کی توفیق عطا فرما) اے ہمارے رب میری دُعا قبول فرما - اے ہمارے رب مجھے بخشدے اور میرے ماں باپ کو بخش دے - اور سب مومنوں کو بخش دے - جس دن حساب ہوگا - (یعنی قیامت کے دن) برادرانِ اسلام - آپ نے ملاحظہ فرمایا - کہ ہر مسلمان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اپنے بھائیوں کے لئے دعاءِ مغفرت کرے - یہی صفت ملائکہ عظام میں تھی -

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہُوں - کہ مجھے اور اس جمعہ میں حاضر ہونے والے ہر مرد اور ہر عورت کو اور ان کے علاوہ تمام مسلمانوں کو صحیح معنی میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے - اور دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ترقی کے منازل طے ہو جائیں - آمین یا الٰہ العالمین -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۶ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء

بارگاہِ الٰہی سے فطرۃِ انسانی کے دو مطالبے

(۱) میری راہ نمائی کے لئے پیغمبر بھیج۔
(۲) تیری رضا حاصل کرنے کے لئے احکام نازل فرما۔

نباتات کا مطالبہ

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

اللہ تبارک و تعالےٰ نے نباتات کو پیدا کیا۔ اور چلنے پھرنے کی توفیق نہیں دی۔ وہ ایک ہی جگہ گڑے رہتے ہیں۔ ان کی خوراک تین چیزیں ہیں۔ مٹی۔ ہوا۔ پانی۔ اللہ تعالیٰ ان کی غذا انہیں وہیں پہنچا دیتا ہے۔ مٹی تو ان کی جڑوں کے پاس ہی ہوتی ہے۔ ہوا بھی ہر جگہ موجود ہے۔ انہیں پانی پہنچانے کا اللہ تعالےٰ نے یہ طریقہ تجویز کیا ہوا ہے۔ کہ اپنی جڑوں کے ذریعہ سے پانی زمین سے جذب کر لیتے ہیں۔ اور اگر جڑوں کے ذریعہ سے بقدر ضرورت پانی مہیا نہ ہو تو بادلوں کو اُن کے سر پر لاکر مینہ برساتا ہے۔ اور ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ اس تربیت کے ذریعہ سے وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے بعد جس کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں پیدا کیا ہے انسان انہیں اس کام میں لگا لیتا ہے کوئی اس کی غذا ہے۔ کوئی اس کی دوا ہے۔ کوئی جلانے کے لئے ہے۔ کوئی مکان کی تعمیر کے لئے ہے۔

حیوانات کا مطالبہ

حیوانات کی جو جنسیں اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں۔ وہ زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کرتی ہیں۔ کہ اے اللہ ہماری ضروریات پورا کرنے کے لئے ہمارے لئے سامان بہم پہنچا۔ مثلاً گھاس کھانے والے جانور زبانِ حال سے اپنے رب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اے اللہ جب ہمارے پیٹ میں بھوک رکھی ہے تو ہمارے لئے گھاس پیدا کر دے۔ اور پیاس رکھی ہے تو ہمارے پینے کے لئے پانی پیدا کر۔ اور اے اللہ۔ چونکہ ہمارے دشمن بھی دُنیا میں ہونگے۔ اس لئے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ہتھیار بھی عطا فرما۔ اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس کو سینگ دیدیئے۔ کہ تمہیں جب کوئی ستائے۔ تو ان ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کرو۔ اور گدھے اور گھوڑے کو سینگ نہیں دیئے۔ انہیں اللہ تعالےٰ نے دولتیاں چلانے کی تلقین فرما دی۔ گھوڑا تو ایسا دولتا مارتا ہے کہ بعض اوقات آدمی فوراً مر جاتا ہے۔ اور گوشت کھانے والے حیوانات نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی۔ کہ اے اللہ جب ہماری غذا فقط گوشت تجویز فرمائی ہے۔ تو ہماری خوراک کا کوئی انتظام فرما۔ ان کی درخواست کو قبول فرما کر اللہ تعالےٰ نے ان درندوں کے ساتھ ایسے حیوانات پیدا کر دیئے ہیں جنہیں یہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جہاں درندے رہتے ہیں انہیں جنگلوں میں ایسے جانور ضرور پائے جاتے ہیں جنہیں وہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔ حیوانات کی بعض قسمیں ایسی ہیں جو پانی ہی میں رہتی ہیں۔ مثلاً مچھلیاں ان کے لئے رب العالمین نے جوہڑ۔ بڑے بڑے تالاب۔ بڑی بڑی جھیلیں اور دریا پیدا کر دیئے ہیں جو بڑی خوشی سے وہاں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی مخلوق پرندے بھی ہیں۔ انہوں نے علاوہ دوسری ضروریات کے اپنی بود و باش کے لئے درختوں کا مطالبہ کیا۔ تاکہ درختوں پر اپنے گھونسلے بنا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے بے شمار درخت پیدا کر دیئے۔ تاکہ ان پر آرام سے زندگی بسر کر سکیں۔ اللہ تعالےٰ کی ایک مخلوق سانپ بھی ہیں۔ انہوں نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ ہماری خوراک تو چوہے ہیں اس لئے ہمارے لئے چوہے پیدا کر دیجئے۔ تاکہ ہم انہیں کھا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ اکثر سانپ جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی خوراک کے لئے جنگلوں میں بے شمار چوہے پیدا کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سانپ کو پنجے نہیں دیئے۔ جن سے زمین میں بل کھودے۔ سانپ نے زبانِ حال سے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی۔ کہ بل کے سوائیں رہ نہیں سکتا۔ اور بل کھودنے کے لئے مجھے آپ نے پنجے نہیں دیئے۔ ان کے بلوں کا انتظام یہ ہوا۔ کہ چوہے تو اپنے پنجوں سے بل کھودیں گے۔ تم چوہوں کو کھا لینا۔ اور ان کے خالی شدہ بلوں میں خود رہنا۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالےٰ کی مخلوقات کی بیشمار قسمیں ہیں۔ ہر مخلوق نے اپنے خالق سے بزبانِ حال اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے استدعا کی۔ اور خالق الخلق مالک الملک عزّ اسمہٗ وجل مجدہٗ نے اس کے مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے انتظام فرما دیا۔ حالانکہ کسی مخلوق کا اس پر کوئی حق نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر مخلوق کی ہر ضرورت کے پورا کرنے کے لئے سامان مہیا فرما دیا

انسان کا مطالبہ

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے

حیوانیت ۔ روحانیت

حیوانیت کا مطالبہ

انسان کے ترکیبی اجزاء کو میں نے حیوانیت اور روحانیت سے تعبیر کیا ہے۔ حکیم الامۃ فلسفہ شریعت کے ماہر ترین فلاسفر امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ان دونوں چیزوں کو بہیمیۃ اور ملکیۃ کے نام سے ذکر فرماتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ تحریر میں انسان کے دونوں اجزاء کو ان ناموں سے ذکر کیا جائے گا۔ باقی حیوانات کی طرح انسان کی بہیمیۃ بھی زبانِ حال سے اپنے خالق سے اپنی تمام ضروریات کا مطالبہ کرتی ہے۔ کہ اے اللہ تو نے میرے اندر بھوک پیدا کی ہے تو میرے لئے کھانے کا انتظام فرما۔ اے اللہ تو نے میرے اندر پیاس پیدا کی ہے تو میرے پینے کے لئے پانی مہیا فرما۔ اے اللہ۔ تو نے میرے اندر بیماریوں کا مادہ رکھا ہے تو ان کا علاج کرنے

کے لئے ہر مرض کے علاج کرنے کے لئے ان کے مناسب دوائی پیدا فرما۔ جس طرح میری بیماریاں سینکڑوں ہیں۔ اسی طرح دوائیں بھی سینکڑوں پیدا کر دے۔ اے اللہ۔ تو نے میرا بدن ایسا بنایا ہے۔ نہ سردی برداشت کر سکتا ہے۔ نہ گرمی۔ اس لئے مجھے سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے اسی قسم کے لباس عطا فرما۔ اے اللہ۔ میرے پاؤں کے تلوے چونکہ گوشت کے ہیں۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس کی طرح کھر نہیں ہیں اس لئے مجھے کانٹے چبھتے ہیں۔ اس لئے میرے پاؤں میں پہننے کے لئے جوتا عطا فرما۔ جوتے کے لئے چمڑا عطا فرما۔ چمڑا حاصل کرنے کے لئے حیوان کو ذبح کرنے کی اجازت عطا فرما۔ حیوان کو ذبح کرنے کے لئے چھری عطا فرما۔ چھری بنانے کے لئے لوہا عطا فرما۔ لوہے کو پہاڑ سے نکالنے کے لئے کان کنی کے اوزار عطا فرما۔ اوزار مہیا ہو جانے کے بعد کارکن مزدور مہیا فرما۔ جب کان سے لوہا نکل آئے تو پھر لوہار بہم پہنچا جو اس لوہے سے چھری بنائے۔ لوہے کو گرم کر کے چھری بنانے کے لئے کوئلہ عطا فرما۔ کوئلے بہم پہنچانے کے لئے درخت کو کاٹنے کے لئے کلہاڑا عطا فرما۔ کلہاڑا بنانے کے لئے پھر دوبارہ لوہار کی ضرورت ہے۔ وہ ضرور بہم پہنچا۔ کلہاڑے میں لکڑی کا دستہ ڈالنے کے لئے بڑھئی بہم پہنچا۔ اچھا۔ اے اللہ چھری تو تیار ہو گئی ہے۔ اب قصاب مہیا فرما۔ جو حیوان کو ذبح کر کے اس کی کھال اتار دے۔ اے اللہ حیوان کی کھال تو اتر گئی ہے۔ اے اللہ اس کھال کو رنگنے کے لئے کوئی کاریگر مہیا فرما۔ اے اللہ۔ اس کھال رنگنے کے لئے کیکر کی چھال چاہئے۔ کوئی مزدور بہم پہنچا۔ جو کیکر کی چھال اتار کر لا دے۔ اے اللہ کھال بھی آگئی اور چھال بھی آگئی۔ اب کوئی کمہار چاہئے جو ایک بڑا چوڑا کنال بنا دے۔ جس میں کھال میں چھال ڈال کر اسے لٹکایا جائے۔ تاکہ کھال سے جو پانی گرے۔ اسے دوبارہ کنال سے اٹھا کر کھال میں ڈالا جائے۔ اے اللہ کھال تو رنگی گئی ہے۔ اب کوئی موچی بہم پہنچا۔ جو اس کھال سے میرے پاؤں کے برابر جوتا بنا دے۔ اے اللہ جوتا پہننے کے لئے آر اور رنبی کی ضرورت ہے۔ وہ تو خیر لوہار سے بنوا لینگے۔ مگر سینے کے لئے تاگا چاہئے۔ تاگے کے لئے سوت چاہئے۔ سوت حاصل کرنے کے لئے روئی چاہئے۔ روئی کے لئے کپاس چاہئے۔ کپاس حاصل کرنے کے لئے زمیندار کو تلاش

کی کاشت کرنی چاہئے۔ کاشت کو پانی دینے کے لئے بیل چاہئیں۔ چارہ کے لئے کھیت چاہئے۔ کھیت کو پانی دینے کے لئے کنواں کھودنا چاہئے۔ کنواں کھودنے کے لئے مزدور چاہئیں۔ کنواں کھدنے کے بعد اس گڑھے کو پختہ کرنے کے لئے پکی اینٹیں چاہئیں۔ پکی اینٹوں کے لئے بھٹہ چاہئے۔ بھٹہ کے لئے لکڑی یا کوئلہ چاہئے۔ پھر بھٹہ پکانے کے لئے ایک قابل کاریگر چاہئے۔

۳۲ مطالبات

انسان نے اپنے پاؤں میں جوتا پہننے کے لئے زبان حال سے اللہ تعالےٰ سے ۳۲ مطالبات کئے ہیں۔ علی ہذا القیاس انسان کے وہ مطالبات جو اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے زبان حال سے کرتا ہے۔ اگر شمار کئے جائیں تو سینکڑوں تک پہنچ جائیں گے۔

حکیم مطلق کی دانشمندی کا کمال

حکیم مطلق (اللہ جل شانہ) کی دانشمندی کا کمال ماننا پڑتا ہے۔ کہ ایک طرف تو انسان کو زمین میں اپنی خلافت (قائم مقامی) کا عہدہ عطا فرمایا۔ کیونکہ اس جہان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ اور ان پیدا شدہ اشیاء میں تصرف کرنے کے لئے انسان کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور پھر اسے عاجز بھی اتنا بنایا۔ کہ اس جیسا کوئی عاجز بھی نہیں ہے۔ مثلاً جوتے کے سلسلہ میں یہ ۳۲ چیزوں کا محتاج ہے۔ حتیٰ کہ سوئی تک کا محتاج ہے۔ اگر سوئی نہ ہو۔ تو انسان اپنی ستر عورۃ کے لئے کپڑا کس چیز سے سیئے۔

نکتہ بعد الوقوع

انسان کو اس درجہ عاجز بنانے میں بھی انسان کے لئے رحمت اور شفقت ہے۔ اگر یہ اتنا عاجز نہ ہوتا۔ تو شاید یہ اپنی خدائی کا دعویدار بن بیٹھتا۔ کہ سب کچھ میں ہی میں ہوں۔ چنانچہ اب بھی بعض ممسوخ الفطرۃ خدائی کا دعوےٰ کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ نمرود بابلی نے اپنی خدائی کا۔ دعوےٰ کیا ہی تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے شکست دی تھی (اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳۵ پارہ ۳)

ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس لئے کہ اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں۔ اور مارتا ہوں۔ کہا۔ بیشک اللہ سورج مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے لے آ۔ تب وہ کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

حاصل

یہ ہے کہ ایک انسان عاجز اور بے بس کو جب اللہ تعالےٰ نے بادشاہی کے تخت پر بٹھایا۔ تو سلطنت کے غرور میں آکر اس نے حقیقی خدا کو بھلا کر اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

فرعون کا خدائی دعویٰ کرنا

(فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی) سورہ النّٰزعات رکوع ۱ پارہ ۳۰ ترجمہ۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بعد فرعون نے کہا کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

(وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ) الآیہ سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰ ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا۔ اے سردارو میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا اور کوئی معبود ہے۔

حیوان اور انسان میں ایک فرق

حیوان کے ہر فرد کو اللہ تعالےٰ اس کی ضروریات کے پورا کرنے کا طریقہ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ان حیوانات کے لئے بظاہر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہے۔ مگر کیا مجال ہے۔ کہ اس نوع کا کوئی فرد بھی اپنے نوع کے تقاضا کی خلاف ورزی کرے۔

مثلاً مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اگر وہ مادہ ہے تو جوان ہونے کے بعد انڈے دیتی ہے انڈے دے چکنے کے بعد اس کا طبعی تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے پیٹ کے نیچے کوئی چیز لے کر دبا کر بیٹھے۔ جب اس کی یہ حالت ہوتی ہے تو عورتیں اس کے پیٹ کے نیچے بجائے ۱۵ انڈوں کے ۲۰ انڈے رکھ دیتی ہیں۔ حالانکہ دراصل اس کے پیٹ کے نیچے ۱۵ انڈے ہی آسکتے تھے۔ اب وہ بچاری کیا کرتی ہے۔ کہ چند منٹ کے بعد جو ۵ انڈے اس کے پیٹ کے نیچے نہیں آئے۔ انہیں چونچ سے گھسیٹ کر پیٹ کے نیچے لاتی ہے۔ یہ انڈے تو لاتی۔ ان کے مقابلے میں دوسرے

پانچ انڈے اس کے پیٹ کے نیچے سے نکل گئے۔ پہلے پانچ انڈوں کو گرمی پہنچائی۔ اب دوسرے پانچ کو چونچ سے گھسیٹ کر پیٹ کے نیچے لائی۔ تاکہ وہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں اگر ٹھنڈے ہو گئے۔ تو ان سے بچے نہیں نکلینگے۔ اب خیال فرمائیے۔ یہ سبق کسی سکول سے پڑھ کر آئی ہے کہ سب انڈوں کو یکساں گرمی پہنچا۔ اور جو پیٹ کے نیچے سے نکل گئے ہیں انہیں گھسیٹ کر پھر پیٹ کے نیچے لا۔ اسی کو الہام جبلی کہا جاتا ہے۔ فطرتی تعلیم کا ایک اور کمال ملاحظہ فرمائیے۔ کہ مرغی انڈوں پر پوری اکیس راتیں اور ایک دن بیٹھتی ہے۔ اکیسویں رات اور اکیسویں دن جتنے بچے نکل آئیں۔ تو بہتر ورنہ پیدا شدہ بچوں کو لے کر پھر اس خلوت خانہ سے باہر آجاتی ہے۔ کیا اکیس راتوں کے چلہ کشی کی تعلیم کسی سکول سے پاکر آئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی فطرتی تعلیم ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے مرغی کے ہر مادہ بچہ کو دل میں ڈال دی ہے۔

۲ مرغی چونکہ پالتو جانور ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ انڈوں سے اٹھ کر باہر آتی ہے۔ اور چند دانے چگ کر پانی کے چند گھونٹ پی کر فوراً انڈوں پر جا بیٹھتی ہے تاکہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں۔ فاختہ چونکہ پالتو جانور نہیں ہے۔ اس لئے خدا جانے اسے دانہ کہاں اور کتنی دور ملے۔ اور پانی خدا جانے کتنی دور ملے۔ اور خطرہ ہے کہ انڈے ٹھنڈے ہو گئے تو بچے نہیں نکلیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا کمال یہ ہے کہ فاختہ کے نر کو اللہ تعالےٰ نے یہ چیز دل میں ڈال دی ہے کہ جب تیری مادہ انڈوں سے اٹھ کر دانہ چگنے کے لئے جائے۔ تو تم انڈوں پر آکر بیٹھ جایا کرو۔ اور فاختہ کے ہر فرد کو جو نر ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا ہے۔ اسی کو الہام جبلی کہا جاتا ہے۔

انسان کے بچے کو فقط چند روز الہام جبلی سے چلایا جاتا ہے

انسان کے بچے کو فقط چند روز الہام جبلی سے راہنمائی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر آخر العمر تک اس کی تعلیم و تربیت کا طریقہ اور ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے مثلاً جس وقت بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ اسے نہلا دھلا کر ماں کی چھاتی سے لگایا جاتا ہے۔ تو فوراً ماں کے پستان سے دودھ چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی اپنی قدرت کاملہ سے اس کے دل میں القاء کرتا ہے۔ کہ تیری غذا ماں کے پستان میں ہے۔ اسے چوس کر اپنی غذا باہر نکال لے۔ اس کے بعد جب تک منہ سے بول نہیں سکتا۔ تو اسے اللہ تعالےٰ الہام جبلی سے القا کر دیتا ہے۔ کہ تو رویا کر۔ تیری ماں سمجھ جائے گی کہ تو کیا مانگتا ہے۔ مثلاً جب بچے کو بھوک لگتی ہے۔ تو رونا شروع کر دیتا ہے۔ ماں منہ میں پستان ڈال دیتی ہے تو فوراً چپ کر جاتا ہے۔ اور پستان چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ یا مثلاً دودھ پی کر کچھ دیر کھیلتا رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد رونا شروع کر دیتا ہے۔ ماں سمجھتی ہے۔ کہ اب یہ بچہ تھک گیا ہے۔ اور سونا چاہتا ہے۔ لٹا کر تھپکتی ہے تو چپ کر کے سو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہی الہام جبلی ہے۔ جب ذرا بڑا ہو گیا۔ بولنے چالنے لگا۔ اور ماں کی زبان کو سمجھنے لگا۔ اب ظاہری تعلیم شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً بچے کو کہتی ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ کھڈی پر جا کر پاخانہ کرو۔ دیا سلائی کی تیلیوں کو جلا کر مت کھیلو۔ کہیں تمہارے کپڑوں کو آگ نہ لگ جائے۔ سخت سردی ہے سر پر ٹوپی پہن لو۔ سخت گرمی ہے پاؤں میں جوتا پہن لو۔ وغیرہ کیا کبھی کسی حیوان نے بھی بچے کو یہ باتیں سکھائی تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حیوانات کی ضروریات کی تعلیم ان کے دل میں القا کر دی جاتی ہے۔ اور انسان کو بچپن ہی سے معلم کی ضرورت ہے۔ ماں کی گود میں تین چار سال تک تعلیم و تربیت پانے کے بعد اب اسے اور طرح کی تعلیم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جس سے اس کی دنیا کی زندگی بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو۔ آئندہ سطور میں اس تعلیم کے متعلق بحث آئیگی۔

انسان کی روحانیت کا مطالبہ

اللہ تعالےٰ نے انسان کی تربیت کا قانون حیوانات سے علیحدہ تجویز کیا ہوا کیا ہوا ہے۔ حیوانات تو الہام جبلی سے ہر کام کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں عرض کی جا چکی ہے۔ انسان کے متعلق ابتدائے عالم سے یہ قانون چلا آرہا ہے۔ کہ ہر ضرورت کے پورا کرنے کے لئے ایک ایک دماغ میں اللہ تعالےٰ القا کرتا ہے۔ اور دوسرے اس کے تجویز کردہ حل کو اپنا لیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کے دماغ میں موٹر بنانے کی تجویز القا فرمائی۔ اب ساری دنیا اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ایک کے دماغ میں ہوائی جہاز کی تجویز القا فرمائی۔ اب ساری دنیا اس سے نفع اٹھا رہی ہے۔ کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کرتا۔ کہ ہم دوسرے کی تجویز کردہ موٹر یا دوسرے کی تجویز کردہ ہوائی جہاز کیوں فائدہ اٹھائیں۔ ہم اپنے نئے طریقہ کے ہوائی جہاز بنا کر ان کو آسمان پر اڑائیں گے اور ان ہی میں سفر کریں گے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال اٹھائے تو اسے بیوقوف اور احمق کہا جائیگا۔ یہ ہے انسان کی روحانیت کا اللہ تعالےٰ سے بزبان حال یہ مطالبہ ہے کہ اے اللہ مجھے تو نے عالم ملکوت سے لاکر انسان کے گوشت اور پوست اور ہڈیوں کے پنجرہ میں بند کر دیا ہے۔ میرے ملک (عالم ملکوت) میں جو غذا مجھے دی جاتی تھی یعنی ذکر الٰہی۔ کیونکہ عالم ملکوت میں رہنے والے ملائکہ عظام فقط اللہ تعالےٰ کے ذکر میں محو اور اسی میں مسرور رہتے ہیں۔ لہٰذا اس ڈھانچے میں بند ہو جانے کے بعد بھی وہی میری غذا مجھے ملنی چاہیئے۔

انسان کی دونوں جزوں میں تعارض

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود کو سواری قرار دیا جائے۔ یعنی ظاہری وجود کو تو اس پر دو سوار ہیں۔ بہیمۃ اور ملکیۃ۔ بہیمۃ تو یہ چاہتی ہے۔ کہ اس وجود سے سارا دن کام کرائے اور جو اجرت وصول ہو۔ اس میں مجھے اچھے سے اچھا اور لذیذ سے لذیذ اور قیمتی سے قیمتی کھانا کھلائے اور عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی لباس پہنائے اور ملکیۃ یہ چاہتی ہے کہ اس وجود سے زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کراؤں۔ کیونکہ میری غذا تو یہی ہے۔ اس وجود سے رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ والی عبادت کراؤں۔ کیونکہ مجھے تو عبادت ہی میں لطف آتا ہے۔ اب اس تعارض کو جو رفع کر سکتا ہے۔ وہ فقط اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے۔ کیونکہ وہ بہیمۃ اور ملکیۃ دونوں کا خالق ہے۔ اس لئے اسے دونوں کے ساتھ یکساں شفقت ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ انسان نے بلسان الحال اللہ تعالےٰ سے مطالبہ کیا۔ کہ مجھے ایک ایسا قانون عطا فرما۔ کہ میری دونوں جزوں کے مطالبات اس میں پورے ہو جائیں۔ نہ بہیمۃ کو اپنی حق تلفی کی شکایت رہے۔ اور نہ ملکیۃ کو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ نازل شدہ

قانون قرآن مجید ہے

اس قرآن مجید کے نازل ہونے سے انسان کی فطرت کا مطالبہ پورا ہو گیا۔ البتہ اس قانون کو اللہ تعالےٰ سے لے کر بندوں تک پہنچانے والے ایک واسطہ کی ضرورت تھی۔ وہ سید المرسلین۔ خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

سورۃ النحل رکوع ۱۲ پارہ ۱۴

ترجمہ - اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے - جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے - اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے -

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمدؒ کا حاشیہ

اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں - یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے (انتہیٰ ملخصاً) یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے - فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے -

اس ضابطۂ حیات انسانی کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴

ترجمہ - اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے - جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا - ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے - اور انہیں پاک کرتا ہے - اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے - اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے -

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - آپ ہر طریقہ سے مومنوں کی اصلاح فرماتے ہیں -

حدیث شریف کا مرتبہ

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ معلم فقط اس کتاب کے الفاظ ہی کو نہیں دُہرا دیتا - جس کی تعلیم دے رہا ہے - بلکہ کتاب کے الفاظ کی شرح اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے - بعینہٖ یہی تعلق حدیث شریف کا قرآن مجید سے ہے - کہ حضور انور کی احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں - اور قرآن مجید کے الفاظ میں جو اللہ تعالےٰ کی مراد ہے - اس کے معلوم کرنے کا ذریعہ فقط احادیث ہیں - مثلاً قرآن مجید میں یہ ارشاد ہُوا - (اقیموا الصلوٰۃ) ترجمہ - نماز قائم کرو - اس کے بعد نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہُوا - کہ مسلمان پہلے وضو کرے پھر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے کھڑا ہو جائے پھر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے - پھر ہاتھ باندھ لے - پھر سبحانک اللّٰھم الی آخرہ پڑھے - پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر قرآن شریف کی آیتیں پڑھے پھر رکوع میں جائے - رکوع میں اللہ تعالےٰ کی تسبیح پڑھے پھر سمع اللہ پھر سجدہ میں جائے - پھر ایک سجدہ کرے اُٹھ کر بیٹھ جائے - پھر دوسرے سجدہ میں جائے اور سجدہ میں تسبیح پڑھے - یہ نماز کی ایک رکعت ہے - یا مثلاً قرآن مجید میں تو فقط اتنا ہی حکم ہے (اٰتوا الزکوٰۃ) ترجمہ - زکوٰۃ دو اس سے زیادہ اللہ تعالےٰ نے تفصیل بیان نہیں فرمائی - یہ تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے - کہ سونے اور چاندی کی کتنی مقدار میں سے کتنی - بکریوں کی کتنی تعداد میں سے کتنی - گائے کی کتنی تعداد میں سے کتنی - اُونٹ کی کتنی تعداد میں سے کتنی - لہٰذا ثابت ہُوا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں -

اللہ تعالےٰ کی طرف سے احادیث کی تصدیق

اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خود تصدیق فرمادی ہے - کہ آپ کی احادیث بھی میری ہی طرف سے آپؐ کے دل میں بالقاء کی جاتی ہیں - ارشاد باری تعالےٰ ہے (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے - یہ تو وحی ہے - جو اس پر آتی ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ آپ کا ہر ارشاد وحی الٰہی ہے - البتہ اہل حق کے ہاں وحی کی دو قسمیں ہیں - ایک وہ وحی جس کے مضامین پر الفاظ کا جامہ پہنا کر بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ تک پہنچایا گیا - اسے قرآن یا وحی جلی - یا وحی متلو سے نام سے پکارا جاتا ہے - دوسری وہ وحی جو آپ کے دل میں القاء کی گئی - اور حضور انور نے اسے ظاہر فرمایا - اسے حدیث شریف - یا وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی وحی الٰہی ہیں -

مومن کا فرض

لہٰذا ہر مومن کا فرض ہے کہ جس طرح وحی جلی کی تابعداری اپنا فرض عین خیال کرتا ہے - اسی طرح وحی خفی کی تابعداری کو بھی اپنا فرض عین خیال کرے -

تائید

اُوپر کی سطر میں جو عرض کیا گیا ہے - حدیث شریف سے اس کی تائید ملاحظہ ہو -

حضور انورؐ فرماتے ہیں (تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا - كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ) ترجمہ - میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں - جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہوگے - تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے - اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنّت ہیں -

گزشتہ تفصیل کا حاصل

آج کی ساری بیان کردہ تفصیل کا حاصل یہ ہے - کہ انسان کی فطرت نے اللہ تعالےٰ سے مطالبہ کیا تھا - کہ میری دو جزوں کا جھگڑا نپٹانے کے لئے کوئی مکمل قانون دیا جائے - اور وہ قانون قرآن مجید ہے لہٰذا ہر فطرت سلیمہ والے انسان کا فرض ہے - کہ اسے اپنا معمول بنائے - تاکہ اس کی دُنیا اور آخرت سنور جائے - ورنہ اس کے دونوں جہان برباد ہوں گے - اور قرآن مجید کی طرف توجہ دلانے والے کو یہ جواب دینا کہ قرآن مجید پر عمل کیوں کریں یہ ایسا ہی ایک ناعاقبت اندیشانہ اور احمقانہ اعتراض ہے جس طرح کوئی کہے - کہ شیر گوشت کیوں کھاتا ہے - گھاس کیوں نہیں کھاتا - اور بکری گھاس کیوں کھاتی ہے - گوشت کیوں نہیں کھاتی - جس طرح شیر کی فطرت گوشت کھانا ہے - اور بکری کی فطرت گھاس کھانا ہے - اسی طرح انسان کی فطرت اللہ تعالےٰ کی راہ نمائی کے مطابق چلنا ہے - وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۳۔ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ ۲۵۔ جنوری ۱۹۵۷ء

سُنَّۃُ اللّٰہِ سُنَّۃُ الانس

اللہ تعالیٰ کی عادت۔ انسانوں کی عادت

اِنسانوں کی عادت کا نتیجہ

شہید

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کو علم تھا۔ کہ میں نے انسان کی دو زندگیاں بنائی ہیں۔ ایک فانی۔ دوسری دائمی۔ دُنیا کی فانی زندگی گزارنے کے لئے خداداد عقل کے ذریعہ سے کچھ اُلٹا سیدھا کام چلالے گا۔ انسان کو جو ضرورت پیش آئیگی عقلِ خداداد کے ذریعہ سے کوئی نہ کوئی حل تجویز کر لے گا۔ مثلاً کاشت کرنا چاہیگا تو نہر کھود کر دریا سے پانی لے آئیگا۔ جہاں کوئی دریا قریب نہیں ہوگا۔ وہاں کنواں کھود کر کھیت کو پانی دے لیگا۔ گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے مکان بنا لیگا۔ کھانا پکانے کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لے آئیگا

مگر

اس دائمی اور ابدالآباد کی زندگی سے بالکل بیخبر ہے۔ جو مرنے کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد کوئی انسان لوٹ کر نہیں آیا۔ جو انسانوں کو یہ بتلا سکے کہ اُس جہان میں کیا کیا ضرورتیں پیش آتی ہیں۔ اور ان کا حل کیا ہے۔ جو دُنیا سے تیار کر کے لے جانا چاہئے۔ اس لئے سوائے خدائے قدوس وحدہٗ لاشریکہٗ کے اور کوئی بھی دوسرے جہان کی ضرورتوں کی نہ کوئی تفصیل بتلا سکتا ہے اور نہ ان ضرورتوں کے حل کرنے والے اسباب بتلا سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے ہر دور میں انسانوں کی راہ نمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ اور ان حضرات کی وساطت سے انسان کو دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا ایسا نظام الاوقات (پروگرام) عطا فرمایا۔ جس پر انسان عمل کریں۔ تو ان کی دُنیا کی زندگی بھی سنور جائے اور موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کے لئے بھی سرمایۂ نجات یہیں سے لیکر جائیں۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ انسان کو خبردار کرتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ سورہ الحشر رکوع ۳ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور ہر شخص کو سوچ لینا چاہئے۔ کہ کل کے لئے آگے کیا بھیج رہا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ اس چیز سے باخبر ہے۔ جو تم کرتے ہو۔

کل سے مراد آئندہ

اس آیت سے انسان کو نصیحت کی گئی ہے۔ کہ تجھے اپنے اعمال کل کے نتائج کو مدنظر رکھ کر کرنے چاہئیں۔ کل کے لفظ سے مراد در اصل آئندہ ہے۔ اور آئندہ کے مفہوم میں دُنیا کی زندگی اور موت کے بعد آنے والی زندگی دونوں مراد لی جا سکتی ہیں۔ یعنی اے انسان ایسے کام کر ان کی برکت سے تیری دُنیا کی زندگی بھی خوشگوار گزرے اور مرنے کے بعد والی زندگی میں بھی تم خوشحال رہو۔

خوفِ خدا

اور اس آیت میں خوف خدا کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر انسان دو دشمنوں کے نرغے میں آیا ہوا ہے۔ ایک نفس اور دوسرا وہ شیطان جو حسبِ ارشادِ نبویؐ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے۔ دونوں یہ چاہتے ہیں۔ کہ انسان خواہشات نفسانی اور لذات دنیوی میں غرق رہے۔ خواہ اس کی عاقبت برباد ہی ہو جائے۔ اور جہنم میں جائے مثلاً تاجر کو یہ سکھاتے ہیں۔ کچھ نرخ کے سمجھوتہ میں گاہک سے کہا۔ اور کچھ کم تولنے یا ناپنے میں کہا۔ سرکاری عہدہ داروں کو سکھاتے ہیں۔ کہ حکومت سے تنخواہ لے۔ اور رعایا سے رشوت لے کر کام کر۔ اور عیاش مزاج انسانوں کے دل میں خیال ڈالتے ہیں۔ کہ اپنی بیوی تو تم دیکھی ہوئی ہے۔ وقتی طور پر آوارہ مزاج عورتوں کو کچھ دے دلا کر ان سے بھی لطف اُٹھا۔ ان دونوں دشمنوں کی دل میں القاء کردہ بُرائیوں سے روکنے والی چیز فقط خوف خدا ہے۔ اگر یہ چیز انسان کے دل کے رگ وریشہ میں پیدا ہو جائے تو گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث شریف میں ایسے سات قسم کے انسانوں کا ذکر آتا ہے۔ جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دیگا جس دن اس کی رحمت کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے کوئی عورت بُرائی کی طرف دعوت دے اور وہ اللہ کے خوف سے اس گناہ سے باز رہے۔

حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ۔ متفق علیہ۔ ترجمہ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں۔ جنہیں اللہ اپنے سایہ میں جگہ دیگا جس دن سوائے اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم اور وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پایا ہے۔ اور وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے۔ جب اس سے نکل کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر آئے۔ اور وہ دو آدمی جو اللہ واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی خیال سے اکٹھے ہوئے۔ اور یہی خیال رکھتے ہوئے جدا ہوئے۔ اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہ جاتے ہیں۔ اور وہ شخص جسے ذاتی خوبیوں والی خوبصورت عورت (بُرائی کے لئے) دعوت دے۔ پھر وہ کہے۔ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ شخص جو صدقہ دے۔ ایسی طرح کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔ کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے

گزشتہ آیت کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو تمہارے تمام اعمال کا علم ہے۔ (اگرچہ تم اسے نہیں دیکھتے۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ سورہ الانعام رکوع ۱۲ پارہ ۷ ترجمہ۔ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔

سُنّۃ اللہ

ہر دور میں سنۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی عادت) یہی رہی ہے کہ انسانوں کی ایسی راہ نمائی کی جائے۔ کہ نفس اور شیطان کے پنجے سے بھی بچ جائیں۔ اور ان کی دونوں زندگیاں بھی سنور جائیں۔

نوحؑ کی قوم کے لئے اصلاحی نظام الاوقات

اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی وساطت سے اس زمانہ کے لوگوں کو یہ اصلاحی پیغام پہنچایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ کہ اپنی قوم کو ڈرا۔ اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آ پڑے۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم بیشک میں تمہارے لئے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں ایک وقت تک مہلت دے گا۔ بے شک اللہ کا وقت ٹھیرایا ہوا ہے۔ جب آجائے گا تو اس میں تاخیر نہ ہوگی۔ کاش تم جانتے۔ (۲) اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کی صحیح راہ نمائی کا حق اپنی سنّت (عادت) کے مطابق ادا کر دیا۔

نوح علیہ السلام کی قوم کا جواب

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ سورہ ہود رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ پھر اس کی قوم کے جو کافر سردار تھے۔ وہ بولے۔ ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو۔ اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں۔ جو ہم میں سے رذیل ہیں۔ وہ بھی سرسری نظر سے۔ اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے۔ بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

باب رحمۃ الٰہی کی توہین

نوح علیہ السلام کی گمراہ قوم کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے جو رحمت الٰہی کا دروازہ (یعنی ان کے مصلح نوح علیہ السلام کی تشریف آوری) کھلا تھا۔ اس کی توہین کر کے اس دروازے کو پورے زور سے بند کرنا چاہتے ہیں

ناشکری کی عادت

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ مگر جو لا چکا پھر غم نہ کر۔ ان کاموں پر جو کر رہے ہیں اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر بیشک وہ غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس سے ہنسی کرتے۔ کہتے۔ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب اُترتا ہے۔

عادت کا نتیجہ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا۔ اور تنور نے جوش مارا۔ ہم نے کہا کشتی میں ہر قسم کا جوڑا نر مادہ چڑھا لے۔ اور اپنے گھر والوں کو۔ مگر وہ جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور سب ایمان والوں کو۔ اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت کم لائے تھے۔

بقول مفسرین حضرات ایمانداروں کی تعداد کل اسّی تھی۔ فقط حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بچ گئے۔ باقی سب غرق ہو گئے۔

سنۃ اللہ کے مطابق قوم ہودؑ کو دعوت

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ کہا۔ اے قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم سب جھوٹ کہتے ہو۔ اے قوم میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اے قوم اپنے رب سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائیگا اور تمہاری قوت کو اور بڑھائیگا۔ اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ۔

اصلاحی نظام الاوقات کے تسلیم کرنے سے انکار

اللہ تعالےٰ نے اپنی سُنّت کے مطابق ہود علیہ السلام کی قوم کے لئے جو اصلاحی نظام الاوقات نازل فرمایا تھا اس کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ کہا۔ اے ہودؑ۔ تو ہمارے پاس کوئی معجزہ بھی نہیں لایا۔ اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ اور نہ ہم تجھے ماننے والے ہیں۔

انکار کی عادت کا نتیجہ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ . . . . . وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور جب ہمارا حکم پہنچا۔ تو ہم نے ہودؑ کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔ . . . . . اور اس

دُنیا میں بھی اپنے پیچھے لعنت چھوڑ گئے۔ اور قیامت کے دن بھی۔ خبردار بیشک عاد نے اپنے رب کا انکار کیا تھا خبردار عاد جو ہود کی قوم تھی۔ اللہ کی رحمت سے دُور کی گئی۔

صالحؑ کی قوم کے لئے اصلاحی نظام الاوقات

(وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝)

سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا۔ اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب نزدیک ہے۔ قبول کرنے والا۔

اصلاحی نظام الاوقات کے تسلیم کرنے سے انکار

(قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝)

سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ انہوں نے کہا۔ اے صالحؑ۔ اس سے پہلے تو ہمیں تجھ سے بڑی امید تھی۔ کیا تم ہمیں ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو کہ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں۔ اور جس طرف تم ہمیں بُلاتے ہو۔ اس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں۔

انکار کی عادت کا نتیجہ

(فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝)

سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ پھر جب ہمارا حکم آپہنچا۔ تو ہم نے صالحؑ کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی۔ بیشک تیرا رب وہی زور والا زبردست ہے۔ اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔ گویا کہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے۔ خبردار۔ ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا تھا۔ خبردار ثمود پر پھٹکار ہے۔

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ان پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے۔ فرشتے نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے۔"

سورہ اعراف کے رکوع ۱۰ میں قوم ثمود کے متعلق زلزلہ کا لفظ آیا ہے۔ شاید نیچے سے زلزلہ اور اُوپر سے فرشتے کی ہولناک آواز آئی ہو۔

ہر قوم میں ہادی آئے

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ اس نے اپنی سُنّت کے مطابق ہر قوم میں ہادی بھجوائے۔ (وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ) سورہ فاطر رکوع ۳ پارہ ۲۲ ترجمہ۔ اور کوئی اُمّت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے)

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں۔ "ڈر سنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اس کی راہ کی طرف بُلائے۔"

ہادیوں سے بدسلوکی

بجز معدودے چند خوش نصیب انسانوں کے ہر دور کے انسانوں نے اپنے ہادیوں سے بدسلوکی کی۔ (كَذٰلِكَ مَآ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝) سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اسی طرح ان سے پہلوں کے پاس بھی جب کوئی رسول آیا تو اُنہوں نے یہی کہا۔ کہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔

سب سے آخری اصلاحی نظام الاوقات

گزشتہ اُمّتوں میں سے چند اُمّتوں کے بطور نمونہ حالات پیش کئے گئے ہیں جن میں خوش نصیب انسانوں کے لئے کافی عبرت ہے۔ کہ وہ اِن واقعات سے سبق حاصل کرکے اپنی اصلاح کرسکیں۔ اب سب سے آخری اصلاحی نظام الاوقات جو انسانوں کے لئے نازل ہُوا ہے۔ بدنصیب انسانوں نے جو اس کے ساتھ اور اس کے لانیوالے کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ وہ بھی سُن لیجئے۔

تسلیم کرنے سے انکار

اس نظام الاوقات کے ساتھ بھی ایک معتدبہ جماعت نے مکّہ معظمہ میں وہی سلوک کیا۔ جو پہلے انسانوں کی عادت چلی آرہی تھی۔ (وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ۝ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ) الآیہ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور کہا ہم تمہیں ہرگز نہ مانیں گے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردے۔ یا تیرے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو۔ پھر تو اس باغ میں بہت سی نہریں جاری کردے یا جیسا تو خیال کرتا ہے۔ ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرادے۔ یا تو اللہ اور فرشتوں کو روبرو لے آ۔ یا تیرے پاس کوئی سونے کا گھر ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تو تیرے چڑھنے کا بھی یقین نہیں کرینگے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے پاس ایسی کتاب لائے۔ جسے ہم بھی پڑھ سکیں۔

انکار کی عادت کا نتیجہ

اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو آپ کی کامیابی اور فتح کی بشارت عطا فرمائی اور ان انکار کرنے والوں کی ذلت اور رسوائی کا پتہ دیا ہے۔ (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝)

سورہ النصر پارہ ۳۰ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی۔ اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔ اور اس سے معافی مانگئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

مستثنیات

یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ ہر قاعدہ میں سے کچھ مستثنیات بھی ہُوا کرتی ہیں۔

اسی طرح اگرچہ ہر پیغمبر کی ہر قوم کے اکثر افراد نے مخالفت ہی کی ہے۔ مگر بعض خوش نصیب انسان ان پر ایمان بھی لاتے رہے ہیں۔ اس قسم کے حضرات اپنے پیغمبر کی معیت میں عذاب الٰہی سے بچا لئے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیّت

اللہ تعالےٰ نے جتنی قبولیت رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا میں عطا فرمائی ہے۔ اتنی قبولیّت کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور کسی پیغمبر کی اُمّت قیامت تک اعلاء کلمۃ اللہ نہیں کریگی۔ فقط آپ ہی کی امت کو یہ شرف حاصل ہے کہ قیامت تک اعلاء کلمۃ الحق اسی کے ذریعہ سے ہوتا رہے گا۔ اللھم اجعلنا منھم

آج کل بھی دونوں سُنّتوں پر عمل ہو رہا ہے۔

سُنّۃُ اللہ

اللہ تعالےٰ کا تجویز کردہ نظام الاوقات قرآن مجید موجودہ دَور کے انسانوں کے لئے صحیح وسالم بلا کم وکاست موجود ہے۔ جس کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے ساڑھے تیرہ سو سال سے کی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالےٰ جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے تربیت یافتہ حضرات ان کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ اسی طرح آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں سے علماء دین اشاعت کتاب وسنۃ کر رہے ہیں۔ اور الحمدللہ تبلیغ دینِ حق کا کام عمدہ طریقہ پر ہو رہا ہے۔

سُنّۃُ الانس

جس طرح پہلی اُمّتوں میں سے اکثریت انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کیا کرتی تھی۔ اسی طرح آج بھی غیر مسلم اقوام کی اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیش کردہ اسلام کی مخالف ہے۔ اور تو اور خود

مسلمانوں کی اکثریت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیش کردہ اسلام کی عملاً مخالف ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی مخالفت کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

شہادت

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلّی اللہ عَلَیْہِ وسلم لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو بالنعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی۔ ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ البتہ میری امت پر بھی ضرور وہ وقت آئے گا۔ جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح ایک پاؤں کا جوتا دوسرے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا تھا جس نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی تھی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا۔ جو یہ کام کرے گا۔ اور تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقے کے سب دوزخ میں جائیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہر کلمہ گو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مسلمانوں کا فرض

ہے کہ اپنے ہر مقتداء اور ہر خطیب مسجد سے یہ استدعا کریں۔ کہ ہمیں وہ دین سکھائے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے وقت سے چلا آرہا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں

حق گو اور حق پرست علماء کرام

بھی موجود ہیں جو فقط اس دین کی اشاعت کرتے ہیں۔ جو حضور انور کے زمانۂ مبارک سے آرہا ہے۔ جس کا منبع قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

آخری دُعا

اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے سب خلیوں کو اسی اصلی۔ کھرے اور سچّے اسلام کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین وما علینا الا البلاغ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۳۰-جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ یکم فروری ۱۹۵۷ء

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے موت کی یاد دہانی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام! اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے مختلف دور تجویز کئے ہیں۔ انسان کو ان دوروں میں سے گزرنا لازمی ہے۔ انسان نہ بھی چاہے۔ تو بھی تقدیر الٰہی کے مطابق ان دوروں سے ہر امیر و غریب۔ ہر شاہ و گدا کو گزرنا ہی پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمؑ کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ تو پھر ہر انسان ماں کے ذریعہ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ اور ماں کے پیٹ میں بھی سوائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے) باقی اربوں۔ کھربوں۔ پدموں سنکھوں انسانوں کی پیدائش کا قانون یہی رہا ہے۔ کہ پہلے نطفہ ہوتا ہے۔ پھر نطفہ سے تبدیل ہو کر علقہ (خون بستہ) بنتا ہے پھر علقہ سے مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں ہڈیاں پیدا کرتا ہے۔ پھر ہڈیوں اور گوشت کو ایک خاص طریقہ سے مرتب کر کے انسان کا وجود بناتا ہے۔ چار مہینے تک جب انسان کا وجود ماں کے پیٹ میں مکمل بن جاتا ہے۔ تب اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس وجود میں روح ڈالی جاتی ہے۔ پھر نو ماہ اور چند دن کے بعد ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ باہر آنے کے بعد ایک عرصہ تک ماں کی چھاتی سے دودھ پیتا ہے۔ مگر چل پھر نہیں سکتا۔ پھر چلنا پھرنا سیکھتا ہے۔ پھر ذرا بڑا ہو کر کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش سیکھتا ہے۔ پھر جوان ہو کر شادی کرتا ہے۔ پھر اولاد پیدا ہوتی ہے اگر عمر طبعی تک پہنچ گیا۔ تو پھر اس پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے۔ جتنی تفصیل عرض کی گئی ہے۔ یہ تمام دور اللہ تعالےٰ کی کلام پاک کے ایک فقرہ کی تفسیر کا ایک حصہ ہیں (لترکبن طبقا عن طبق) سورۃ الانشقاق پارہ ۳۰ ترجمہ۔ البتہ تمہیں ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا۔

اس زندگی کے پندرہ دوروں میں سے آخری دور موت کا ہے اس کے متعلق آئندہ ذرا تفصیل عرض کی جائے گی۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

مذکورۃ الصدر آیت پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی دُنیا کی زندگی میں مختلف دور سے بتدریج گزر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے۔ پھر عالم برزخ کی۔ پھر قیامت کی۔ پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال و مراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔"

پہلوؤں کا بدلنا

موت سے انسان کے کئی پہلو بدل جاتے ہیں۔ پہلا دُنیا کی زندگی کا خاتمہ۔ دوسرا ہر قسم کے کام کرنے کی رکاوٹ نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے نہ بول سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تیسرا اس کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر ورثاء کا قبضہ۔ چوتھا سطح دُنیا سے رخصتی کا آخری غسل اسے دیا جاتا ہے۔ پانچواں سطح دُنیا سے رخصتی کے وقت کفن کا لفافہ پہنایا جاتا ہے چھٹا سطح دُنیا سے رخصتی کے وقت جنازہ سامنے رکھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ساتواں اس کے جنازہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ آٹھواں انسان کے جسم کا روح سے جدا ہونا۔

موت سے انسان کی ذات پر اثر

انسان نے موت سے پہلے دُنیا کی زندگی میں جو اعمال کئے ہیں۔ مرنے کے بعد ان اعمال کا اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ بلکہ سکرات کی حالت ہی میں ان کا اثر شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

(اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِّنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِّنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ) انتہیٰ ملخصا رواہ احمد

ترجمہ۔ بیشک بندہ مومن جب دُنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے میں ہوتا ہے۔ (یعنی جب اس پر سکرات طاری ہوتی ہے) اس کی طرف آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ سفید مُونہوں والے۔ گویا کہ ان کے مُنہ سورج ہیں۔ ان کے پاس بہشت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے اور بہشت کی خوشبو میں سے خوشبو ہوتی ہے۔ یہاں تک (وہ اتنی دُور جا بیٹھتے ہیں) جہاں انسان کی نگاہ پہنچتی ہے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ اے پاک نفس اللہ کی بخشش اور اس کی رضا کی طرف نکل۔ آپ نے فرمایا پھر روح نکل آتی ہے۔ اس طرح پر بہتی ہے۔ جس طرح مشک سے پانی کا قطرہ بہتا ہے۔

اُوپر جو ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ایماندار انسان کا تھا۔

سکرات کے وقت کافر کی حالت

(وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ) انتہیٰ ملخصا رواہ احمد۔

ترجمہ۔ اور بندہ کافر جب دُنیا سے رخصت اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کی طرف آسمان سے سیاہ مُنہ والے فرشتے

نازل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ پھر اس سے آنکھ کی نگاہ کی دوری پر جا بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے۔ یہاں تک اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے خبیث نفس اللہ کے غضب کی طرف نکل۔ آپ نے فرمایا۔ پھر روح اس کے جسم میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ پھر اسے کھینچ کر نکالتا ہے۔ جس طرح سیخ تر اون سے نکالی جاتی ہے۔ (یعنی جس طرح گرم سیخ پر اون تر لپیٹ دی جائے۔ تو وہ سیخ کو چمٹ جاتی ہے۔ اور بڑی مشکل سے سیخ اس سے جدا کی جاتی ہے)

نیک اور بد

انسانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ انسان پر دنیا میں جو دور گزرتے ہیں۔ ان میں سے آخری مرنے کا وقت تھا۔

دربار الٰہی سے موت کے متعلق اعلانات

۱

زندہ کرنا اور مارنا فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے

(وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) سورہ المؤمنون رکوع ۹ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور وہی (اللہ) زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ اور رات اور دن کا بدلنا اسی کے اختیار میں ہے۔ سو کیا تم نہیں سمجھتے۔

۲

موت کے آنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر لو

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝

سورہ المنافقون رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے تو کہے۔ اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔

۳

مرتے دم تک مسلمان رہنے کا حکم

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝)

سورہ آل عمران رکوع ۱۱ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ جیسا اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور نہ مرو۔ مگر ایسے حال میں تم مسلمان ہو۔

۴

اللہ تعالےٰ انسان کو مرنے کے بعد قبر میں داخل کریگا

(ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝) سورہ عبس پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس کو موت دی۔ پھر اس کو قبر میں رکھوایا۔

۵

اللہ تعالےٰ مارنے کے بعد پھر سب کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا

(قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ سورہ الجاثیہ رکوع ۳ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ کہہ دو اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے۔ پھر تمہیں مارتا ہے۔ پھر وہی تم سب کو قیامت میں جمع کریگا۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

۶

موت سامنے آجانے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی

(وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ) سورہ النساء رکوع ۳ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے۔ جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت کا وقت آجاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے۔ کہ اب توبہ کرتا ہوں۔

۷

مرنے کے بعد قبر میں توبہ کریگا تو بھی قبول نہیں ہوگی

(وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ)

سورہ النساء رکوع ۳ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہے۔ جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔

دربار رسالت سے موت کے متعلق اعلانات

۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ

رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لذتوں کو توڑنے والی کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔ یعنی موت کو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ دنیا کی تمام لذتوں سے تعلق توڑ دینے والی کو بہت یاد کیا کرو۔ اور وہ موت ہے۔ تاکہ انسان ان فنا ہونے والی لذتوں کو مقصود بالذات بنا کر دائمی اور ہمیشہ رہنے والی لذتوں سے محروم نہ ہو جائے۔

۲

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ رواہ البخاری ومسلم عن البراء

ترجمہ۔ حذیفہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب بستر پر لیٹتے تھے تو اپنا ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔ پھر فرماتے تھے اے اللہ تیرا نام لیتے ہوئے مروں گا اور تیرے نام کا ذکر کرتے ہوئے زندہ رہونگا۔ اور جب جاگتے تھے فرماتے اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا۔ اور قبروں سے اٹھ کر بھی اسی کے ہاں جانا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ انسان سونے کے وقت بھی موت کو یاد کر کے سوئے۔ اور سو کر اٹھنے کے بعد بھی یاد کرے کہ میں نے مر کر اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

۳

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَىٰ إِلَىٰ فِرَاشِهِ نَامَ عَلَىٰ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَيْلَتِهِ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَا فُلَانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ إِلَى قَوْلِهِ أَرْسَلْتَ وَقَالَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا متفق علیہ۔

ترجمہ۔ براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر لیٹتے تھے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے سپرد کیا اور اپنا منہ تیری طرف متوجہ کیا ہے اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا ہے اور میں نے اپنی پیٹھ کو تیری طرف ٹکایا ہے۔ میری رغبت تیری طرف ہے۔ اور ڈر بھی تیرا ہی ہے۔ کوئی پناہ کی

کوئی نجات کی جگہ تجھ سے سوائے تیرے اور کوئی نہیں ہے۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا۔ جو تو نے نازل فرمائی ہے۔ اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے یہ کلمات کہے۔ پھر اسی رات مرگیا۔ تو وہ فطرۃ پر مرا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ راوی نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا۔ اے فلاں۔ جب تو اپنے بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرے۔ تو نماز والا وضو کر۔ پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جا۔ پھر کہو۔ اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی۔ ارسلت کے لفظ تک اور فرمایا۔ اگر تم اسی رات مرگئے تو فطرۃ پر مرو گے اور اگر صبح کو اُٹھے۔ تو خیر کے ساتھ اُٹھو گے۔

۴

شام اور صبح کو موت کی یاد کی تلقین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰی اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْاَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْکِبَرِ اَوِ الْکُفْرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِنْ سُوْءِ الْکِبَرِ وَالْکِبْرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِکَ اَیْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وَفِیْ رِوَایَتِہٖ لَمْ یَذْکُرْ مِنْ سُوْءِ الْکُفْرِ۔

ترجمہ۔ عبداللہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک میں شام ہوئی اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب میں تجھ سے اس رات کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور اس رات میں جو شر ہے۔ اس سے بچنے کے لئے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اس رات کے بعد کا جو شر ہے۔ اس سے بچنے کے لئے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اے میرے رب سستی اور بُرے بڑھاپے یا کفر سے بچنے کے لئے بھی تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ اور ایک روایت میں بڑے بڑھاپے اور تکبر کا لفظ آیا ہے۔ اور اے میرے رب دوزخ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور آپ جب صبح کرتے تھے تو بھی یہی کلمات فرماتے تھے۔ (صبح کی دعا میں امسینا کی جگہ) اصبحنا و اصبح الملک للہ فرماتے تھے۔

چاروں حوالوں میں موت کی یاددہانی

برادرانِ اسلام۔ آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ کہ احادیث کے چاروں حوالوں میں حضورؐ انور نے اپنی اُمت کو موت کی یاددہانی کرائی ہے۔ ہر صبح اور ہر شام کی دعا میں موت کی یاد کرائی ہے۔ اس کے علاوہ اُمت کو یہ تلقین فرمائی کہ موت کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔

اس کا سبب

یہ معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ بہت سی فضول خرچیوں اور بہت سے گناہوں سے موت کی یاد روک دے گی۔ مثلاً مکان بناتے وقت یہ خیال آئے گا۔ کہ بقدرِ ضرورت گزر اوقات کرنے کے لئے مکان بنالوں۔ بڑے بڑے وسیع محل بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ یا مثلاً کاروبار میں حلال کے ذریعہ سے مجھے ضروریات کے لئے کافی روپیہ مل جاتا ہے۔ تو بددیانتی کرکے اپنے بھائیوں کا مال کیوں کھاؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کے سبب سے مجھے بُری موت آئے۔

موت محمود

برادران اسلام۔ موت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کو موت محمود کے نام سے ..... سے تعبیر کرتا ہوں۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ ابنؓ مسعود سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ (آیت کا ترجمہ) اللہ جس شخص کو ہدایت کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے۔ تو سینہ کھل جاتا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ آیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں دُنیا سے (دل کا) ہٹ جانا۔ اور ہمیشگی کے گھر (یعنی آخرت) کی طرف رجوع ہو جانا۔ اور موت کے آنے سے پہلے ہی مرنے کی تیاری کرنا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

موت مذموم

اس شخص کے حق میں موت بُری ثابت ہوگی۔ جو ساری عمر محض دُنیا کے دھندوں میں غرق رہا۔ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام موت کا وارنٹ لے کر آگئے۔ اس وقت یہ تمنا کرے کہ مجھے دُنیا میں رہنے کی کچھ اور مہلت مل جائے۔ تاکہ کوئی خیرات کرلوں۔ اور نیکی کا کام کرکے نیکوکاروں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں۔ فیصلہ الٰہی یہی ہے۔ کہ جب موت آجائے۔ تو مہلت نہیں مل سکتی۔ اسی چیز کا ذکر اسی خطبہ میں آپ پہلے سُن چکے ہیں۔ وہ آیات یہ ہے (وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝) سورہ المنٰفقون رکوع ۲ پارہ ۲۸ اس آیت کا ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو موت محمود نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۷۔ رجب ۱۳۷۶ھ ۸۔ فروری ۱۹۵۷ء

دربارِ الٰہی سے

لَاخَوۡفٌ وَّ لَاحُزۡنٌ

نہ ڈر اور نہ غم

کا تمغہ پانے والے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام۔ دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ انسان رہے۔ اس سے وفاداری کرے تو عزّت پاتا ہے اور اگر غدّاری کرے۔ تو ذلیل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جو شاہنشاہِ حقیقی ہے اس کی بارگاہ کا بھی یہی قانون ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہندوستان میں وہ طبقہ جو انگریزی سلطنت سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ وہ لوگ ہمیشہ انگریز کی نظر میں حقیر تھے۔ اور اکثر قید و بند کی پابندیوں میں رہتے تھے۔ اور جو لوگ انگریز کے وفادار تھے۔ اور ان کا نصب العین انگریز کو خوش رکھنا تھا۔ ان میں سے کوئی خاں صاحب اور کوئی خان بہادر تھا۔ کوئی سَر اور کوئی نواب تھا۔ آج اللہ تعالےٰ کے ان مقبول بندوں کی صفات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جن کو دربار الٰہی سے وہ تمغہ ملا ہے جس میں دو چیزیں منقوش ہیں۔ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ خوف دراصل گزشتہ کسی واقعہ کی بنا پر ہوتا ہے۔ اور نہ ان پر کوئی غم ہوگا۔ غم دراصل آئندہ آنے والے واقعات کا ہوتا ہے۔ دربارِ الٰہی سے جس کو یہ تمغہ مل جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے۔

ارشادِ الٰہی ملاحظہ ہو

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ۝ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ۝)

سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ بیشک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے۔ کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور بہشت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دُنیا میں بھی دوست تھے۔ اور آخرت میں بھی۔ اور بہشت میں تمہارے لئے ہر چیز موجود ہے۔ جس کو تمہارا دل چاہے۔ اور تم جو وہاں مانگو گے ملے گا۔ بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے۔

یہ تمغہ کس بنا پر ملا ہے

تم پر نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔ یہ تمغہ اس بنا پر ملا ہے کہ اُنہوں نے ایک اللہ تعالےٰ کے سوا باقی سب معبودوں سے تعلق توڑ لیا تھا۔ اور یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ ہمارا رب یعنی ہماری تمام ضروریات (خواہ دُنیا کی ہوں یا آخرت کی) کا پورا کرنے والا فقط ایک اللہ تعالےٰ ہی ہے اس فیصلہ کے بعد پھر وہ اسی پر پکّے رہے اور اپنے ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کیا۔

صاحب استقامت حضرات کے اوصاف

انبیاءؑ اس مقدس گروہ کے امام ہوتے ہیں

وُہ اوصاف حضرت ابراہیمؑ کے آئینہ میں

(قَالَ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۝ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ۝ فَاِنَّہُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَہُوَ یَہۡدِیۡنِ ۝ وَ الَّذِیۡ ہُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِ ۝ وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَہُوَ یَشۡفِیۡنِ ۝ وَ الَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡنِ ۝ وَ الَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓـَٔتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ۝)

سورہ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کہا کیا تمہیں خبر ہے۔ جنہیں تم پوجتے ہو۔ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا جنہیں پوجتے تھے۔ سو وہ سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔ اور وہ جو مجھے امید ہے۔ کہ میرے گناہ قیامت کے دن مجھے بخش دے گا۔

فہرست اوصاف

(۱) ایک معبودِ حقیقی کی بندگی کا اقرار (۲) اللہ تعالےٰ کے سوا باقی دُنیا کے تمام معبودوں سے بیزاری (۳) اسی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ (۴) وُہی میرا راہ نما ہے (۵) وہی مجھے کھانا دیتا ہے (۶) وہی مجھے پانی پلاتا ہے (۷) جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے (۸) وہی مجھے مارے گا (۹) مارنے کے بعد پھر وہی مجھے زندہ کریگا۔ (۱۰) قیامت کے دن میری فردِ گزاشتیں وہی معاف فرمائے گا۔

مزید اوصاف

(۱۱) (وَالَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا) ترجمہ۔ جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں (۱۲) (وَ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ۝) ترجمہ اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں۔ تو کہتے ہیں سلام ہے۔ یعنی ہم تمہیں جواب نہیں دیں گے (۱۳) (وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ۝) ترجمہ اور وہ لوگ اپنے رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں (۱۴) (وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًا ۝) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دُور کردے۔ بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ (۱۵، ۱۶) (وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَ لَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَ کَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝) ترجمہ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے۔ اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ ان دونوں

درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (۱۷-۱۸-۱۹) (وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ) ترجمہ۔ اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے۔ جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ اور زنا نہیں کرتے۔ (۲۰) (وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ) ترجمہ۔ اور جو بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے (۲۱) (وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا) ترجمہ۔ اور جب بیہودہ باتوں کے پاس سے گزریں۔ تو شریفانہ طور پر گزرتے ہیں (۲۲) (وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا) ترجمہ۔ اور جب انہیں ان کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں) (۲۳-۲۴) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا) ترجمہ۔ اور وہ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

۲۴ اوصاف کا حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے صاحب استقامت بندے دین اور دنیا اور آخرت کے ہر معاملہ میں فقط اللہ تعالےٰ کی رضا کے پابند ہوتے ہیں۔ اسی کو خوش رکھنا چاہتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی کی دستگیری کو اپنا فخر خیال کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے عقیدہ میں سوائے اللہ تعالےٰ کے نہ کوئی ان کے خیال میں ہے۔ نہ کسی اور پر بھروسہ ہے۔ نہ کسی اور کے ممنون احسان اور نہ کسی اور کا ڈر ہے۔ ان کے خیال میں ان کے اعمال میں سوائے اللہ تعالےٰ کے نہ کوئی اور مطلوب ہے۔ نہ مقصود۔ نہ محبوب۔

تائید

سطور بالا کی تائید میں یہ اعلان ملاحظہ ہو (قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝)

سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہدو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

ان اوصاف کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے

مذکورۃ الصدر اوصاف آپ صاحب استقامت حضرات کے پڑھ چکے ہیں۔ انکا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے۔ اجتماعی زندگی میں بھی صاحب استقامت حضرات کا رنگ دنیا پرستوں سے نرالا ہی ہوتا ہے۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ استقامت والے حضرات کے لئے نمونہ انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا گیا تھا۔ اب اجتماعی زندگی میں بھی انبیاء علیہم السلام ہی کا نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام مساوات کے حامی اور کفار امیر و غریب کی تفریق کے قائل

جو ایماندار اور خدا پرست مسکین حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں۔ نوح علیہ السلام انہیں کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ انہیں میں دن اور رات زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق

قوم کے سرداروں کی رائے

(فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ) الآیہ

سورہ ہود رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ پھر اس (نوح علیہ الاسلام) کی قوم کے جو کافر سردار تھے۔ وہ بولے ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو۔ اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں۔ وہ بھی سرسری نظر سے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"کافروں نے مسلمانوں کو رذالہ ٹھیرایا۔ اور چاہا کہ ان کو ہانک دو۔ تو ہم تمہارے پاس بیٹھیں۔ بات سنیں۔" بقول حضرت شاہ صاحب کے دولتمند امرا کا طبقہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ شاہ صاحب آگے چل کر اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں "اگر مسلمانوں کو ہانکوں۔ تو اللہ سے کون چھڑائے مجھ کو۔ اور رذالہ ٹھیرایا۔ اس پر کہ وہ کسب کرتے تھے۔ کسب سے بہتر کمائی نہیں۔ اسی واسطے فرمایا کہ تم جاہل ہو۔"

حاصل

یہ نکلا کہ حضرت نوح علیہ السلام امیر و غریب کی مساوات کے قائل ہیں۔ اور کفار تفریق چاہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی وہی قانون ہے

چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ادیان اصولاً متحد ہیں۔ اس لئے شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں بھی وہی قانون ہے۔ کہ ایماندار سب ایک ہی جماعت کے افراد ہیں۔ اور انہیں فقط ایمانداروں کو اپنا دوست خیال کرنا چاہیئے۔ خواہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ اور مخالفین اسلام (خواہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مشرک) سب کو اپنے سے غیر سمجھنا چاہیئے۔ خواہ کتنے بڑے مالدار کیوں نہ ہوں۔

اعلان نمبر ۱

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ ۝ سورہ المائدہ رکوع ۸ پارہ ۶

ترجمہ۔ (اے مسلمانو) تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں

اعلان نمبر ۲

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ سورہ المائدۃ رکوع ۹ پارہ ۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کافروں کو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو۔

حاصل

وہی نکلا۔ جو عرض کر چکا ہوں۔ کہ ہر مسلمان ہر مسلمان کی برادری کا آدمی ہے۔ اور ہر کافر غیر ہے۔ خواہ کتنا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو۔

دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ الْاِسْتِقَامَةِ

آمین یا الٰہ العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ - ۱۴- رجب ۱۳۷۶ھ ۱۵- فروری ۱۹۵۷ء

محبوبِ حقیقی (اللہ تعالےٰ) کی محبت کا ثبوت

فقط تعظیمِ شعائر اللہ سے ملتا ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - اللہ تعالےٰ نے روزِ ازل میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تھا - وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ پارہ ۹

ترجمہ - اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا - اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا - کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں - انہوں نے کہا - ہاں ہے - ہم اقرار کرتے ہیں - کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی - یا کہنے لگو - کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا - اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے - کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے - جو گمراہوں نے کیا -

اس وعدہ کا اثر ہر انسان کے دل میں ہے

ان مذہبی انسانوں کو جانے دیجئے - جن میں مذہب کی طرف دعوت دینے والے پائے جاتے ہیں - مثلاً یہود - نصاریٰ - ہنود وغیرہ ان کے علاوہ دوسری قومیں جن میں مذہب کا نام و نشان بھی نہیں - مثلاً چمار یا پنجاب کی جرائم پیشہ قوم ساہنسی یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والی قومیں جن کے ہاں کبھی کوئی معلم اسلام نہیں پہنچا - ان کو آپ ایک ایسی ہستی کا ماننے والا پائیں گے - جسے نہ انہوں نے نہ ان کے باپ دادا نے کبھی دیکھا - نہ کبھی اس کی آواز سنی - اور نہ اسے کسی نے ہاتھ سے چھوا - مگر انہیں یقین ہے کہ وہ ہے - اگرچہ اس کا نام مختلف زبانوں میں مختلف لفظوں سے لیا جاتا ہے - جس طرح مہذب قوموں میں خدا یا اللہ کے نام سے اسے یاد کیا جاتا ہے -

اس کے محبوب ہونے کا ثبوت

جسے دیکھا تک نہیں مگر عقیدت کے لحاظ سے وہ محبوب بھی ہے - اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن قوموں کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے - جن کے ہاں کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے - جن کے ہاں کبھی ہدایت آسمانی کا پیغام نہیں پہنچا ان میں بھی ایک چیز نظر آئے گی کہ جو شخص تارک الدنیا ہو جائے - اور اپنی سمجھ کے مطابق اپنے رب کی یاد میں محو ہو جائے - ہر قوم ایسے لوگوں کا بڑا احترام کرتی ہے - انہیں پنجاب میں "سائیں لوک" کہا جاتا ہے - اور ان کی خدمت کرنا بڑی نیکی خیال کرتے ہیں - معلوم ہوا - کہ اصل میں محبوب اللہ تعالےٰ ہی ہے - پھر جو اس کا ہو کر رہے - وہ بھی اس کی نسبت سے محبوب ہو جاتا ہے -

محبوب کے متعلقات بھی محبوب ہوتے ہیں

یہ قاعدہ کلیہ ہے - کہ محبوب کی مخصوص چیزیں بھی محبوب ہی ہوتی ہیں - مثلاً بچہ اپنی ماں کو محبوب ہوتا ہے - پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ماں بچے کی ہر چیز کو کس محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اس کے بستر کپڑے کس محبت سے دھوتی ہے - پھر کس طرح نہ کہ کے ٹرنک میں رکھتی ہے جب ایک جوڑا میلا ہو جائے تو اس شیر خوار بچے کو کس طرح پہلا اُتار کر دوسرا محبت سے پہناتی ہے - جب ذرا بڑا ہو جائے - تو کس محبت سے اسے نہلا دُھلا کر پاجامہ - کرتہ پہناتی ہے پھر بڑی محبت سے اس کے سر پر ٹوپی رکھتی ہے - پھر کس محبت کے انداز سے اسے چھوٹا سا جوتا پہناتی ہے - ان سب خدمات میں ماں کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی - بلکہ اس خدمت سے اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے -

اسی آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھ

اے مسلمان - محبت کے مذکور الصدر آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھ لے - یہ تو تیرا دعوےٰ ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالےٰ کی بڑی محبت ہے شریعتِ محمدیہ کا فیصلہ یہی ہے کہ قیامت کے دن تو دیدارِ الٰہی سے مشرف کیا جائیگا - مگر دُنیا میں تیرے لئے اس ذاتِ پاک کا دیدار محال ہے - اور تو اور بلکہ خود سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی صحابہ کرام میں اختلاف ہے - کہ آپ کو دیدار الٰہی ہُوا ہے یا نہیں حدیث شریف میں ایک لفظ آیا ہے "نورانی اراہ" ابتداء اسلام میں حروف پر زیر - زبر اور پیش نہیں لکھے جاتے تھے - اس لئے ہمارے اسلاف میں سے بعض محدثین تو فرماتے ہیں کہ یہ فقرہ اس طرح ہے - "نورٌ اِنّیٰ اَرَاہُ" ترجمہ - (اللہ تعالےٰ) نور ہے - بیشک میں نے اسے دیکھا ہے اور بعض محدثین فرماتے ہیں - یہ عبارت یوں ہے - "نور اَنّیٰ اَرَاہُ" ترجمہ (اللہ تعالےٰ) نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں -

حاصل - دونوں قولوں میں اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کا ثبوت یقینی نہیں ہے - اب مسلمان محبتِ الٰہی کا ثبوت فقط اس صورت میں دے سکتا ہے کہ محبوبِ حقیقی کے ساتھ جن چیزوں کو خصوصی تعلق ہے - یعنی جو محض اسی کی ہیں - اور کسی کی نہیں - ان کے ساتھ محبت کی لو لگائے - اور محبت کا حق اس طریقہ سے ادا کرے - جس طرح حضور انور نے حق ادا کیا تھا - اللہ تعالےٰ سے خصوصی تعلق رکھنے والی چیزوں کو شریعت میں شعائر اللہ کہا جاتا ہے - اب شعائر اللہ کی تعظیم اللہ تعالےٰ کی تعظیم سمجھی جائے گی -

امام الاتقیاء والاولیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ کے "باب تعظیم شعائر اللہ" میں فرمایا ہے "اعلم ان مبنی الشرائع علی تعظیم شعائر اللہ تعالےٰ والتقریب بھا الیہ تعالےٰ" ترجمہ - جان لے کہ

شریعتوں کی بنیاد شعائر اللہ کی تعظیم پر رکھی گئی ہے اور ان شعائر اللہ کے ذریعہ سے قرب الٰہی حاصل کرنے پر رکھی گئی ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے انسان اللہ تعالےٰ کے قرب میں پہنچ سکتا ہے جو شعائر اللہ کی تعظیم نہیں کرے گا وہ اللہ تعالےٰ سے دُور بلکہ مردود رہے گا۔

شعائر اللہ چار ہیں

فلسفہ کتاب وسنت کی جامع کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ "ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبی والصلوٰۃ" ترجمہ۔ شعائر اللہ میں سے بڑے درجہ کے چار ہیں۔ قرآن (مجید) اور (خانہ) کعبہ اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نماز۔

قرآن مجید شعائر اللہ میں کیوں ہے

"اَمَّا الْقُرْآنُ فَکَانَ النَّاسُ شَاعَ فِیْمَا بَیْنَھُمْ رَسَائِلُ الْمُلُوْکِ اِلٰی رِعَایَاھُمْ وَکَانَ تَعْظِیْمُھُمْ لِلْمُلُوْکِ مُسَاوِقًا لِتَعْظِیْمِھِمْ لِلرَّسَائِلِ وَشَاعَ صُحُفُ الْاَنْبِیَاءِ وَمُصَنَّفَاتُ غَیْرِھِمْ وَکَانَ تَمَذْھُبُھُمْ لِمَذَاھِبِھِمْ مُسَاوِقًا لِتَعْظِیْمِھِمْ تِلْکَ الْکُتُبَ وَتِلَاوَتِھَا وَکَانَ الْاِنْقِیَادُ لِلْعُلُوْمِ وَتَلَقِّیْھَا عَلٰی مَرِّ الدُّھُوْرِ بِدُوْنِ کِتَابٍ یُتْلٰی وَیُرْوٰی کَالْمُحَالِ بَادِیَ الرَّاْیِ فَاسْتَوْجَبَ النَّاسُ عِنْدَ ذٰلِکَ اَنْ یَّظْھَرَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ فِیْ صُوْرَۃِ کِتَابٍ نَازِلٍ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ وَوَجَبَ تَعْظِیْمُہٗ فَمِنْہُ اَنْ یَّسْتَمِعُوْا لَہٗ وَیُنْصِتُوْا اِذَا قُرِئَ وَمِنْہُ اَنْ یُّبَادِرُوْا اِلٰی اَوَامِرِہٖ کَسَجْدَۃِ التِّلَاوَۃِ وَکَالتَّسْبِیْحِ عِنْدَ الْاَمْرِ بِذٰلِکَ، وَمِنْہُ اَنْ لَّا یَمَسُّوا الْمُصْحَفَ اِلَّا عَلٰی وُضُوْءٍ"

ترجمہ۔ لیکن قرآن مجید (کیوں شعائر اللہ میں ہے) لوگوں میں یہ چیز رائج تھی۔ کہ بادشاہوں کے فرامین ان کی رعایا کی طرف آتے تھے۔ اور ان کے ہاں بادشاہوں کی تعظیم ان کے فرامین کی تعظیم کے تابع تھی (یعنی جس بادشاہ کے فرامین کی عزت کرتے تھے۔ اس بادشاہ کی عزت بھی ان کے دل میں ہوتی تھی۔ اور انبیاء کے صحیفے اور دوسرے لوگوں کی تصنیفات بھی شائع شدہ تھیں۔ اور ان انبیاء کے مذہب کو اختیار کرنا۔ ان کتابوں کی تعظیم اور ان کے پڑھنے کے تابع تھی۔ (یعنی ان انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کی تعظیم کرنے اور ان کو پڑھنے ہی سے ان انبیاء علیہم السلام کے مذہب میں وہ لوگ داخل ہوتے تھے۔ اور علوم (ضروریہ) کے تابع ہونا اور مدتہائے مدیدہ کے گزر جانے کے بعد ان علوم کا حاصل کرنا بظاہر ایسی کتاب کے سوا ممکن نہیں تھا جو پڑھی جائے اور روایت کی جائے۔ پس ایسی حالت میں لوگوں نے تقاضا کیا۔ کہ اللہ کی رحمۃ ایک کتاب کی صورت میں ظاہر ہو۔ جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہو۔ اور اس کی تعظیم واجب ہو۔ اس تعظیم کی ایک صورت یہ ہے کہ جب وہ پڑھی جائے تو اسے خاموش ہو کر سُنیں۔ یا یہ کہ اس کے حکموں کی تعمیل کرنے میں جلدی کریں۔ مثل سجدۂ تلاوۃ کے۔ اور جب تسبیح کا حکم ہو تو فوراً تسبیح کرنے لگ جائیں۔ اور یا یہ کہ (اس) مصحف (آسمانی) کو وضو کے سوا چھوا نہ جائے۔

حاصل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ نکلا۔ کہ آسمان سے ہدایات الٰہیہ کے نازل ہونے کا تقاضا خود فطرت انسانی نے کیا ہے۔ لہٰذا فطرت انسانی کی تکمیل تب ہوگی۔ جب ان ہدایات الٰہیہ کو معمول بہ بنائیگا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

کعبۃ اللہ شعائر اللہ میں کیوں ہے

"وَاَمَّا الْکَعْبَۃُ فَکَانَ النَّاسُ فِیْ زَمَنِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَوَغَّلُوْا فِیْ بِنَاءِ الْمَعَابِدِ وَالْکَنَائِسِ بِاسْمِ رُوْحَانِیَّۃِ الشَّمْسِ وَغَیْرِھَا مِنَ الْکَوَاکِبِ وَصَارَ عِنْدَھُمُ التَّوَجُّہُ اِلَی الْمُجَرَّدِ غَیْرِ الْمَحْسُوْسِ بِدُوْنِ ھَیْکَلٍ یُبْنٰی بِاِسْمِہٖ یَکُوْنُ الْحُلُوْلُ فِیْہِ وَالتَّلَبُّسُ بِہٖ تَقَرُّبًا مِنْہُ اَمْرًا مُحَالًا تَدْفَعُہٗ عُقُوْلُھُمْ بَادِیَ الرَّاْیِ فَاسْتَوْجَبَ اَھْلُ ذٰلِکَ الزَّمَانِ اَنْ یَّظْھَرَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ بِھِمْ فِیْ صُوْرَۃِ بَیْتٍ یَّطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَتَقَرَّبُوْنَ بِہٖ اِلَی اللّٰہِ قَدْ عُوْا اِلَی الْبَیْتِ وَتَعْظِیْمِہٖ ثُمَّ نَشَأَ قَرْنٌ بَعْدَ قَرْنٍ عَلٰی عِلْمٍ اَنَّ تَعْظِیْمَہٗ مُسَاوِقٌ لِتَعْظِیْمِ اللّٰہِ وَالتَّفْرِیْطَ فِیْ حَقِّہٖ مُسَاوِقٌ لِتَفْرِیْطٍ فِیْ حَقِّ اللّٰہِ فَعِنْدَ ذٰلِکَ وَجَبَ حَجُّہٗ وَاُمِرُوْا بِتَعْظِیْمِہٖ فَمِنْہُ اَنْ لَّا یَطُوْفُوْا اِلَّا مُتَطَھِّرِیْنَ وَمِنْہُ اَنْ یَّسْتَقْبِلُوْھَا فِیْ صَلٰوتِھِمْ وَکَرَاھِیَۃُ اِسْتِقْبَالِھَا وَاسْتِدْبَارُھَا عِنْدَ الْفَائِطِ" من باب تعظیم شعائر اللہ تعالےٰ۔

ترجمہ۔ اور کعبہ کا شعائر میں سے ہونا اس لئے قرار پایا۔ کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادتخانے اور گرجے بنائے تھے۔ ان کی نظریں کسی ذات مجرد غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اس کے محال تھا۔ کہ اس کے نام کی ہیکل بنائی جائے۔ اور اس میں حلول سمجھا جائے۔ اور اس کی پرستش کرنا باعث تقرب سمجھا جائے۔ بظاہر نظر ان کی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اس واسطے اس زمانہ کے لوگوں نے چاہا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو، لوگ اس کا طواف کریں۔ اس کی وجہ سے تقرب الی اللہ حاصل کریں۔ اس لئے خدا نے ان کو خانہ کعبہ کی طرف بُلایا۔ اور اس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں یہ علم پیدا ہوتا گیا۔ کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے۔ اور اس میں کمی کرنا خدا کی خدمت میں کمی کرنا ہے۔ اس لئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا۔ اور اس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا۔ کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اس کا طواف نہ کیا جائے۔ نمازیں اس کی طرف مُنہ کریں۔ اور بول وبراز کے وقت اس کی طرف مُنہ کرنا یا پشت کرنا مکروہ خیال کریں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ فطرت انسانی کا ہی یہ تقاضا تھا۔ کہ ایک ایسا مرکز بنایا جائے۔ جس کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ہو۔ اللہ تعالےٰ کا گھر تصوّر کرکے اس کا طواف کریں اور اس طواف کو قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کریں۔ اور خدا تعالےٰ کا گھر ہونے کے تصوّر سے اس کی تعظیم اللہ تعالےٰ کی تعظیم خیال کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے گھر کا طواف کرنے کے لئے پوری پاکیزگی سے اس کا طواف کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کا گھر ہونے کی عقیدت کے باعث نماز میں اسی کی طرف مُنہ کریں۔ اور بول وبراز کے وقت اس کی طرف مُنہ یا پیٹھ کرنے کو بے ادبی سمجھیں۔ انسانوں کے انہیں فطرتی جذبات کے باعث اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کو خدا پرستوں کا قبلہ قرار دیا۔ اور ان کے پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لئے اسی مقام مقدس کو ان کا ملجأ اور ماویٰ تجویز فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام شعائر اللہ میں کیوں داخل ہیں

"وَاَمَّا النَّبِیُّ فَلَمْ یُسَمَّ مُرْسَلًا اِلَّا تَشْبِیْھًا بِرُسُلِ الْمُلُوْکِ اِلٰی رَعَایَاھُمْ مُخْبِرِیْنَ بِاَمْرِھِمْ وَنَھْیِھِمْ وَلَمْ یُوْجِبْ عَلَیْھِمْ طَاعَتَھُمْ اِلَّا بَعْدَ مُسَاوَقَۃِ تَعْظِیْمِھِمُ الْمُوْسِلَ عِنْدَھُمْ فَمِنْ تَعْظِیْمِ النَّبِیِّ وُجُوْبُ طَاعَتِہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ وَتَرْکُ الْجَھْرِ عَلَیْہِ بِالْقَوْلِ"

من باب تعظیم شعائر اللہ من الحجۃ اللہ البالغہ

ترجمہ۔ اور نبی کا شعائر الٰہیہ میں سے ہونا۔ پس اس کا نام رسول اس واسطے ہے کہ ان کو بادشاہوں کے ایلچیوں سے مشابہت دی گئی ہے جن کو بادشاہ امر ونہی کی اطلاع دینے کے لئے رعایا کی طرف بھیجا کرتے ہیں۔ اور رسولوں کی تعظیم کرنا بھیجنے والے کی تعظیم قرار دی گئی ہے۔ پیغمبر کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی اطاعت کو واجب سمجھیں۔ اور اس پر درود بھیجیں۔ اس سے بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔

حاصل

یہ نکلا - کہ انسان کی فطرت کا تقاضا تھا۔ کہ جس طرح دُنیا کے بادشاہوں کی جانب سے ان کے احکام پہنچانے کے لئے ان کے نمائندے آتے ہیں - اسی طرح شاہنشاہ حقیقی کی طرف سے بھی اس کے نمائندے آئیں - اور وہ اس کی مخلوق کو احکام الٰہی پہنچائیں - اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والے نمائندے انبیاء علیہم السلام ہیں - اس مقدس جماعت میں سے آخری نمائندے سیّد المرسلین خاتم النبیین ہیں -

نماز کیوں شعائر اللہ میں داخل ہے

" وَاما الصلوٰۃ فیقصد فیھا التشبیہ بحال عبید الملک عند مثولھم بین یدیہ ومناجاتھم ایاہ وخضوعھم لہٗ ولذلک وجب تقدیم الثناء علی الدعاء ومواخذۃ الانسان نفسہ بالھیئات التی یجب مراعاتھا عند مناجاۃ الملوک من ضم الاطراف و ترک الالتفات وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احدکم صلی فان اللہ قبل وجھہ - واللہ اعلم

من باب تعظیم شعائر اللہ من حجۃ اللہ البالغہ

ترجمہ - اور نماز کا شعائر میں سے ہونا اس واسطے ہے کہ اس سے مقصود غلاموں کے حال کے ساتھ تشبیہ دینا ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہو کر درخواست اور عاجزی کرتے ہیں - اور اس لئے دُعا کرنے سے پہلے حمد و ثنا ضروری ہوئی - اور آدمی کو ایسی ایسی ہیئتیں اختیار کرنا ضروری ہوئیں - جو مناجات کے وقت بادشاہوں کے سامنے اختیار کی جاتی ہیں - یعنی ہاتھ باندھنا اور اِدھر اُدھر التفات نہ کرنا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے - جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے - تو خدا اس کے سامنے ہوتا ہے - واللہ اعلم

حاصل

یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بھیجا جانا خود فطرت انسانی کا تقاضا تھا - کہ جب دُنیا کے بادشاہوں کے بھیجے ہوئے نمائندے ان کی رعایا کے پاس ان کے احکام لیکر آتے ہیں - تو پھر شاہنشاہ حقیقی کی طرف سے بھی نمائندے آنے چاہئیں - اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں -

شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کے تقوےٰ کی دلیل ہے

(ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ سورہ الحج رکوع ۴ پارہ ۱۷

ترجمہ - بات یہی ہے - اور جو شخص اللہ کی نامزد چیزوں کی تعظیم کرتا ہے - سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے -

قلبی تقوےٰ اور ظاہری تقوےٰ

علامہ ابو الفضل سید محمود الوسیؒ نے اپنی تفسیر رُوح المعانی میں تقوےٰ کی دو قسمیں ہیں - فرماتے ہیں -

(تَقْيِيْدُ التَّقْوٰى بِالْقُلُوْبِ لِلْاِشَارَةِ اِلٰى اَنَّ التَّقْوٰى ثَمَانِ تَقْوَى الْقُلُوْبِ وَالْمُرَادُ بِهَا التَّقْوٰى الْحَقِيْقِيَّةُ الصَّادِقَةُ الَّتِيْ يَتَّصِفُ بِهَا الْمُؤْمِنُ الصَّادِقُ وَتَقْوَى الْاَعْضَاءِ وَالْمُرَادُ بِهَا التَّقْوَى الصُّوْرِيَّةُ الْكَاذِبَةُ الَّتِيْ يَتَّصِفُ بِهَا الْمُنَافِقُ الَّذِيْ كَثِيْرًا مَّا تَخْشَعُ اَعْضَاءُهٗ وَقَلْبُهٗ سَاهٍ لَاهٍ) الجزء السابع من روح المعانی

ترجمہ (قرآن مجید میں) تقوی کے ساتھ دلوں کی قید لگانا اس امر کی طرف اشارہ ہے - کہ تقوےٰ کی دو قسمیں ہیں - دلوں کا تقوےٰ اور اس سے مراد حقیقی اور سچّا تقوےٰ ہے جو سچّے مومن میں ہوتا ہے - اور دوسری قسم اعضاء (ظاہری) کا تقوےٰ ہے - اور اس سے مراد جھوٹا صورت کا تقوےٰ ہے - جو منافق میں پایا جاتا ہے - جس کے اعضاء کئی مرتبہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں - حالانکہ اس کا دل (تقوےٰ سے) غافل بلکہ ایک (طرح کا) لہو کرنے والا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ مومن کا شیوہ یہ ہوتا ہے - کہ اس کے دل میں شعائر اللہ کی سچّی محبت ہو - اس کے بعد ظاہری اعضاء سے ان کے آداب بجالائے -

قرآن مجید کا ادب

قرآن مجید ایک علمی کتاب ہے - ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام اقوام عالم کے لئے دُنیا میں عزّت دلائے - اور آخرت میں عذاب الٰہی سے بچانے والا دستور العمل ہے - اس کا ادب یہی ہے - کہ مسلمان کے ہر بچّہ کے لئے اس کی تعلیم لازمی ہونی چاہئے - ابتداءً ناظرہ پڑھایا جائے - جب بچّے میں اتنی علمی استعداد پیدا ہو جائے کہ اس کے معنی کو سمجھ سکے - تو پھر با معنی پڑھایا جائے - فقط اس کی تعلیم حاصل کر لینا کافی نہیں ہے - بلکہ جو جو احکام ہم سے متعلق ہوں - ان پر ساتھ ساتھ عمل بھی کیا جائے -

خانہ کعبہ کا ادب

خانہ کعبہ کا ادب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۹) سورہ آل عمران رکوع ۱۰ پارہ ۴

ترجمہ - اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے - جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو -

حاصل

یہ نکلا - کہ ہر وہ شخص جس کے پاس خانہ کعبہ تک جانے اور آنے کا زادِ راہ ہے - اور جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے - ان کے لئے بھی اتنا روپیہ ہے - کہ اس کے آنے تک وہ بآسانی زندگی بسر کریں گے - تو اس کا فرض ہے - کہ حج کرنے کے لئے ضرور جائے -

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ادب

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○

سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ - البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے - جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے - اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد و زن کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں سید المرسلین خاتم النبیّین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کرے - اور اسی تابعداری کو اپنے لئے دُنیا میں عزّت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ خیال کرے - اللّٰھم اجعلنا منھم

جس نے اتباع نہ کیا اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ رواہ الترمذی

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ میری اُمّت پر بھی ضرور وہ وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جوتی کے ایک تلہ کے دوسرے تلہ کے برابر ہونے کی طرح۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلّم کھلّا بدکاری کی تھی۔ تو میری اُمّت میں بھی ایسا ہوگا۔ جو یہ کام کرے گا۔ اور تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے تھے۔ اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں۔

اپنے علماء اور خطباء سے مطالبہ

برادرانِ اسلام۔ آپ نے ارشاد نبوی سُن لیا۔ کہ آپ کی اُمّت میں سے یعنی مسلمان کہلانے والے اور کلمہ پڑھنے والے فرقوں میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ اور فقط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلنے والا فرقہ بہشت میں جائیگا۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے علماء کرام اور اپنی مسجد کے جمعہ کے خطیبوں سے پوچھا کریں کہ حضرت جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں۔ اور اپنے مخالفین کو کافر فرما رہے ہیں۔ کیا یہ وہی دین ہے۔ جو آج سے ۱۳۷۶ سال پہلے حرمین شریفین سے چلا تھا۔ برادرانِ اسلام اپنے رہبروں سے پوچھنا آپ کا حق ہے۔ اور ان حضرات کا فرض ہے۔ کہ آپ کو مطمئن کریں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ تاویلوں یا پھیر پھار کرکے آپ کو مطمئن کرنا چاہیں تو ہرگز خاموش نہ ہوں۔ بلکہ ان سے صاف اقرار لیجئے کہ کیا یہ دین آپؐ کے مبارک زمانہ میں تھا؟ برادرانِ اسلام۔ اگر اس طریقہ پر علماء سے سوال کرینگے تو انشاء اللہ تعالےٰ آپ کھرے اور اصلی اور سچّے دین تک یقیناً پہنچ جائیں گے۔

نماز کا ادب

برادرانِ اسلام۔ جس عقل سے آپ دُنیا کا کاروبار چلاتے ہیں۔ اسی عقل سے اللہ تعالےٰ کے تعلق کو درست رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالےٰ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائیں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہشت میں بھی پہنچ جائینگے۔ اب دیکھئے۔ اگر کوئی شخص آپ کا کہنا زبان سے مان لیتا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ تو کیا آپ اس سے راضی ہو سکتے ہیں۔ اور کیا آپ اسے جھوٹا۔ فریبی اور مکار نہیں کہیں گے۔ مثلاً آپ نے نوکر سے کہا۔ کہ پانی لا دو۔ اس نے سُن کر کہا۔ بہت اچھا حضور۔ مگر پانی نہ لائے۔ کیا آپ اس کو جھوٹا۔ فریبی اور غدّار نہیں کہیں گے۔ اسی پر اللہ تعالےٰ کے تعلق کو قیاس کر لیجئے۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ پانچ وقت (صبح۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء) کی نماز باقاعدہ اور لازمی طور پر پڑھو۔ اب ایک شخص اقرار کرے۔ کہ چونکہ مَیں مسلمان ہوں۔ اس لئے مجھے پانچوں نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ مگر ایک بھی نہ پڑھے۔ تو کیا وہ تمہارے نوکر کی طرح جھوٹا مسلمان۔ فریبی مسلمان۔ دغاباز مسلمان نہیں کہا جائیگا۔

یا ایک یا دو پڑھے

یا مثلاً کوئی مسلمان ایک یا دو نمازیں پڑھے۔ پانچ پوری نہ پڑھے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ آپ کے کھانے میں روٹی۔ سالن اور پانی یہ چیزیں ضروری تھیں۔ مگر فقط روٹی دے کر چلا جائے۔ سالن اور پانی نہ لائے۔ یا مثلاً سالن دے کر چلا جائے۔ روٹی اور پانی نہ لائے اور بیفکر ہو کر بیٹھ جائے۔ کیا آپ اس کو غدّار اور بد دیانت ایسے ناموں سے نہیں یاد کریں گے۔ کیا اس کو شریف اور جنٹلمین کا لقب دے سکتے ہیں؟ اپنا معاملہ اپنے مالکِ حقیقی سے بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو شعائر اللہ کا ادب اور اُن کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اِتّباعِ سُنّت

(از مولانا ضیاء الدین صاحب دامت چھاؤنی)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

خدا کی محبت اور معرفت اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اتباعِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کرے۔ اس کے سوا چارہ کار نہیں۔ صاف ارشادِ باری ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اسی ایک آیت پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ آیات واحادیث بکثرت اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ اس مسئلہ پر ہم بزرگانِ دین کے کچھ ارشادات پیش کرتے ہیں۔ خیر المجالس میں مجلس ۵۷ میں ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ذکر اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں کہ متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور ہے قولاً و فعلاً و ارادۃً اس لئے کہ محبت خدا بے متابعت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتی۔

مجلس ۲۸ میں ہے جو کچھ خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ کرنا چاہیئے اور جس سے خدا تعالےٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کیا اس سے بچنا چاہیئے۔ مجلس ۲۹ میں فرماتے ہیں۔ لوگوں...

دلیل العارفین مجلس دوم میں ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے فرمایا۔ کہ جو آدمی شریعت پر ثابت قدم ہُوا۔ اور جو کچھ احکام شرع کے ہیں ان کو بجا لایا اور سرِ مو ان سے تجاوز نہ کیا۔ تو اس کا مرتبہ آگے کو بڑھتا ہے۔ یعنی تمام ترقیاں اس پر موقوف ہیں کہ شریعت پر ثابت قدم رہے۔ مجلس ۵۰ میں فرماتے ہیں کہ علماء کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اسرار الاولیاء اٹھارھویں فصل میں حضرت شیخ فرید الدین رح نے فرمایا کہ اے درویش حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ فقیہ عالم ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے جو شب کو بیدار رہیں اور دن کو روزہ رکھیں اور عالم کی ایک دن کی عبادت عابد بے علم کی چالیس دن کی عبادت کے برابر ہے۔

مکتوبات قدوسیہ مکتوب ۳۶ میں ہے کہ شریعت پر قائم رہو۔ کیونکہ باطن کی صفائی اور اس جہان کی نجات کے لئے اس وقت بجز شریعت کے کوئی اور شے حجت اور سبب نہیں۔

مکتوب ۴۶ میں ہے جو لوگ شریعت کے احکام سے ہٹ گئے حلال و حرام کی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۱ رجب ۱۳۷۶ھ ۲۲ فروری ۱۹۵۷ء

دُنیا میں امن فقط اسلام ہی قائم کر سکتا ہے

حضرت مولانا مدظلہ العالی اس جمعہ کو لاہور سے باہر تشریف فرما تھے لیکن سفر پر تشریف لے جانے سے پہلے ذیل کا خطبہ تحریر فرما کر دے گئے تھے جو اُن کی عدم موجودگی میں اُنکے صاحبزادے حافظ حمید اللہ صاحب نے پڑھ کر سنا دیا تھا۔ (مدیر)

ہمارے اسلام میں چند ایسے اصول ہیں جن کی برکت سے دُنیا میں ہم مسلمان ہی امن قائم کر سکتے ہیں۔ اور وہ اصول آج صفحۂ دُنیا پر سوائے مسلمان کے اور کسی قوم کے پاس نہیں۔

پہلا۔ سب انسان ایک ہی برادری ہیں

قولہ تعالےٰ (یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج)

سورہ النساء رکوع ۱ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اُسے اُس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

حاصل

اس آیت سے یہ حاصل نکلا کہ اسلام میں گورے اور کالے۔ ہندی اور افغانی۔ یا ایشیائی اور امریکی یا روسی اور افریقی میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سب ایک ماں باپ کی اولاد اور سب ایک ہی برادری کے افراد ہیں۔ لہٰذا کسی ملک میں پیدا ہونے یا کسی قوم میں پیدا ہونے سے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی۔

نتیجہ

اس تصوّر کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ سب انسانوں کو آپس میں بحیثیت ایک برادری ہونے کے ایک دوسرے کے ساتھ دل میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ جب کبھی میں حج پر گیا ہوں۔ جب حرمِ کعبہ شریف میں اپنے افریقی بھائیوں کو دیکھتا ہوں۔ جو عموماً بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ بعضوں کا رنگ اس قدر سیاہ ہوتا ہے کہ جس طرح توا سیاہ ہوتا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں میں قلمی قرآن مجید ہوتا ہے۔ تو میرے دل میں ایک محبت کی لہر دوڑتی ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض کے قلوب نورِ ایمان سے ایسے منوّر ہوتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ انہی کی صحبت میں آدمی دن رات بیٹھا رہے

مساوات مفقود

تمام انسانوں کی ایک برادری کا تخیل اور سب میں بحیثیت انسان ہونے کے مساوات یہ چیز آج دُنیا کی کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہندوؤں نے چار ذاتیں قائم کر رکھی ہیں۔ ان میں شودر کو جانور کا درجہ دیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بندش کر دی کہ وہ کبھی اپنے رتبہ سے ایک ذرّہ آگے نہ بڑھنے پائے۔ ہندو اپنے آپ کو بڑا مہذب سمجھتا ہے۔ مگر انسانی مساوات میں اس قدر متشدد ہے۔ تہذیب کے علمبردار انگریز کو دیکھ لیجئے۔ لندن میں پیدا شدہ عیسائی کے گرجا میں ہندوستانی عیسائی ہرگز نہیں جا سکتا۔ گویا کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں بھی کالا آدمی گورے کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور سُنئے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جب کبھی میم صاحبہ کے وضع حمل کے ایام قریب ہوتے تھے تو صاحب بہادر اُسے انگلینڈ بھیج دیتے تھے۔ تاکہ بچّہ لندن میں پیدا ہو۔ کیونکہ لندن میں پیدا شدہ انگریز اور لندن سے باہر پیدا شدہ کے حقوق میں فرق تھا۔ الحمد للہ اسلام میں اس قسم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ یہاں تو بقول شاعر۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ہندوانہ ذہنیت

مذہب اسلام میں اسلامی برادری کا جو نقشہ مَیں نے گزشتہ سطور میں پیش کیا ہے آج کل بجز چند متبع شریعت مسلمانوں کے عام طور پر پاکستانی مسلمانوں میں بھی نہیں پایا جاتا معاف کیجئے۔ مَیں صاف کہونگا۔ اگرچہ اپنا مُنہ اور اپنا ہی تھپڑ کی مثال کیوں نہ ہو۔ ہم مسلمان زبان سے تو مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ مگر بہت سی چیزوں میں ہماری ذہنیت ہندوانہ ہی ہے۔ ان میں ایک چیز ذات پات کا سوال ہے۔ مسلمان بعض قوموں کو بحیثیت قوم کے ذلیل سمجھتے ہیں۔ مثلاً بڑھئی یا لوہار کو پیشہ کے لحاظ سے متکبر اور مغرور مسلمان ذلیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ممکن ہے کہ ایک گاؤں کا بڑھئی یا لوہار یاد الٰہی کے لحاظ سے مقبول بارگاہِ الٰہی ہو۔ اور اس گاؤں کے چوہدری اور چوہدرانیاں اپنی بیدینی کے باعث مردود ہوں۔

رحمۃ للعالمین کی تائید

سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ عن ابی ذر۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی رواہ احمد ص ۱۳۵

ترجمہ۔ ابی ذرؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا۔ بے شک تم کسی سرخ اور سیاہ سے بہتر نہیں ہو۔ مگر اس صورت میں کہ تم پرہیزگاری میں اُس سے بڑھ جاؤ۔

خیر القرون میں عملی مساوات

عن عائشہ ان قریشاً اھمھم شان المراۃ المخزومیۃ التی سرقت فقالوا من یکلم فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ومن یجترئ علیہ الا اسامۃ بن زید حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلمہ اسامۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتشفع فی حد من حدود اللہ ثم قام فاختطب ثم قال انما اھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۰۱

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ ایک مخزومی قبیلہ کی عورت کے معاملہ میں قریش کو بڑی دقّت پیش آئی۔ جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے کہا۔ اس کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات چیت کرے۔ پھر کہا کہ اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کے سوا اور کون جرأت کر سکتا ہے۔ پھر اسامہؓ نے آپؐ سے اس معاملہ میں بات کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے معاملہ میں سفارش کرتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا ہے۔ جب اُن میں سے کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب اُن میں کوئی کمزور چوری کرتا تھا۔ اُسے سزا دیتے تھے۔ اور خدا کی قسم ہے۔ اگر فاطمہ بیٹی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چوری کرے گی۔ اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دونگا۔

بادشاہ اور ایک ادنےٰ دیہاتی میں مساوات

غسّان کا بادشاہ مسلمان ہو کر مدینہ منوّرہ میں آیا۔ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکّہ معظمہ میں حج کے لئے آیا۔ طواف کی حالت میں ایک غریب اعرابی کا پاؤں اُس کے فاخرہ لباس پہ اتفاق سے رکھا گیا۔ جس سے اس کا پاؤں لڑکھڑا گیا۔ متکبّر بادشاہ نے غصّہ میں آکر اُس کے مُنہ پر تھپڑ مار دیا۔ اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جاکر فریاد کی۔ اور بادشاہ طلب کیا گیا۔ بادشاہ اس طلبی سے بہت حیران ہُوا۔ اور گھبرایا۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہُوا۔ تو اُنہوں نے جرم کا اقرار کرنے پر اس اعرابی سے ایک تھپڑ کھا لینے یا معاف کرا لینے کا سادہ فیصلہ صادر کیا۔ بادشاہ نے متحیّر ہو کر کہا کہ یہ بیابان کا ناچیز اعرابی میری برابری کریگا۔ جو غسان کا بادشاہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اِسی طرح سے ہوگا۔ کیونکہ مسلمان سب مساوی رُتبہ رکھتے ہیں یعنی چاہنے کے بہانہ سے اُس وقت چلا گیا۔ اور رات کو بھاگ نکلا۔ اور قسطنطنیہ میں جا پہنچا

نتیجہ

برادرانِ اسلام۔ کیا دُنیا میں کسی قوم کے ہاں اس قسم کی مساوات پائی جاتی ہے۔ اصل اسلام یہی ہے۔ جو میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ علیحدہ چیز ہے۔ کوئی کہے۔ کہ مسلمانی در کتاب و مسلمان در گور

دوسرا۔ اصل خدا کی مخلوق پر شفقت
مثلاً دشمنانِ اسلام پر شفقت

قولہ تعالیٰ (لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝) سورہ الممتحنہ رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اللہ تمہیں اُن لوگوں سے منع نہیں کرتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔ اور نہ اُنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اس بات سے۔ کہ تم اُن سے بھلائی کرو۔ اور اُن کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شیخ الاسلام پاکستان کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام پاکستان اس آیت پر حاشیہ لکھتے ہیں۔ "مکّہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے۔ اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی۔ نہ دین کے معاملہ میں اُن سے لڑے۔ نہ اُن کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور روا داری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ تم بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور دُنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہے۔ تو تمام کافروں کو بلا تمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دو"

میدان جنگ میں لڑنے والے دشمن پر شفقت

قولہ تعالیٰ (وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ الآیہ

سورہ الانفال رکوع ۸ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ اور اگر وہ صلح کے لئے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگر دشمن میدانِ جنگ میں صلح کا سفید جھنڈا کھڑا کر دے تو مجاہدینِ اسلام کا فرض ہے کہ حملہ کو روک دیں۔ اگر یہ خطرہ ہو۔ کہ شاید یہ کسی دھوکہ کے لئے صلح کی درخواست کر رہا ہو۔ تو ارشاد ہے۔ کہ اُس کی پروا نہ کرو۔ اور خدا نخواستہ دھوکہ کریگا۔ تو اللہ تعالےٰ فدایانِ اسلام کو پھر طاقت دیگا۔ کہ دشمن کو اس فریب کاری کا مزہ چکھائیں۔ برادرانِ اسلام آپ نے دیکھ لیا کہ اسلام اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کس قدر رواداری اور نرمی اور شفقت کا ہاتھ بڑھانے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے خون کے پیاسوں پر رحم

مکّہ معظمہ کے باشندے جنہوں نے متفقہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے شہید کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کے اس فیصلہ کی بناء پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو وہاں سے ہجرت کی اجازت دے دی تھی۔ جب آپؐ فتح مکّہ معظمہ کے دن مکّہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ تو داخلہ سے پہلے عفو عام کا اعلان کیا جاتا ہے۔ (۱) جو شخص مقابلے سے ہاتھ روکے اور اپنا گھر بند کرلے۔ امن میں ہے۔ (۲) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے امن میں ہے (۳) جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے امن میں ہے (۴) جو شخص ہتھیار ڈال دے امن میں ہے (۵) جو شخص گھر میں گھس کر دروازہ بند کرلے۔ امن میں ہے۔ (۶) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے۔ امن میں ہے (۷) جو شخص ابو رویحہ کے جھنڈے کے نیچے آجائے۔ امن میں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اپنے خون کے پیاسوں کے بال بچّوں پر رحم

قولہ تعالےٰ (وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۲۴ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔ جو تم سے لڑیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں زیادتی مت کرو۔ اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں قصداً نہ مارے جائیں برادرانِ اسلام۔ آپ نے اسلام میں دشمنوں پر بھی رحم کا حکم سُن لیا۔ یعنی جو لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑائی میں صف آرا ہوں۔ ان کی عورتوں۔ بچّوں۔ بُوڑھوں کو کچھ نہ کہو۔

مسلمانوں کے دشمن ان کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں

رومی جو شکست کھا کھا کر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے۔ انطاکیہ پہنچے۔ اور ہرقل سے فریاد کی۔ کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا۔ ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں

کو دربار میں طلب کیا۔ اور کہا۔ کہ عرب تم سے زور میں۔ جمعیت میں۔ سر و سامان میں کم ہیں۔ پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھیر سکتے۔ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ایک تجربہ کار بوڑھے نے عرض کی۔ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک ایک سے برابری کے ساتھ ملتا ہے۔ ہمارا یہ حال ہے۔ کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے۔ اوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے۔ کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے۔ اور ہمارا جو کام ہوتا ہے۔ ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

(ماخوذ از الفاروق حصہ اول مولفہ شبلی نعمانی)

۲۔ باوجود مذہبی مخالفت کے مسلمانوں سے گرویدگی

حضرت ابوعبیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لئے تھے۔ وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے۔ کہ باوجود تخالف مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لئے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق مولفہ شبلی نعمانی)

تہذیب کے سب سے بڑے علمبردار

آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ جنگ میں ۱۹۴۵ء میں تہذیب کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ نے جاپان پر دو ایٹم بم پھینکے تھے۔ جس سے اڑھائی لاکھ جاپانی ہلاک ہو گئے تھے۔ اور اسلام کی اپنے دشمنوں پر جو شفقت آپ سن چکے ہیں۔ کیا اسلام دنیا کے لئے رحمت اور موجودہ تہذیب انسانوں کے لئے ایک لعنت نہیں ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے۔ کہ ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک ان مہذبین نے جو جنگ لڑی ہے۔ اس میں خدا کی مخلوق کو تباہ کرنے کے لئے کس قدر مظالم کئے ہیں۔ اگرچہ انگریز کو میں اسلام کا بدترین دشمن خیال کرتا ہوں۔ مگر جرمن کی اس ناشائستہ اور انسان کش حرکت کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ اس نے ایک ایک رات میں لندن پر پانچ پانچ سو ہوائی جہاز گولہ باری کے لئے بھیجے تھے۔ جس سے خدا جانے کتنی عورتیں اور بچے اور بوڑھے ہلاک ہو گئے ہونگے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ دنیا میں امن فقط اسلام ہی قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم دشمن کے لئے خونخوار درندوں کا سلوک کرتی ہے اسلام مجبور ہو کر اپنے دشمنوں کا اتنا اپریشن کرتا ہے۔ جس سے ان کا دماغ ٹھیک ہو جائے۔ انہیں امریکہ کی طرح تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ مثلاً عین جنگ کے موقع پر دشمنوں نے صلح کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ تو مسلمان نے تلوار میان میں ڈال لی۔

تیسرا اصل انصاف

قولہ تعالےٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ انصاف کرو۔ یہی بات تقوی کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔

شیخ الاسلام کی نظر میں عدل کے معنی

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ "عدل کا مطلب ہے۔ کسی شخص کے ساتھ بدوں افراط یا تفریط وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیئے۔ کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔ عدل کے اسی بلند مقام پر ہونے کے باعث حضور انور نے فرمایا تھا۔ کہ اگر فاطمہؓ بیٹی محمدؐ کی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔ یعنی وہ اگرچہ میری گوشہ جگر ہے۔ مگر انصاف کرنے کے وقت اس تعلق کی کوئی پروا نہ کرونگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ کسی کی حق تلفی نہ کی جائے۔ خواہ وہ ہمارا بد سے بدتر دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

برادران اسلام۔ اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے اخلاق کو کس قدر بلند سطح پر لے جانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرو۔ کہ ہم سچے اصلی اور کھرے مسلمان ہو جائیں۔

مسلمانوں کے انصاف کی تعریف

مسلمان جب اپنی مصلحت کی بناء پر حمص کو چھوڑ کر دمشق کو روانہ ہونے والے تھے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حبیب بن مسلمہؓ کو جو افسر خزانہ تھے۔ بلا کر کہا۔ کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے۔ اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے۔ کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں۔ لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے۔ کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس لئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے۔ سب ان کو واپس دے دو۔ اور ان سے کہہ دو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا۔ اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے۔ تم کو واپس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی۔ کل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا۔ کہ وہ روتے جاتے تھے۔ اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے۔ کہ خدا تم کو واپس لائے۔"

چوتھا اصل دیانتداری

قولہ تعالےٰ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ الآیہ سورۃ النساء رکوع ۸

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہیں فرماتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو۔ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

اس ارشاد کا باعث

اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا اصلی باعث یہ ہے۔ کہ یہود کی عادت تھی۔ کہ امانت میں خیانت کرتے۔ اور فیصلہ کرتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو دونوں باتوں سے روکا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانتداری کی ایک مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو ایک مسلمان (جو منافق تھا) اور ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا۔ چونکہ یہودی حق بجانب تھا اس لئے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ مسلمان نے خیال کیا کہ آپ نے میری رعایت نہیں کی۔ حالانکہ میں مسلمان تھا۔ یہودی سے کہا۔ میرے رائے یہ ہے کہ اس فیصلہ پر عمرؓ نظر ثانی کرائی جائے۔ یہودی نے کہا

نقل کسی کی رعایت یا رشوت کے غلط فیصلہ کرنے

چلئے۔ مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ جب فاروقِ اعظمؓ کے ہاں گئے۔ تو یہودی نے سارا ماجرا آپ کو سُنایا۔ اُس کے بعد مسلمان سے پوچھا۔ آیا یہودی نے واقعہ ٹھیک بیان کیا ہے۔ مسلمان نے کہا۔ جی ہاں۔ یہی واقعہ ہے۔ جو یہودی نے بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ مَیں ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اندر جا کر تلوار لائے۔ اور اُس مسلمان (جو اصل میں منافق تھا) کا سر قلم کر دیا۔ اور فرمایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اُس کا فیصلہ یہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی دیانتداری کا نمونہ

عن سعید بن المسیب ان مسلماً ویھودیاً اختصما الی عمر فرای الحق للیھودی فقضیٰ لہ عمر بہ فقال لہ الیھودی واللہ لقد قضیت بالحق فضربہ عمر بالدرۃ قال ومایدریك فقال الیھودی واللہ انا نجد فی التوراۃ انہ لیس قاض یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملك و عن شمالہ ملك یسددانہ ویوفقانہ للحق مادام مع الحق فاذا ترك الحق عرجا وترکاہ رواہ مالک۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی عمرؓ کے پاس اپنا جھگڑا لائے۔ عمرؓ نے یہودی کو حق پر پایا۔ اور آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ آپ سے یہودی نے عرض کی۔ خدا کی قسم آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے درہ سے مارا اور فرمایا۔ اور تمہیں کس چیز نے یہ بتلایا ہے۔ تب یہودی نے کہا۔ خُدا کی قسم۔ ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔ کہ جو قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے اس کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ اور بائیں طرف بھی ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ جو اسے پختہ کر کے رکھتے ہیں۔ اور اسے حق پر چلنے کی توفیق دلاتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ وہ حق پر رہے۔ پھر جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور اسے چھوڑ جاتے ہیں۔

پانچواں اصل

ذاتی اغراض سے پاک فقط رضا الٰہی مطلوب

اسلام نے اپنے متبعین میں یہ جذبہ پیدا کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ملک میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے امن قائم کرو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق امن اور چین سے زندگی بسر کرے۔ اس ساری جدوجہد میں جسے جہاد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی اصلی غرض نہ حصول مملکت تھی۔ نہ دولت۔ نہ عورت۔ مقصود بالذات تھی۔ اسی جذبے کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ ہر میدان میں فتح کا سہرا اُن کے سر باندھا جاتا تھا۔ اور شکست کا طوق اُن کے دشمنوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا۔ کیونکہ خدا پرست ہونے کے لحاظ سے خدائی طاقتیں سب ان کی پشت پناہ ہوتی تھیں۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ جس فریق جنگ کے ساتھ خدائی طاقتیں ہوں اُسے کون جیت سکتا ہے۔

مذکورۃ الصدر چیزوں کا ثبوت

پہلی

صحابہ کرام کا جہاد فقط رضا الٰہی کے لئے تھا

قولہ تعالےٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

سورۃ الصف رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ کیا مَیں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخشے گا۔ اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

دُوسری

خدائی طاقتیں ہمیشہ مؤمنوں کی پشت پناہ رہی ہیں

قولہ تعالےٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِھِمْ فَجَآءُوْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ط وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

سورۃ الروم رکوع ۵ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ اور ہم تم سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیج چکے ہیں۔ سو ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ جو گنہگار تھے۔ اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی

آخری عرضداشت

برادرانِ اسلام اگر مسلمانانِ پاکستان ان پانچ اصول کی پابندی کریں۔ تو پاکستان میں امن قائم ہو جائے گا۔ اور پاکستان زندہ۔ درخشندہ اور پائندہ ہو جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ فاروق اعظمؓ صفحہ ۱۲ سے آگے

اس سے ہو سکتا ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس دفن ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے اپنے صاحبزادہ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا نہ فرمایا کہ یہ نہ کہنا۔ کہ امیر المومنین نے بھیجا ہے۔ بلکہ یہ کہنا کہ عمرؓ نے بھیجا ہے۔ کیونکہ میں امیر کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ذاتی حیثیت سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔

آپ نے مال غنیمت سے اپنے صاحبزادہ حضرت عبد اللہؓ کو مہاجرین کے برابر حصہ نہیں دیا۔ لوگوں نے سفارش کی کہ یہ بھی مہاجر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہاجر نہیں ہے اس کے والدین نے ہجرت کی تھی۔ ان کے ساتھ یہ بھی چلا آیا۔

یورپی مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر اسلام اور آپ کے خلفائے راشدین نے دنیا کو نیکی اور انصاف سے بھر دیا۔ ان کے کارنامے اور اخلاق عالیہ آج بھی حیرت انگیز اور متاثر کرنے والے اور قابل اتباع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ - ۲۸- رجب ۱۳۷۶ھ یکم مارچ ۱۹۵۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دو نمونے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادرانِ اسلام - اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اُسے ہر کام کے سیکھنے کے لئے اُستاد کی ضرورت رہتی ہے - خواہ وہ کام دین کا ہو یا دُنیا کا

اس کی حکمت

میرے خیال میں اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے - کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس جہان کو پہلے بنایا - جس میں کروڑہا قسم کی چیزیں پیدا کیں - اُس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو جب پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ملائکہ عظام سے ارشاد فرمایا (اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً) سورہ بقرہ رکوع ۴ پارہ ۱ ترجمہ - میں زمین میں اپنا ایک قائم مقام بھیجنا چاہتا ہوں - یعنی وہ قائم مقام اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء میں تصرف کریگا - اور اس کا تصرف ایسا ہوگا جس طرح کہ ایک مالک اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کرتا ہے - اُدھر تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ رُتبہ عالیہ عطا فرمایا کہ دُنیا میں بنی نوع انسان کو اپنا قائم مقام تجویز فرمایا - اور دوسری طرف نگاہ کی جائے تو دُنیا میں

انسان کو ایسا عاجز بنایا

کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے اتنی کوئی چیز عاجز نہیں ہے - مثلاً انسان سوئی کا بھی محتاج ہے - اگر سینے کے لئے اس کے پاس سوئی نہ ہو - تو تن ڈھکنے کے لئے اسے کپڑا بھی میسّر نہ آئے - یہ گدھے کا بھی محتاج ہے - اور گدھے جیسا کم خرچ اور محنت کش جانور انسان کے پاس نہ ہو تو کیا کوڑے کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیر انسان اپنے سر پر اُٹھا کر آبادی سے دُور جا کر پھینک سکتا ہے - اگر گھوڑا نہ ہو - تو تھوڑے سے وقت میں ایک انسان طویل منزل کو کس طرح طے کر سکتا ہے - اگر اُونٹ نہ ہو تو ریگستانی علاقوں میں اپنی منزلِ مقصود تک کس طرح پہنچ سکتا ہے - اگر اللہ تعالےٰ لکڑی نہ پیدا کرتا تو یہ گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے مکانات کیسے بناتا - بلکہ اپنی روٹی پکانے کے لئے کس چیز سے کام لیتا - اگر پانی نہ ہوتا تو یہ پیاسا مرجاتا - اناج نہ ہوتا - تو یہ بھوکا مرجاتا - اگر اللہ تعالےٰ ادویات نہ پیدا کرتا - تو یہ مریض ہونے پر اپنا علاج کیسے کر سکتا - غرضیکہ انسان

بے شمار جاندار اور بے جان چیزوں کا محتاج ہے

جتنی چیزیں مذکورۃ الصدر سطروں میں ذکر کی گئی ہیں - ان میں سے انسان کی محتاج کوئی چیز نہیں ہے - اور انسان ان میں سے ہر چیز کا محتاج ہے - اتنے بڑے جلیل القدر عہدے پر ممتاز ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ نے ایسے بے شمار چیزوں کا محتاج بنایا ہے - اس کی حکمت (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) یہ معلوم ہوتی ہے - کہ کہیں انسان غرور و تکبر میں آکر اپنی خدائی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے - باوجود اس عاجزی کے پھر بھی بعض بدبخت انسان غرور تکبر میں بھرپور ہوکر مالک حقیقی کو بھول جاتے ہیں اور اپنی خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں انہیں مردودوں کی فہرست میں نمرود بابلی اور فرعون مصری کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں - اسی حکمت کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو ہر کمال حاصل کرنے کے لئے اُستاد کا محتاج بنایا ہے -

انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی

حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عہدہ جلیلہ نبوت عطا فرما کر ہر دور کے انسانوں کے ہاں مبعوث فرمایا - تاکہ اُس دور کے لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ تم مخلوق ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارا خالق ہے - اور یہ تمام پیدا شدہ اشیاء اُسی نے بنائی ہیں - لہٰذا تمہیں اس کا ممنونِ احسان ہونا چاہیئے - اور اس کا شکر بجا لانا چاہیئے - اور اس کا شکر بجا لانے کی تدبیر یہ ہے - جو ہر زمانے کے لوگوں کے حالات کے مناسب اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کے لئے جو مناسب خیال فرمایا وہی قانونِ الٰہی کتاب اللہ کی صورت میں بذریعہ جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا - اور انبیاء علیہم السلام نے اس کی اشاعت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر اُس دور کے انسانوں تک پہنچایا - چنانچہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام ہیں - وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں -

(رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا)

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن کو تیرے احکام کی طرف بُلایا - آگے پھر فرماتے ہیں - (ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ) سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - پھر میں نے اُنہیں علی الاعلان بھی سمجھایا - اور علیحدگی میں در پردہ جا کر بھی سمجھایا -

نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا نتیجہ

فرماتے ہیں (فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۙ)

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - میرے پکارنے سے یہی نتیجہ نکلا - کہ وہ اور زیادہ دُور بھاگنے لگے -

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تبلیغ احکام کا حکم

جس طرح آپ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق سُن چکے ہیں کہ انہیں تبلیغ احکام الٰہی کے لئے مامور کیا گیا تھا - اسی طرح سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تبلیغ احکام الٰہی کا حکم دیا گیا ہے - ارشاد ہوتا ہے (یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ)

سورہ المائدہ رکوع ۷ پارہ ۶

ترجمہ - اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے اُسے پہنچا دے - اور اگر تو نے ایسا نہ کیا - تو اُس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا -

حاصل

یہ نکلا کہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو جس طرح احکام الٰہی کے پہنچانے کے لئے حکم

دیا گیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احکام الٰہی کے پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ انسان اپنے خالق مالک۔ رازق اور اپنے معبود کو بھی اس وقت تک راضی نہیں کر سکتا جب تک کہ اُس کے لئے خُدا کی طرف سے کوئی ہادی نہ آئے ان دو انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے باقی ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو اٹھانوے انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ کہ ہر پیغمبر اپنے دور کے انسانوں کو اپنے معبودِ حقیقی سے روشناس کرانے اُس کی بندگی کا طریقہ سمجھانے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔

فقط سمجھانا ہی نہیں بلکہ عملی نمونہ بن کر دکھانا

قرآن مجید کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام فقط احکام الٰہی پہنچانے کے لئے نہیں بھیجے جاتے تھے۔ بلکہ وہ حضرات اُس تعلیم ربانی کا عملی طور پر نمونہ بن کر بھی خلق خدا کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ (وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ) الآیہ سورہ ہود رکوع ۸ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ جس کام سے تمہیں منع کروں۔ میں اُس کے خلاف کروں۔ میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو خود نمونہ بن کر دکھا رہے ہیں۔ کہ جو کچھ تمہیں میں کہتا ہوں۔ میں خود بھی وہی کرتا ہوں۔

تائید مزید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مبلغ قرآن ہونے کے علاوہ (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) عملی نمونہ کے طور پر بھی پیش کئے گئے ہیں۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝

سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خدا پرستوں اور قیامت کے حساب و کتاب سے ڈرنے والوں کے لئے خود نمونہ پیش فرمایا ہے کہ اپنے ہر عملِ حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ سابقہ

دو مثالوں سے

ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام علمی طور پر اپنی اُمّت کے لئے معلّم ہوتے ہیں۔ اور عملی طور پر اپنی اُمّت کے لئے بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی دامنگیری سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ جو شخص بھی علمی اور عملی طور پر ان کا نمونہ اختیار کریگا۔ وہ ان کی لڑی میں منسلک ہو کر دُنیا میں عزّت اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات پائیگا۔ اللھم اجعلنا منھم

حواریین انبیاء علیہم السلام

یہ ہمیشہ دستور رہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد انکے حواریین اُن کے مسلک کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اور اُنہی کا عملی نمونہ اپنے زمانے کے لوگوں کو پیش کرتے رہے جب لوگوں نے اُس دین کی طرف سے بے توجہی برتی اور علمی اور عملی نمونے دُنیا میں نہ رہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے دوسرے پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ یونہی چلتا رہا۔

بعثت نبی آخر الزمان

اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں (بلحاظ بعض روایات کے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی بعثت مقدر تھی۔ سب سے آخری پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تقدیر الٰہی میں مقدر تھے۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ آپؐ پیغام حق تعالےٰ یعنی قرآن مجید کی تبلیغ کے لئے مامور کئے گئے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ آپؐ مخلوقِ خدا کے لئے اسوۂ حسنہ بھی ہیں۔ یعنی آپ کا ہر عملِ حیات بفضلہٖ تعالےٰ واجب الاتباع ہے۔ خواہ وہ عملِ حیات جلوت کا ہو یا خلوت کا۔

اس کا ثبوت

واقعہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام تمام گناہوں سے پاک بنا کر دُنیا میں بھیجے جاتے تھے۔ وہ اپنی محترم ماؤں کے پیٹوں ہی سے پاک ہوکر اس سرزمین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ اُن کی عمر بھر کی زندگی میں نہ کوئی گناہ صغیرہ سرزد ہوتا تھا اور نہ کبیرہ بالفاظ دیگر اُن کی پبلک اور پرائیویٹ دونوں زندگیاں نمونہ بن سکتی تھیں۔ اس لئے سابقہ آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور پاک زندگی بہترین نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید خصوصیات

اللہ جلّ شانہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو آپؐ کے سوا کسی پیغمبر میں نہیں پائی گئیں (ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ سورہ الحدید رکوع ۳ پارہ ترجمہ۔ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفصیل خصوصیات

(۱)

پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام آتے رہے۔ اور یہ آپؐ کی خصوصیت ہے کہ آپ خاتم النبیین (پیغمبروں کو ختم کرنے والے) ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ جو شخص بھی آپؐ کے بعد پیغمبری کا دعوےٰ کرے گا۔ باطل پرست گمراہ اور خدا تعالےٰ پر بہتان کرنے والا سمجھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما گئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد تیس دجّال پیدا ہونگے۔ ہر ایک اُن میں سے اپنے نبی ہونے کا دعوےٰ کرے گا۔ مگر میرے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی نبی نہیں آئے گا

(۲)

انبیاء سابقین علیہم السلام پر جو آسمانی کتابیں اور صحائف نازل ہوتے رہے۔ اُن کے بعد بھی کتب سماویہ اور صحائف کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر قرآن شریف کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔

(۳)

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی اُن کتابوں سے کسی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ نہیں لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج صفحۂ دُنیا پر اُن کتب سماویہ میں سے کوئی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ فقط قرآن مجید ہی ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال

سے محفوظ چلی آ رہی ہے۔ اور اس کے محفوظ
ہنے کا اصلی باعث یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہوا
ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا اعلان
ہو چکا ہے۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ
لَحٰفِظُوْنَ ۝) سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴
ترجمہ۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور
بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

(۴)

فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

تمام انبیاء علیہم السلام میں سے فقط رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ آپ
و ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا
یار ملا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ
اَفَیْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا
یُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ
اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ
مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِیْلًا اَلَا
وَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ) رواہ الترمذی
ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم پر کسی کا کوئی
احسان نہیں ہے۔ مگر ہم نے اس کا بدلہ سوائے
ابابکر کے دیدیا ہے۔ بیشک اس کا ہم پر ایسا
احسان ہے کہ اللہ ہی اس کا اس کو قیامت
کے دن بدلہ دے گا۔ اور مجھے کسی شخص کے
مال نے کبھی ایسا نفع نہیں دیا۔ جیسا کہ ابوبکرؓ
کے مال نے نفع دیا ہے۔ اور اگر میں کسی
کو خلیل بناتا ہوتا۔ تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔
سن لو تمہارا ساتھی (یعنی حضورؐ) اللہ کا خلیل ہے۔

(۵)

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِكَ
عِنْدِیْ مَالًا فَقُلْتُ اَلْیَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ
اِنْ سَبَقْتُهٗ یَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِیْ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَا اَبْقَیْتَ لِاَهْلِكَ فَقُلْتُ مِثْلَهٗ وَاَتَی
اَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ یَا اَبَا بَكْرٍ مَا
اَبْقَیْتَ لِاَهْلِكَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ قُلْتُ لَا اَسْبِقُكَ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا
رواہ الترمذی وابوداؤد۔ ترجمہ عمرؓ سے روایت ہے۔
فرمایا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم
فرمایا۔ کہ ہم صدقہ کریں (یعنی خیرات کے طور پر
مال لائیں) اور اس وقت میرے پاس مال بھی تھا۔
(یعنی اس وقت عام معمول سے زیادہ مال تھا) میں

نے کہا۔ اگر میں ابوبکرؓ سے کسی دن سبقت
لے جا سکتا ہوں۔ تو آج سبقت لے جاؤں گا
فرمایا۔ پھر میں اپنا آدھا مال لے آیا۔ پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے
بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ پھر میں نے
عرض کی اتنا ہی (یعنی جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر
آیا ہوں) اور ابوبکر کے پاس جو کچھ تھا۔ وہ
سب لے آئے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے
ابابکر تم اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے
ہو۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ ان کے لئے اللہ
اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل
صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زبان سے

(۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے
ہیں۔ کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ ہمارے
سردار ہیں (اخرجہ البخاری)

(۲) حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ اگر
ابوبکرؓ کا ایمان ... زمین والوں کے
ایمان کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ تو
اس کا ایمان سب سے زیادہ ہوگا۔

(۳) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس
بات کو پسند کرتا ہوں۔ کہ میں ابوبکرؓ
کے سینے کا ایک بال ہوتا (اخرجہ مسدد فی مسندہ)

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ فرمایا اس
اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری
جان ہے۔ ہم نے کبھی کسی نیکی کے
کام میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی
کوشش نہیں کی مگر اس کام میں ابوبکرؓ
ہم سب میں سے آگے بڑھ جاتے۔
(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

(۵) حضرت علیؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکرؓ
اور عمرؓ ہیں۔ کسی مومن کے دل میں
میری محبت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض
جمع نہیں ہو سکتے۔

(۶) ربیع بن انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے
فرمایا۔ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے صحابہ
میں غور کر کے دیکھا ہے۔ پھر ہم نے کسی نبی
کو نہیں پایا۔ جس کو ابوبکر صدیقؓ جیسا ساتھی
ملا ہو (اخرجہ ابن عساکر)

(۷) امام زہریؒ سے روایت ہے۔ انہوں نے
فرمایا۔ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک
یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کسی معاملہ میں
انہیں کبھی شک پیدا نہیں ہوا۔
(اخرجہ ابن عساکر)

(۸) ابی حصینؒ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔
کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء
علیہم السلام اور رسولوں کے بعد ابوبکرؓ سے
بہتر آدمی کوئی جنا نہیں گیا۔ اور البتہ تحقیق
ابوبکرؓ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد) مرتد ہونے والے قبائل
کے مقابلہ میں وہ کام کیا۔ جو کوئی نبی ہی
کر سکتا ہے۔

(۹) امام شعبیؒ سے روایت ہے۔ اللہ تبارک تعالےٰ
نے ابوبکرؓ کو چار چیزوں میں ممتاز درجہ
عطا فرمایا ہے۔ جو انسانوں میں سے کسی کو
نہیں ملا۔ (۱) آپ کا نام صدیق رکھا۔ اور
آپ کے سوا کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔
(۲) اور وہ غار ثور میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ (ہجرت کی پہلی
رات مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بمعیت حضرت ابوبکر صدیقؓ
غار ثور میں قیام فرما ہوئے تھے) (۳) ہجرت
کے سفر میں فقط ابوبکر صدیقؓ ہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے (۴) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں)
ابوبکر صدیقؓ ہی کو اپنی جگہ پر نماز پڑھانے
کے لئے ارشاد فرمایا تھا (اخرجہ دینوری و ابن عساکر)

صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زبان سے
فضائل عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

(۱) سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے
بیٹے خطاب کے۔ اس خدا کی قسم ہے۔ جس
کے قبضے میں میری جان ہے۔ تمہیں کبھی
راستہ میں شیطان نہیں ملتا۔ مگر تو راستہ
چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چل دیتا ہے۔
(اخرجہ البخاری ومسلم)

عن عمر ذکر عنده ابوبکر فبکی وقال وددت
ان عملی کله مثل عمله یوما واحدا من ایامه
ولیلة واحدة من لیالیه اما لیلة فلیلة سار مع
رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الغار
فلما انتهیا الیه قال والله لاتدخله حتی ادخل
قبلك فان کان فیه شیئ اصابنی دونك
فدخل فتکسحه ووجد فی جانبه ثقبا فشق
ازاره وسدها به وبقی منها اثنان فالقمهما
رجلیه ثم قال لرسول الله صلی الله علیه وسلم
ادخل فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم
ووضع راسه فی حجره ونام فلدغ ابوبکر فی
رجله من الجحر ولم یتحرك مخافة ان ینتبه
رسول الله صلی الله علیه وسلم فسقطت دموعه

علی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالك یا ابابکر قال لدغت فداك ابی و امی فتغفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب مایجدہ ثم انتقض علیہ وکان سبب موتہ واما یومئذ فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتدت العرب و قالوا لا نؤدی زکوٰۃ فقال لو منعونی عقالا لجاھدتھم علیہ فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تالف الناس وارفق بھم فقال لی اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی رواہ رزین

ترجمہ۔ عمرؓ سے روایت ہے۔ آپ کے پاس ابوبکرؓ کا ذکر کیا گیا۔ پھر آپ روئے۔ اور فرمایا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے سارے عمل اس کے عملوں میں سے ایک دن کے اور اس کی ساری راتوں میں سے ایک رات کے برابر ہو جائیں۔ اس کی رات وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات غار (ثور) کی طرف گئے تھے۔ (آپ نے فرمایا تھا) جب ہم غار پر پہنچے۔ (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی) خدا کی قسم ہے۔ آپ غار میں داخل نہ ہوں۔ یہاں تک کہ میں آپؐ سے پہلے داخل ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز ہو۔ تو مجھے تکلیف پہنچے۔ آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ داخل ہوئے۔ پھر اُسے صاف کیا۔ اس کی ایک طرف کئی سوراخ پائے۔ پھر اپنے تہبند کو پھاڑا۔ اور ان سوراخوں کو اس سے بند کیا۔ ان سوراخوں میں سے دو باقی رہ گئے۔ ان دونوں میں اپنے دونوں پاؤں کو داخل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ تشریف لے آئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ اور آپ نے اپنا سر ابوبکرؓ کی جھولی میں رکھ دیا۔ اور سو گئے۔ پھر ابوبکرؓ اس سوراخ میں سے ڈسے گئے۔ اور آپ نے اس ڈر سے حرکت نہ کی۔ کہ آپؐ نیند سے جاگ اُٹھینگے۔ پھر آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۔ تب آپ نے فرمایا۔ اے ابابکرؓ تمہیں کیا ہوا۔ آپ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میں ڈسا گیا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لب لگائی۔ پھر وہ تکلیف دور ہو گئی۔ جو آپ کو ہو رہی تھی۔ پھر آپ پر وہی زہر کا اثر لوٹ آیا۔ . . . . . اور آپ کی موت کا سبب بنا۔ اور اس کا دن پیر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ عرب (کے کئی قبائل) مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہم زکوٰۃ نہیں دینگے۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ اگر مجھے عقال (اونٹ کے پاؤں میں چرنے کے وقت باندھنے کی رسی) بھی کم کر دینگے۔ تو اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔ پھر میں نے کہا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے لوگوں سے الفت و موافقت

مسلمانوں میں مساوات کا عجیب واقعہ

طواف کی حالت میں ایک غریب اعرابی کا پاؤں جبالہ کے فاخرہ لباس پر اتفاق سے رکھا گیا۔ جس سے اُس کا پاؤں لڑکھڑا گیا۔ متکبر بادشاہ نے غصّہ میں آکر اُس مسلمان کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر فریاد کی۔ اور جبالہ طلب ہوا۔ چنانچہ اس طلبی سے بہت حیران ہوا۔ اور گھبرایا۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو اُنہوں نے جرم کا اقرار کرنے پر اُس اعرابی سے ایک تھپڑ کھا لینے یا معاف کرانے کا سادہ فیصلہ صادر کیا۔ جبالہ نے متحیر ہو کر کہا کہ کیا یہ بیابان کا ناچیز اعرابی میری برابری کریگا۔ جو غسان کا بادشاہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسی طرح ہو گا۔ کیونکہ مسلمان سب مساوی رُتبہ رکھتے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین کا اپنے خلاف فیصلہ کرنا

ایک دن آپ راستہ میں جا رہے تھے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ بد اخلاقی کا شبہ ہوا۔ اور اس کو درّہ سے ڈرایا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اُس عورت کا خاوند تھا۔ اپنے اس تعرض پر پشیمان ہوئے۔ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے افسوس کیا۔ اُس نے کہا۔ امیرالمومنین آپ ادب سکھلانے والے ہیں۔ آپ نے کچھ بے جا نہیں کیا۔ مگر حضرت عمرؓ کا اس سے بھی اطمینان نہ ہوا۔ اور اُس شخص کے پاس جا کر درہ اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے۔

خلیفۃ المسلمین کی خدمت خلق

سعید بن مسیبؒ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کی حفاظت اور خبرگیری کی یہاں تک نوبت تھی۔ کہ آپ خود عورتوں کے پاس چلے جاتے تھے۔ جن کے خاوند لشکروں میں گئے ہوئے تھے۔ اُن کے دروازے پر جا کر سلام کہتے اور پوچھتے کہ تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو منگوا لو۔ میں خود بازار سے خرید دوں۔ تم خرید و فروخت میں دھوکا کھاتی ہو گی۔ اُن کی ضرورت کی چیزیں معلوم کر کے اور اُن کے لونڈی غلاموں کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چلے جاتے تھے۔ بازار میں جب پہنچتے تو لوگوں کی لونڈیوں اور غلاموں کا ایک لشکر اُن کے پیچھے ہوتا۔ اور سب کو اُن کی ضروریات کی چیزیں خرید کر دیتے۔ جو بہ سبب محتاجی کے خود نہیں خرید سکتے تھے۔ اُن کو اپنے پاس سے خرید کر دیتے

خلیفۃ المسلمین بحیثیت پوسٹ مین کے

لشکروں سے جب قاصد چٹھیاں اور خطوط لے کر آتے تھے تو خود بنفسہٖ جا کر اُن کے گھروں میں خطوط پہنچا آتے تھے۔ اور کہتے کہ تمہارے خاوند خدا کی راہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور تم رسول اللہؐ کے شہر میں ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی خط پڑھنے والا ہو۔ تو بہتر ورنہ دروازے کے قریب آ جاؤ۔ میں پڑھ کر سُنا دُونگا۔ چلتے وقت یہ بھی بتا آتے کہ فلاں روز قاصد مدینہ سے روانہ ہو گا۔ اور خط دینا ہو تو لکھ رکھنا اُس روز پھر اُن کے گھروں میں جاتے۔ قلم دوات اور کاغذ ساتھ لے جاتے۔ جس نے خط لکھوا رکھا ہوتا۔ اُس سے لے لیتے اور جو نہ لکھوا سکے ہوتے۔ اُن کو خود لکھ دیتے اور سب جمع کر کے روانہ کر دیتے۔

خلیفۃ المسلمین کا بڑھیا کو پچیس دینار دیکر راضی کرنا

اُس عورت نے پوچھا۔ کہ اے شخص عمرؓ کا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ شام سے واپس آ رہا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا میری طرف سے اُسے جزائے خیر نہ دے۔ حضرت عمرؓ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ کہ کیوں۔ اُس نے جواب دیا کہ جب سے وہ والیٔ ملک ہوا ہے۔ مجھے کچھ وظیفہ اور عطیہ نہیں دیا۔ آپ نے کہا۔ کہ اُس کو تیرا حال کیونکر معلوم ہوتا کہ تو تنہا جنگل میں اس مقام پر رہتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ سبحان اللہ۔ وہ لوگوں میں گھومے اور میرا حال نہ جانے۔ خوفِ خدا سے حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے۔ اور اپنے حال پر افسوس کرنے لگے۔ اور اُس بڑھیا کو کہا کہ تو اپنی شکایت کو کتنی رقم کے عوض بیچنا چاہتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ اے بندۂ خدا مجھ سے کیوں ہنسی کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ مسخری نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں۔ دیر تک اُس سے باتیں ہوتی رہیں۔ آخر پچیس دینار مقرر ہوئے۔ اسی حال میں حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ آ گئے۔ اور السلام علیک یا امیرالمومنین کہا۔ وہ عورت امیرالمومنین کا نام سُن کر چونکی اور اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر

پشیمان ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کوئی ڈرنے کی بات نہیں۔ اور پچیس دینار اُس کو دے کر اور راضی کرکے چلے آئے۔

(۲) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالےٰ نے عمرؓ کی زبان اور اُس کے دل پر حق کو جاری کیا ہے۔ (اخرجہ الترمذی) (یعنی ان کے دل میں اور انکی زبان پر وہی چیز آتی ہے۔ جو حق ہوتی ہے)

(۳) عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو عمرؓ ہوتا۔ (اخرجہ الترمذی والحاکم)

(۴) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تحقیق میں جنوں اور انسانوں کے شیاطین کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ عمرؓ سے بھاگ رہے ہیں۔

(۵) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ عمرؓ بہشت والوں کا سراج (چراغ) ہیں۔

(۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ تحقیق شیطان عمرؓ سے ڈرتا ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر)

(۷) ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے۔ جو عمرؓ کی عزّت نہ کرتا ہو۔ اور زمین میں کوئی ایسا شیطان ہے۔ جو عمرؓ سے نہ ڈرتا ہو۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو بارگاہِ الٰہی اور دربارِ نبوّت سے تمغے

برادرانِ اسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت (صحابہ کرام) کو بارگاہ الٰہی سے کامیابی کے وہ تمغے ملے ہیں۔ جو ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے (۱۲۳۹۹۹) پیغمبروں میں سے کسی کی اُمّت کو نصیب نہیں ہوئے۔

بارگاہ الٰہی سے

پہلا تمغہ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

سورہ ال عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ۔ تم سب اُمّتوں میں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ کچھ ان میں سے ایماندار ہیں۔ اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی اُمّتوں میں سے بہترین اُمّت ہے۔

دوسرا تمغہ

(فَاِنْ حَاۗجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ الآیہ سورہ ال عمران رکوع ۸ پارہ ۳

ترجمہ۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہدے۔ کہ میں نے اپنا مُنہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے۔ اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں

حاصل

یہ نکلا کہ تمام صحابہ کرام کے اصلی اور سچّے اور کھرے مسلمان ہونے کی قرآن مجید میں شہادت پائی جاتی ہے۔

دربارِ نبوّت سے تمام صحابہ کرامؓ کے لئے

پہلا تمغہ

عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ ۝ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ یا اس شخص کو دیکھا۔ جس نے مجھے دیکھا۔

دوسرا

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْ اُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلُحُ

رواہ شرح السنۃ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری اُمّت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے۔ نمک کے سوا کھانے کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ حسن نے فرمایا۔ ہمارا نمک تو جلا گیا۔ پھر ہماری کیسے اصلاح ہو۔

تیسرا

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے ایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو۔ جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تب کہو۔ تم (دوں میں سے) بُرے پر لعنت ہو۔

حاصل

یہ ہے کہ صحابہ کرام تو یقیناً مقبول بارگاہِ الٰہی اور مقبول دربارِ رسول ہیں۔ لہٰذا جو انہیں گالیاں دیگا۔ اسی پر لعنت پڑیگی۔

چوتھا

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّيْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ رواہ رزین

ترجمہ۔ عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے۔ کہا۔ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد میرے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں میں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ پھر اللہ نے میری طرف وحی بھیجی۔ اے محمدؐ بیشک میرے نزدیک تیرے صحابہ بمنزلہ آسمان کے ستاروں کے ہیں۔ بعض ان کا بعض سے زیادہ (روشنی میں) قوی ہوتا ہے اور ہر ایک میں نور ہوتا ہے۔ پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کسی چیز کو بھی لے لیا۔ پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔ (حضرت عمرؓ نے) فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں۔ پھر تم نے جس کی بھی تابعداری کی۔ تم نے ہدایت پالی۔

حاصل

یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درجے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے دربار میں یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوا یہ نعمت بھی کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے پیش کردہ دو نمونے

عن حذیفۃؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انِّيْ لَا اَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ

فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر
رواہ الترمذی ۔ ترجمہ ۔ حذیفہؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نہیں جانتا ۔ کہ میں کب تک تم میں ہوں ۔ پس ان دو کی تابعداری کرو ۔ جو میرے بعد (تمہارے) امیر ہونگے ۔ ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ۔

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے کہ میرے بعد میرے تابعداروں میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے نقش قدم پر چلا جائے ۔

اصلی سچے اور کھرے
اہل السنۃ والجماعۃ بننے کی دعوت

برادران اسلام ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب اختیار کرنے والوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم شفیع المذنبین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنۃ (یعنی طریقہ) کے پابند ہیں ۔ اور ہم اسی جماعت کے خلف (یعنی قائمقام) ہیں ۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں بنائی تھی ۔ جنہیں صحابہ کرام کہا جاتا ہے ۔

ہر چیز کی دو قسمیں

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ۔ (ومن کل شئ خلقنا زوجین) ترجمہ ۔ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں + یعنی ہر کھری کے مقابلہ میں کھوٹی اور اصلی کے مقابلہ میں نقلی موجود ہے ۔ اسی قاعدہ کی بنا پہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی بھی دو قسمیں ہیں ۔ ایک کھرے اور دوسرے کھوٹے ۔ ایک سچے اور دوسرے جھوٹے ۔ کھرے اور سچے وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلیں ۔ اور کھوٹے وہ ہیں ۔ جو کلمہ پڑھیں ۔ مسلمان کہلائیں ۔ مگر ان کے اعتقادات اور اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف ہوں ۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو زمرۂ اہل السنۃ والجماعۃ میں صحیح طور پہ شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ہر امام مسجد اور خطیب کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پہ تقسیم ہو گئے تھے ۔ اور میری امت تہتر فرقوں پہ تقسیم ہو گی ۔ سوائے ایک فرقہ کے باقی بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے ۔ صحابہ کرام نے عرض کی ۔ کہ وہ ایک کونسا فرقہ ہوگا ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ جس پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں ۔ لہٰذا ہر امام مسجد اور ہر خطیب کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جو دین منقول ہے ۔ وہی سنائے اور وہی سکھائے ۔

بلکہ ہر مسلمان کا حق

ہے ۔ کہ وہ امام مسجد سے یہ سوال کرے کہ آیا جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں ۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں یہی دین رائج تھا

حنفی مسلک میں ملاوٹ

آج کل حنفی مسلک میں کئی ایسی چیزیں ملی ہوئی ہیں ۔ جن کا حضرت مولانا و مقتدانا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ وہ کئی کئی صدیاں امام صاحبؒ سے بعد کی ایجاد ہیں ۔ مگر آج انہیں حنفی ہونے کا جزء لازم خیال کیا جاتا ہے ۔ جو شخص ان اعتقادات اور رسموں کا قائل نہ ہو ۔ اسے بدنام کیا جاتا ہے کہ وہ حنفی ہے ۔ وما علینا الا البلاغ ۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔

(بقیہ تحسینۂ کائنات صفحہ ۱۲ سے آگے)

دوستو! ان حقائق بے دل کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پہ پہنچنے کی جسارت کرتے ہیں ۔ کہ مامتا کا جذبہ ماں کے دل میں خالق کون و مکاں کی طرف سے ایک وہبی عطیہ ہے ۔ جس کے حصول کے بعد ماں کا مقام حقوق العباد میں بہت ہی بلند ہو جاتا ہے مگر باوجود اس وہبی عظمت کے اور منصبی شرف کے ہمارے معاشرے میں والدہ کی بے عزتی ہو رہی ہے ۔ اور اس کو ہر طرح کے اعزاز سے محروم کیا جاتا ہے ۔

یاد رہے یہ ظلم ہے یہ ناانصافی ہے اور یہ شقی الازل ہونے کی علامت ہے ۔ لہٰذا میں مصلحین ملت بیضا کی خدمت عالیہ میں التماس کرتا ہوں ۔ کہ وہ افراد امت کو جہنم سے بچانے کے لئے جہاں توحید و رسالت کے مسائل بیان کرتے ہیں ۔ جہاں نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ اور باقی امور دینیہ پہ روشنی ڈالتے ہیں ۔ وہاں ان کا یہ بھی فرض ہے ۔ کہ عقوق والدین کے نہایت سنگین جرم کے خلاف اپنے دل و دماغ کی تمام قوتوں کو صرف کریں ۔ کائنات کے خطباء اپنی سحر بیانی سے ۔ ادباء اور شعراء اپنی نکتہ آفرینیوں اور زور قلم سے ۔ اور مفسرین قرآن اپنی تفسیروں اور صبح و شام کے درسوں میں حقوق والدین پہ پورا پورا زور دیں تاکہ موجودہ زمانے کا نوجوان جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچ جائے ۔ اور مظلوم والدین کی پستی بھی شاید بلندی سے بدل جائے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں اپنا نکاح گواہ کے بغیر (چوری چھپے) کرلیں وہ حرام کار ہیں ۔ (ترمذی: ۱۱۰۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۵- شعبان ۱۳۷۶ھ - ۸- مارچ ۱۹۵۷ء

خلاصہ تعلیم قرآن

اور

اسمیں کامیابی حاصل کرنے کا فقط دو ذریعے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

یہ قاعدہ ہے کہ ہر اجمال کی ایک تفصیل ہوتی ہے اور ہر تفصیل کا ایک اجمال بھی ہوسکتا ہے - مثلاً اگر انسان کے ظاہری اور اندرونی اجزا شمار کئے جائیں - تو میرا خیال ہے - کہ بیسیوں ہو جائینگے - اور اگر ان بیسیوں کو اجمال میں ضبط کرنا چاہیں تو فقط یہ لفظ کافی ہے - کہ یہ انسان ہے یا مثلاً اگر ایک ضخیم کتاب کی سطریں - جملے - مفردات - مرکبات اور حروف گننا چاہیں تو بلا مبالغہ لاکھوں تک تعداد پہنچ جائے گی - اور اگر ان لاکھوں اجزا کو اجمال میں ذکر کرنا چاہیں - تو فقط ایک کتاب کا لفظ کافی ہے - علی ہذا القیاس اگر قرآن مجید کی تفصیل بیان کرنا چاہیں تو ہزاروں عنوانات شمار کئے جا سکتے ہیں - اور اگر ان تمام عنوانات کا اجمال معلوم کرنا چاہیں تو بآسانی اور بلا خوفِ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ سارے قرآن مجید کا

خلاصہ "حصول رضاء الٰہی" ہے

اس کا ثبوت

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ سورہ الانعام رکوع ۱۹ پارہ ۸

ترجمہ - کہدو - بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے - اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور مَیں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں -

حاصل

یہ نکلا - کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ فقط اللہ تعالےٰ ہی کی رضاء طلبی کے لئے ہے -

ہر مسلمان کو حضور کی تابعداری کا حکم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ - کہدو - اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو - تو میری تابعداری کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے - اور تمہارے گناہ بخشے - اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

صحیح تابعداری کا معیار

جب حضور انورؐ کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے تو صحیح تابعداری کا معیار یہ ہوگا - کہ جس طرح آپ کا مقصد حیات فقط حصول رضاء الٰہی تھا - اسی طرح ہر مسلمان کا مقصد حیات بھی حصول رضاء الٰہی ہو جائے - جب انسان کی یہ نیت ہو جائے گی تو چونکہ آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق ہر عمل کا مدار اور اس کی نیت پر ہوتا ہے - لہٰذا جب ہر عمل حیات میں رضاء مولیٰ ہی مطلوب ہوگی تو ہر عمل نیکی کے کھاتے میں شمار کیا جائیگا - مقصد زندگی متعین ہونے کے بعد اب اس کے ذرائع پر غور کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں - ان

ذرائع کی دو قسمیں ہیں

پہلی فقط اللہ تعالےٰ کی عبادت

شواہد

۱

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ○

سورہ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳

ترجمہ - کہدو مجھے حکم ہوا ہے - کہ مَیں اللہ کی اس طرح عبادت کروں - کہ عبادت کو اس کے لئے خاص رکھوں -

۲

قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ ○

سورۃ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳ ترجمہ - کہدو - مَیں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں -

۳

قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (الآیہ) سورہ الانعام رکوع ۶ پارہ ۸

کہدو - مجھے منع کیا گیا ہے - اس سے کہ مَیں بندگی کروں - ان کی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو -

۴

قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا اُشْرِکَ بِہٖ اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ ○) سورہ رعد رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ - کہدو مجھے تو یہی حکم ہوا ہے - کہ اللہ کی بندگی کروں - اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں - اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے -

۵

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○)

سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱

ترجمہ - کہدو - اے لوگو - اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے - تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو مَیں ان کی عبادت نہیں کرتا - بلکہ مَیں اللہ کی عبادت کرتا ہوں - جو تمہیں وفات دیتا ہے - اور مجھے حکم ہوا ہے - کہ ایمانداروں میں رہوں -

پکارنا بھی عبادت ہے

اپنی حاجت روائی کے لئے کسی کو پکارنا بھی عبادت ہے - عربی میں پکارنے کو دعا کہا جاتا ہے - احادیث نبویہ سے اسکی تائید

پہلی حدیث

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ

ترجمہ - نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - دعا ہی تو عبادت ہے - پھر آپ نے (یہ آیت) پڑھی - اور تیرے رب نے فرمایا ہے - مجھے

پکارو۔ میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔

دوسری حدیث

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ۔

رواہ الترمذی۔ ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (در اصل) دُعا ہی تو عبادت کا گودا ہے یعنی عبادت میں اللہ تعالےٰ ہی کو پکارنا اور اس کی بارگاہ میں معروضات پیش کرنا ہوتا ہے۔

خلاصہ

دونوں احادیث سے یہ ثابت ہُوا۔ کہ دعاء (یعنی پکارنا) یہ بھی عبادت ہے۔ لہٰذا جس طرح اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اور اسے بھی شرک قرار دیا گیا ہے۔

۶

(وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ؕ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ؕ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ ترجمہ۔ اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو نہ پکارو۔ جو نہ تیرا بھلا کرے اور نہ بُرا۔ پھر اگر تو نے ایسا کیا۔ تو بے شک ظالموں میں سے ہو جائے گا۔ اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچاوے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے۔ تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے قبضے میں مخلوقات کا نفع یا نقصان نہیں ہے۔ اگر وہ انسان کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو کوئی دُور نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کسی کو آرام پہنچانا چاہے۔ تو کسی کو بھی روکنے کی مجال نہیں ہے

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات پر تحریر فرماتے ہیں "یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اس کی نسبت شکوک شبہات میں پھنسے ہُوئے ہو۔ تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں۔ جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں۔ کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے۔ اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے۔ بندگی کی جائے۔ ضروری ہے۔ کہ دل میں اس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو۔ اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیمؑ خلیل اللہ کا دین ہے۔ پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے جس طرح عبادت فقط اسی کی کریں۔ استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں۔ کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی بُرائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں۔ سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو ان کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہُوئے ظلم اعظم ہوگا۔

۷

(اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝) سورہ الاعراف رکوع ۱ پارہ ۹ ترجمہ۔ اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو۔ اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے۔

حاصل

یہ نکلا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو مت پکارو۔

معروضات کا خلاصہ

اس خطبہ کی ابتدا میں عرض کیا گیا تھا۔ "حصول رضاء الٰہی" حاصل کرنے کے لئے جو ذرائع ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی اللہ تعالےٰ کی عبادت قرار دی گئی تھی۔ اس عبادت کے مسئلہ کا اعتقادی پہلو اسوقت تک پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اب اس کا عملی پہلو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

عبادت کا عملی نظام الاوقات

جو کام کرنے چاہئیں

نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا

(وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۱۳ پارہ ۱ ترجمہ۔ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور جو کچھ نیکی سے اپنے واسطے آگے بھیجو گے۔ اُسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو۔ سب دیکھتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت نماز فرض ہے۔ یہ یاد رہے۔ کہ بالغ کا نماز ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کی سزا دوزخ ہے۔ اگر بے نماز کا توحید خداوندی کا عقیدہ صحیح ہوگا جس کی تفصیل اس سے پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گی۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو۔ اور وہ ادا نہ کرے تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اگر توبہ کئے بغیر مریگا تو اس کی سزا بھی دوزخ ہے۔ اگر توحید خداوندی کا عقیدہ اس کا صحیح ہوگا تو بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گا۔

روزے کا فرض ہونا

(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲ ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

ہر بالغ مرد اور عورت پر روزہ فرض عین ہے۔ اگر بلا عذر شرعی ترک کریگا تو گناہ کبیرہ کا ہوگا۔ اگر توبہ کے سوا مرگیا۔ تو اس کی سزا دوزخ ہوگی۔ اگر ایمان سلامت ہوگا۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئے گا۔

حج فرض ہے

(وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ

سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۱۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا اللہ کا حق ہے۔ جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور جو انکار کرے۔ تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پروا ہے۔

جس شخص کے لئے حج کے فرض ہونے کی شرطیں پائی جائیں۔ پھر وہ بلا عذر نہ جائے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ جس کی سزا دوزخ ہے۔ اگر عقیدہ توحید سلامت ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گا۔

فرائض کے علاوہ

نیکی کے دوسرے کام بطور نمونہ نیکی کا حکم کرو۔ برائی سے منع کرو

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط) الآیہ سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ۔ تم سب اُمتوں میں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو + اگرچہ اس آیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ کا ذکر ہے۔ چونکہ ہم مسلمان ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے مدعی ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی نیکی کا حکم کرنا۔ اور بُرے کاموں سے روکنے کا فرض انجام دینا چاہئے۔ تاکہ صحیح معنی میں ان کے جانشین کہلا سکیں۔

مسلمانوں کو کس سے دوستی رکھنی چاہئے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۸ پارہ ۶

ترجمہ۔ تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے ایماندار بندوں کو کن گناہوں سے بچنا چاہئے

۱

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بے شک وہ بے حیائی ہے۔ اور بری راہ ہے۔

۲ تا ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۷

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ شراب اور جُوا اور بُت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔

۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝) سورہ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کافروں کو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو۔

۶

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳۶ پارہ ۳

ترجمہ۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں۔ اور نہ ستاتے ہیں۔ انہیں کے لئے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے۔ اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

حصول رضاء الٰہی کا دوسرا ذریعہ حقوق العباد کی نگہداشت ہے

والدین کا حق

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پ ۱۵

ترجمہ۔ اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بُڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو۔ اور نہ انہیں جھڑکو۔ اور ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

مزید کہنے کی گنجائش نہیں

برادرانِ اسلام۔ اللہ تعالےٰ نے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا جو پروگرام بیان فرمایا ہے وہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی حاشیہ آرائی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

بیوی کا حق

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط) الآیہ

سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور انہیں (یعنی عورتوں کو) تکلیف دینے کے لئے مت روکو۔ تاکہ تم سختی کرو اور جو ایسا کرے گا۔ وہ اپنے اُوپر ظلم کریگا۔

حاصل

یہ ہے کہ اگر بیوی کو رکھنا چاہتے ہو۔ تو دستور کے مطابق عزت سے رکھو۔ ورنہ محض اسے تکلیف دینے کے لئے اپنے نکاح میں مت رکھو۔ جس طرح بعض ظالم انسان کرتے ہیں۔ کہ بیوی کو طلاق تو دیتے نہیں۔ اور اپنے آرام کی خاطر دوسری بیوی گھر میں لے آتے ہیں۔ ایسے ظالموں کو چاہئے۔ یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ ظلم رائیگاں جائے گا۔ اول تو دُنیا ہی میں انہیں اس ظلم کی سزا مل جائے گی ورنہ آخرت کے میدان میں تو احکم الحاکمین ان مظلوموں کی داد رسی یقیناً فرمائیں گے۔

اولاد کے حق میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝) سورہ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر فرشتے سخت دل قوی ہیکل مقرر ہیں۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو وہ انہیں حکم دے۔ اور وہ وہی کرتے ہیں۔ جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

حاصل

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کا فرض ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساٹھ سے کچھ اوپر شعبے ہیں اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (خاص کر) ان خواتین کے گھروں میں نہ جایا کرو جن کے شوہر کہیں باہر (سفر وغیرہ میں) گئے ہوئے ہوں کیونکہ شیطان (یعنی اس کے اثرات) سب میں اسی طرح (غیر مرئی طور پر) جاری ساری رہتے ہیں جس طرح لوگوں میں خون رواں دواں رہتا ہے۔ ہم نے عرض کیا اور کیا آپ میں بھی؟ آپ نے فرمایا اور مجھ میں بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اس معاملہ میں خاص مدد فرمائی ہے اس لیے میں محفوظ رہتا ہوں۔

کہ اپنے بچوں اور بیوی کو بھی دین کی تعلیم دلائے۔ تاکہ وہ دوزخ سے بچ جائیں

رشتہ داروں کا حق

(وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیدو۔ اور مال کو بیجا خرچ نہ کرو۔ بیشک بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگزار ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ ان مدات میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کیا جائے۔ اور جتنا مناسب ہو اتنا خرچ کیا جائے۔ نہ یہ کہ جس طرح دُنیادار نام و نمود کی خاطر رشتہ داروں کو شادیوں کے موقعہ پر خوب کھلاتے پلاتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کافی مقروض ہوگئے ہیں۔ پھر بعض اوقات جائیداد قرض میں قرق ہو جاتی ہے۔

عام مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت کا حکم

(وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝)

سورہ البقر رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ (کہ اس طرح کسی کا مال چھیننا جرم عظیم ہے)

ساری معروضات کا حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کا حق بجا لائے۔ اور مخلوقِ خدا کے حقوق کو بھی ادا کرے۔ یہ شخص اصلی سچّا اور کھرا مسلمان ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید کامل ہے کہ اس کی قبر بھی بہشت کا باغ ہوگی۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں حاضری کا شرف پائیگا۔ حوضِ کوثر سے اسے پانی پلایا جائیگا دوزخ سے بچ کر بہشت میں پہنچ جائیگا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴- شعبان ۱۳۷۶ھ ۱۵- مارچ ۱۹۵۷ء

انسانِ کامل کے چار اخلاق

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

امام المحدثین عمدۃ المحققین قدوۃ الصالحین کاشف اسرار الشریعۃ المصطفویہ اعنی الحضرۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی نے فلسفہ شریعت کی بے نظیر اور جامع کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ احکام شرعیہ میں انسان کے چار اخلاق کی تکمیل پیش نظر رکھی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ طہارۃ۔ انابت۔ سماحۃ۔ عدالت۔ یعنی انسان درجہ کمال تک تب پہنچتا ہے۔ جب ان چار اخلاق میں کمال حاصل کرے۔

اس کے بعد

وہ انسان کامل۔ رحمۃ للعالمین کا سچا متبع۔ مقبول بارگاہِ الٰہی۔ جنّت کا وارث ایسے القاب سے ملقب ہونے کا اہل سمجھا جائیگا۔

خلق طہارت

طہارۃ کی معنی پاکیزگی ہے۔ طہارۃ کی دو قسمیں ہیں۔ طہارۃ ظاہری اور باطنی طہارۃ ظاہری یہ ہے۔ کہ انسان کا ظاہری وجود بول و براز کی نجاست سے پاک ہو۔ طہارۃ ظاہری کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی استنزھوا من البول؛ ترجمہ پیشاب سے پرہیز کرو۔ کہیں بدن یا کپڑے پر اس کا کوئی قطرہ لگنے نہ پائے۔ پرہیز نہ کرنے والوں کے لئے یہ سزا فرمائی۔ "فان عامۃ عذاب القبر منہ؟" ترجمہ۔ پس تحقیق اکثر قبر کا عذاب اس گناہ کے سبب سے ہوتا ہے۔ اس سزا کے سننے سے معلوم ہوا۔ کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ گناہ کبیرہ کرنے والا توبہ کئے بغیر مرجائے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔

طہارۃ باطنی

یہ ہے کہ انسان کے دل کے اندر جو نجاستیں ہیں ان سے اس کا دل صاف ہو جائے۔ دل کی نجاستیں کئی طرح کی ہیں۔ برادرانِ اسلام کی اطلاع کے لئے ان کی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اطلاع پانے کے بعد اپنے دل کو ان نجاستوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ دل کو پاک کرنے کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃٌ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ؛ ترجمہ۔ بیشک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ خراب ہو جائے۔ تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا وجود ٹھیک ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ انسان کے سارے وجود کی اصلاح دل کی اصلاح پر موقوف ہے۔ دل کی نجاستوں کی تفصیل

(ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۱۰ پارہ ۷

ترجمہ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اپنے بندوں کو جس [illegible] ہے۔ اس پر چلاتا ہے۔ اور اگر یہ [illegible] کرتے۔ تو البتہ جو کچھ انہوں نے کیا [illegible] ضائع ہو جاتا۔

[illegible] حاصل

یہ نکلا کہ شرک کرنے سے انسان کی سب نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

دوسری

نجاست کفر ہے۔ (وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ج حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ ط اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝) سورۃ النساء رکوع ۳ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہے۔ جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں [illegible] کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ کفر کے سبب سے سب نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ شرک اور کفر کو دل کی نجاستوں میں شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ شرک اور کفر تو زبان سے یا دوسرے اعمال ہی سے ثابت ہوا کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ انسان کے اعمال اس کی ہیئات نفسانیہ کی شرح ہوتے ہیں۔ مثلاً حُبّ اور بُغض یعنی دوستی اور دشمنی در اصل دل [illegible] ہوتی ہے۔ البتہ اس کا ظہور ظاہری [illegible] ہی سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً آپ کا ایک دوست آیا۔ آپ کے دل میں جس کی محبت ہے۔ آپ سلام کا جواب دے کر اس سے کہیں گے۔ آج تو بڑا [illegible] مبارک دن ہے۔ کہ آپ تشریف [illegible] لائے۔ آپ کے تشریف لانے سے دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ اور اگر آپ کے دل میں آنے والے سے عداوت ہے تو اسے سلام کا جواب بھی غالباً نہیں دیں گے۔ اس کے بعد اسے کہیں گے۔ یہ [illegible] سے فوراً چلے جاؤ۔ میں تو تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

تیسری

نجاست نفاق اعتقادی ہے۔ یعنی بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے۔ مگر دل میں اسلام سے (نعوذ باللہ) نفرت ہے۔ اور کبھی کبھی زبان سے بھی ایسے الفاظ نکال دیتا ہے۔ جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کے دل میں اسلام کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ قرآن مجید میں چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا وحشیانہ اور غیر معقول ہے۔ قرآن مجید میں سود خواری کو جو حرام

کیا گیا ہے - یہ چیز غلط ہے - اس کے سوا قوین پنپ نہیں سکتیں وغیرہ وغیرہ -

چوتھی

نجاست ریا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - (اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیَ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ) ؟ ترجمہ بیشک سب سے بڑا خطرہ جو مجھے میری اُمّت کے متعلق ہے وہ چھوٹا شرک ہے - لوگوں نے عرض کی - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹا شرک کیا چیز ہے - آپ نے فرمایا - ریا + یعنی جو کام اللہ تعالےٰ ہی کے لئے کرنا چاہیئے تھا - اسے لوگوں کو دکھلانے کے لئے کیا جائے تاکہ لوگوں میں نام و نمود ہو اور لوگ تعریف کریں - آپ اندازہ لگائیں - کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑا خطرہ فرما رہے ہیں - وہ چیز کتنی خطرناک ہو گی - چونکہ اکثر مسلمان کتاب وسُنّۃ کی تعلیم سے ناآشنا ہیں - اس لئے نیکی کا کام جو کرتے ہیں - اس میں شیطان ریاء داخل کر دیتا ہے - اور جہالت کے باعث مسلمان کو نیکی کے کام میں اس زہر کے مل جانے کا احساس تک نہیں ہوتا - یہ سمجھتا ہے کہ میں نے بہت بڑا نیکی کا کام کیا ہے جو میری آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا - حالانکہ وہ کام بارگاہ الٰہی میں ریا کے باعث قبول ہی نہیں ہُوا -

مثلاً

۱

ایک دولتمند ایک عالی شان مسجد بناتا ہے - جس پر دل کھول کر روپیہ صرف کرتا ہے - اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے آخرت میں اس کے عوض بہشت میں محل عطا فرمائے گا - اور شیطان اس دولتمند کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ لوگوں میں میری شہرت بھی ہو جائیگی - کہ فلاں شخص نے بڑی عالیشان مسجد بنوائی ہے - یہی ریا ہے - اگر وہ دولتمند کسی عالمِ ربانی کا صحبت یافتہ نہیں ہے تو اس خیال کی تردید نہیں کریگا - نتیجہ یہ نکلے گا - کہ وہ مسجد ریا کے دل میں آنے اور اُس کی تردید نہ ہونے کے باعث بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوگی - اور اس دولتمند کو اجر تو نہیں دے گا - بلکہ اللہ تعالےٰ ناراض ہوگا - کہ میرا دیا ہُوا مال ریا کے طور پر کیوں خرچ کیا تھا

۲

ایک شخص کسی اسلامی کام میں دل کھول کر چندہ دیتا ہے - یہ چندہ اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے دیتا ہے - مگر شیطان اُس کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے - کہ لوگ مجھے اچھا یا نیک آدمی خیال کرینگے - بس یہی ریا ہے - اگر کسی اللہ تعالےٰ کے نیک بندے کا تربیت یافتہ ہوگا تو اسے رد کر دے گا - اگر رد نہ کیا - تو ریا کے باعث وہ چندہ نیکی میں شما نہیں ہوگا - بلکہ ریا کے باعث الٹا مجرم ہو جائے گا -

پانچویں

نجاست کبر ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کبر کی تفسیر (بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) بیان فرمائی ہے - ترجمہ - سچّی بات کے ماننے سے انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا - اور آپؐ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے - کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا - وہ بہشت میں نہیں جائے گا - (عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَنَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) رواہ مسلم -

ترجمہ - عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جس شخص کے دل میں ذرّے جتنا بھی کبر ہوگا - وہ بہشت میں نہیں جائے گا - پھر ایک شخص نے عرض کی - آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا [redacted] کا جوتا اچھا ہو - آپ نے فرمایا - بیشک اللہ تعالےٰ حسین ہے - اور حُسن کو پسند فرماتا ہے - کبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے - اللّٰھم اعذنا منہ

چھٹی

نجاست عُجب (خود پسندی) ہے - کہ اپنی کامیابی کو اللہ تعالےٰ کا فضل نہ سمجھے بلکہ اپنی محنت کا نتیجہ خیال کرے - [redacted] عُجب کا مریض تھا - وہ دولت کو اور اپنی دانائی کا نتیجہ خیال کرتا اس کی قوم میں سے اللہ کے نیک [redacted] اسے سمجھا رہے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے تمہیں یہ رزق دیا ہے - جب وہ عجب (خود پسندی) کے مرض سے تائب نہیں ہُوا - تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہُوا - اللہ تعالےٰ نے اس کو اور اس کے سب خزانوں اور اس کی جائداد کو زمین میں غرق کر دیا - فاعتبروا یا اولی الابصار

ساتویں

نجاست حسد ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - (اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ) ؟ ترجمہ بیشک حسد اس طرح نیکیوں کو کھا جاتا ہے - جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے -

دوسرا خلق اخبات

ہے - اخبات کی معنی عاجزی کرنا ہے - اس خلق کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے - (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۲۳) سورہ ہود رکوع ۲ پارہ ۱۲

ترجمہ - بیشک جو لوگ ایمان لائے - اور نیک کام کئے - اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کی - وہ جنت میں رہنے والے ہیں - وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے -

حاصل

یہ نکلا - کہ داخلہ جنّت کے لئے خُلق اخبات پیدا کرنا ضروری ہے -

نماز میں خلق اخبات

ہی کی مومن سے تکمیل کرائی جاتی ہے - (۱) تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ جوڑ کر اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے - (۲) مسنون دُعا میں اللہ تعالےٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کا اقرار کرتا ہے - سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ (۳) پھر دُنیا میں ہر خوبی اور بھلائی جو ہے آتی ہے - اس میں اللہ تعالےٰ ہی کی طرف منسوب کرکے اسی کی تعریف کرتا ہے - (وَبِحَمْدِکَ) (۴) فقط اللہ تعالےٰ ہی کی بزرگی کا اقرار کرتا ہے (وَتَعَالٰی جَدُّکَ) (۵) پھر اقرار کرتا ہے - کہ تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں ہے (وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ) (۶) پھر اپنے دشمن (شیطان) کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی پناہ لیتا ہے (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) (۷) پھر قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ اور اس کی دو صفات کا اقرار کرتا ہے - الرَّحْمٰنِ اور الرَّحِیْمِ جن کا مطلب یہ ہے - کہ اے اللہ سارے جہان میں عمومی اور خصوصی رحمتوں کا سرچشمہ فقط تیری ذات ہے - (۸) اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی کلام پاک (قرآن مجید) کی تلاوت شروع کرتا ہے - یہ آٹھ نمبر جو میں نے عرض کئے ہیں - [redacted]

سب کچھ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر انسان نے ادا کئے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرنے کا سبق پڑھایا جا رہا ہے (۹) پھر اللہ اکبر کہکر سر جھکا دیتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا رہا ہے۔ اس حالت میں بھی اپنی عاجزی اور اللہ جلّ شانہٗ کی عظمت کا عملی ثبوت پیش کر رہا ہے۔(۱۰) پھر رکوع میں اس امر کا اقرار کر رہا ہے کہ میرا رب عظمت والا ہر عیب سے پاک ہے۔(۱۱) پھر رکوع سے اُٹھ کر کھڑا ہونے کے وقت اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالےٰ کی تعریف کرے وہ اس کی تعریف کے کلمات کو ہرجائی ہونے کے لحاظ سے سُنتا ہے۔ گویا کہ نمازی یہ اقرار کر رہا ہے۔ کہ ہر جائی ہونے کی شان فقط میرے اللہ ہی میں ہے (سمع اللہ لمن حمدہ) (۱۲) اس اعلان کے بعد پھر خود اللہ تعالےٰ کی تعریف کرتا ہے۔ (ربنا لک الحمد) (۱۳) پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ سجدہ کرتے وقت یہ ثابت کرتا ہے کہ میرا خدا اس قدر عالی مرتبہ ہے۔ کہ میں اپنا سر جو اشرف الاعضاء ہے۔ اس کے سامنے زمین پر رکھتا ہوں۔ جو درجہ میں مجھ سے بہت ہی کمتر ہے۔ یہ تیرہ نمبر جو میں نے گنوائے ہیں۔ یہ نماز کی ایک رکعت کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اور انسان کو نماز کے پانچوں وقتوں میں اپنے اس عجز کا عملی ثبوت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

تیسرا خلق سماحت

ہے۔ سماحت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھائے۔ مگر ان نعمتوں کو دُنیا کی زندگی کا نصب العین نہ بنائے۔ زندگی کا نصب العین فقط رضاء مولیٰ ہی رہے۔ اور اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ تو ان نعمتوں میں سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے میں بھی صرف کرے۔ اس طریق کار سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ اس شخص کو اللہ تعالےٰ کی رضا دنیوی نعمتوں سے زیادہ محبوب اور مقصود ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں اسی خلق سماحت کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ یہ شخص اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی میں سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے پر نجات کا مدار

(لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْھِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا) سورہ النساء رکوع ۲۲ پ ۶

ترجمہ۔ لیکن ان (یہودیوں) میں سے جو علم میں پختہ ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ سو مانتے ہیں۔ اس کو جو تجھ پر نازل ہُوا۔ اور جو تجھ سے پہلے نازل ہو چکا ہے۔ اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم بڑا ثواب عطا فرمائینگے۔

حاصل

اس آیت مبارکہ میں اجر عظیم پانے والوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں ایک زکوٰۃ ادا کرنا بھی شمار کی گئی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا۔ کہ رضاء الٰہی کا تمغہ حاصل کرنے کی شرائط میں ایک مالی خرچ کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کیلئے زکوٰۃ کے ادا کرنے کی شرط

(وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ط فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ سورہ الاعراف رکوع ۱۹ پارہ ۹

ترجمہ اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے [illegible] رحمت ان کے لئے لکھونگا۔ جو ڈرتے [illegible] زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جو [illegible] ایمان لاتے ہیں۔ حصول رحمت [illegible] لئے یہ شرطیں در اصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لئے تجویز کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible] اُمت کے لئے حصول نجات [illegible] زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لئے بھی یہ شرط لازمی تھی۔

زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی سزا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَۃَ رواہ البخاری

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ مال دے۔ پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ قیامت کے دن اس کا مال اس کے لئے گنجے سانپ کی شکل میں بنادیا جائے گا۔ اس سانپ کی آنکھوں کے اُوپر دو نقطے سیاہ ہونگے۔ قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق کی طرح پڑ جائیگا۔ پھر اس کی دونوں باچھوں کو پکڑے گا۔ پھر (وہ سانپ) کہے گا۔ میں تیرا ہی مال ہوں میں تیرا ہی خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ۔ الآیۃ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَلَا فِضَّۃٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُکْوٰی بِھَا جَنْبُہٗ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَہٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا وَمِنْ حَقِّھَا حَلْبُھَا یَوْمَ وِرْدِھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ لَا یَفْقِدُ مِنْھَا فَصِیْلًا وَاحِدًا تَطَؤُہٗ بِاَخْفَافِھَا وَتَعَضُّہٗ بِاَفْوَاھِھَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ اُوْلٰھَا رُدَّ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا یَفْقِدُ مِنْھَا شَیْئًا لَیْسَ فِیْھَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُہٗ بِقُرُوْنِھَا وَتَطَؤُہٗ بِاَظْلَافِھَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ اُوْلٰھَا رُدَّ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْخَیْلُ قَالَ فَالْخَیْلُ ثَلٰثَۃٌ ھِیَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَھِیَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَھِیَ لِرَجُلٍ

أَجْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَّفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

(رواہ مسلم)

ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ جو شخص سونے یا چاندی کا مالک ہو - اور وہ اس کے [redacted] کو ادا نہ کرے - (یعنی زکوٰۃ نہ دے) قیامت کے دن اس کے لئے (اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی - جن کو آگ میں تپایا جائے گا - اور ان تختیوں سے اس کے پہلوؤں اور پیشانی اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا - اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائینگی - تو پھر [redacted] کی آگ میں گرم کیا اور تپایا جائیگا - اور پھر داغ دیا جائیگا - اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا - اور یہ دن جس روز ایسا کیا جائیگا - اتنا بڑا ہوگا - جس کی مقدار دُنیا کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوگی - یہاں تک کہ بندوں کا [redacted] کتاب ختم ہو جائیگا - اور بہشت میں جانے والوں کو بہشت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائیگا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کو سُن کر آپؐ سے پوچھا گیا - کہ یا رسول اللہ اونٹوں کا کیا حکم ہے - آپؐ نے فرمایا - اُونٹوں والا بھی اگر اُونٹوں کے حق (زکوٰۃ) کو ادا نہیں کرے گا - اور اُونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز اُن کو پانی پلایا جائے ان کا دودھ دوہا جائے (اور مسکینوں کو پلایا جائے) تو قیامت کے دن اُونٹوں کے مالک کو مُنہ کے بل اوندھا اُونٹوں کے سامنے ایک ہموار میدان میں ڈالا جائے گا - اور اُس کے سارے اُونٹ مع بچّوں کے وہاں موجود ہونگے - اور اونٹوں کا مالک ان میں سے ایک کو بھی کم نہ پائیگا یہاں تک کہ ایک بچّہ بھی کم نہ ہوگا - اور یہ اُونٹ اور بچّے جو خوب فربہ ہوں گے - اپنے پاؤں سے اپنے مالک کو روندیں اور کچلیں گے - اور اپنے دانتوں سے کاٹینگے - اور جب ان اونٹوں کی ایک قطار روند کر اور کچل کر اور کاٹ کر چلی جائے گی - تو دوسری قطار آئے گی، اور روندے اور کچلے اور کاٹے گی - اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا - اور یہ جس دن ہوگا - اس کی مقدار پچاس [redacted] کی ہوگی - یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا - اور وہ جنّت اور دوزخ کی جانب اپنی اپنی راہ اختیار کرلیں گے - آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گایوں اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہوگا - آپ نے فرمایا - گایوں اور بکریوں کے مالک کو جو ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے - قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں مُنہ کے بل ڈالا جائیگا - اور اس کی گائیوں اور بکریوں میں کچھ بھی کم نہ ہوگا - ان کے سینگ مڑے نہ ہوں گے نہ ٹوٹے ہونگے - اور نہ وہ منڈی یعنی بلا سینگ کی ہوں گی - یہ گائیں اور بکریاں اپنے سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی - اپنے کھروں سے کچلیں اور روندینگی - اور جب ایک قطار اپنا کام کرکے چلی جائیگی تو دوسری قطار آکر اپنا کام کرے گی - اور برابر اسی طرح ہوتا رہے گا - اور یہ جس دن ہوگا - اس کی مقدار پچاس [redacted] کی ہوگی - یہاں تک کہ بندوں [redacted] فیصلہ کیا جائے گا - اور وہ اپنی [redacted] راستوں کو جنّت اور دوزخ کی [redacted] اختیار کرلینگے - آپ سے سوال کیا گیا - یا رسول اللہ گھوڑوں کا کیا حکم ہے - آپؐ نے فرمایا - گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں - ایک تو آدمی کے لئے گناہ کا سبب ہوتے ہیں - [redacted] آدمی کے لئے پردہ ہوتے ہیں [redacted] آدمی کے لئے ثواب کا سبب [redacted] پس وہ گھوڑے جو گناہ کا سبب [redacted] ہیں بس شخص کے گھوڑے ہیں [redacted] کو اس نے اظہار فخر و غرور اور ریا کے لئے باندھا یا مسلمانوں سے دشمنی کے لئے اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے پردہ ہیں - اس شخص کے گھوڑے ہیں - جن کو اُس نے خدا کی راہ میں کام لینے کے لئے باندھا ہے - اور ان کی پشت اور گردنوں میں وہ خدا کے حق کو فراموش نہیں کرتا - یہ گھوڑے اُس شخص کے لئے پردہ ہونگے - اور وہ گھوڑے جو ثواب کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جن کو اس نے مسلمانوں کے لئے خدا کی راہ میں لڑنے کو باندھا - اور چراگاہوں اور سبزہ میں رکھا - اس چراگاہ اور سبزہ میں سے جس قدر وہ گھوڑے کھاتے ہیں اس کے حساب میں سبزہ کی مقدار کے موافق نیکیاں لکھی جاتی ہیں - اور [redacted] اور پیشاب بھی نیکیوں میں شمار ہوتا ہے - اور جو گھوڑا رسّی توڑ کر ایک یا دو میدانوں میں دوڑتا ہے - خداوند تعالےٰ اس کے قدموں کے نشانات اور لید کو بھی نیکیوں میں لکھتا ہے اور ان کا مالک جب ان کو نہر پر لے جاتا ہے - اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں - اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو - تو پانی کی مقدار کے موافق اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں - آپ سے عرض کی گئی - یا رسول اللہ گدھوں کا کیا حکم ہے - آپؐ نے فرمایا - مجھ پر گدھوں کا حکم نازل نہیں کیا گیا - مگر صرف یہ ایک جامع آیت فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

چوتھا خلق عدالت

عدل کی معنی انصاف کرنا ہے - اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسان پر جس جس کا کوئی حق ہے اسے انصاف سے ادا کرے - اس سے کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے - اور انصاف کرنے کے متعلق ارشاداتِ الٰہیہ ملاحظہ ہوں -

پہلا (لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

ترجمہ - اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو انصاف کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے -

دوسرا (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ الآیہ سورہ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۵

ترجمہ - اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو - اللہ کی طرف کی گواہی دو - اگرچہ اپنی جانوں پر ہو یا ماں باپ اور رشتہ داروں پر +

حاصل یہ ہے - کہ گواہی میں انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے - خواہ اپنے یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو -

دُعا - اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو صحیح معنی میں انسان بن کر دُنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے - اور انہیں اخلاق کے حامل ہو کر ہی دُنیا سے رخصت ہوں - آمین یا الٰہ العالمین -

خدام الدین لاہور ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۹ شعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء

قرآن مجید سے فیض حاصل کرنیکی شرائط

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام - قرآنِ مجید میں اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان ہو اور وہ نیک کام کرے تو اُس کی دنیا کی زندگی عمدہ گزرے گی۔ اور آخرت کی زندگی میں بھی ان نیک کاموں کی جزاء خیر پائے گا۔ یعنی اس کی آخرت کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

(مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝) سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴ ترجمہ: جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

شیخ الاسلام کی شہادت

اس آیت میں مومن کی دُنیا اور آخرت کی زندگی کے کامیاب ہونے پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ملاحظہ ہو۔ مذکورہ بالا آیت پر مولانا مرحوم نے یہ حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔" اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفاء عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے۔ کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے۔ بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں۔ بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی رُوح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی۔ قناعت و غنا قلبی، سکون و طمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حب الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

سچ ہے - اَهْلُ اللَّيْلِ فِىْ لَيْلِهِمْ اَلَذُّ مِنْ اَهْلِ اللَّهْوِ فِىْ لَهْوِهِمْ۔ اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اُٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے تو اُس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں۔ جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزیدار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا ہے۔ حَيَاتٌ بِلَا مَوْتٍ، وَغِنًى بِلَا فَقْرٍ وَّ صِحَّةٌ بِلَا سُقْمٍ وَمُلْكٌ بِلَا هُلْكٍ وَ سَعَادَةٌ بِلَا شَقَاوَةٍ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ وَ مَنِّهٖ اِيَّاهَا۔ تنبیہ اس آیت نے بتلایا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کرکے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں"۔ انتہیٰ

شرائط کی تفصیل

پہلی شرط ایمان ہے

قرآن مجید سے دونوں جہان کی خوشگوار زندگی کا نظام الاوقات معلوم ہونے کے بعد کامیاب ہونے کے لئے پہلی شرط ایمان ہے۔ جس شخص کو قرآن مجید کے متعلق اللہ کا کلام پاک ہونے کا ایمان و یقین نہیں ہے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

(اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ) سورۃ العنکبوت رکوع ۵ پارہ ۲۱ ترجمہ - کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بیشک اس میں رحمت ہے اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔

حاصل

آیت کا حاصل یہ نکلا کہ یہ قرآن مجید فقط ایمانداروں کے لئے رحمۃ اور نصیحۃ ہے یعنی بے ایمان ان دونوں نعمتوں سے محروم رہینگے۔

دُوسری شرط

اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر

(فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ) سورۃ قٓ رکوع ۳ - پارہ ۲۶۔ ترجمہ: پھر آپ قرآن سے اس کو نصیحت کیجئے۔ جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں "یعنی جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں۔ بکنے دو۔ اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں ہاں قرآن سُنا سُنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیئے۔ جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں ان معاندین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے"۔

حاصل

یہ نکلا کہ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر نہیں۔ وہ اس قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

تیسری شرط

اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرنے والے

(اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝ سورۃ یٰس رکوع ۱ پارہ ۲۳ بیشک آپ اُسی کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے۔ پس خوشخبری دے دو اس کو بخشش

ہ کی جو عزت والا ہے۔

حاصل

نکلا کہ اللہ تعالےٰ سے بن دیکھے والوں (اور اس کے احکام کی تعمیل والوں) کو بخشش اور عزت والے خوشخبری دے دو۔

چوتھی شرط

ۃ للعالمین کی اصطلاح میں زندہ ہونا

عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؕ

یٰس۔ رکوع ۵ پارہ ۲۳ ترجمہ

م نے نبی کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ں کے مناسب ہی تھا۔ یہ تو صرف اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ جو زندہ سے ڈرائے۔ اور کافروں پر الزام ہو جائے۔

حاصل

نکلا کہ قرآن مجید سے زندہ انسان ائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ور انورؒ کی اصطلاح میں زندہ کون ہے

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ كُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ وَالْمَيِّتِ متفق علیہ۔ ترجمہ

ابی موسیٰؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس شخص شال جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر کرتا۔ مثل زندہ اور مُردہ کی ہے۔ ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد شاغل ہے۔ وہ زندہ ہے۔ قاعدہ یہ کہ زندہ کی بات کو زندہ ہی سمجھ سکتا۔ اسی قاعدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات زندہ دل انسان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وہی ان پر عمل بھی کر سکتے ہیں۔ مُردہ انسان کو آپ ہزار مرتبہ سمجھائیں۔ کیا وہ کہ آپ کے حکم کی تعمیل کر سکتا ہے۔

پانچویں شرط

اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کو زندگی کا نصب العین

بنانے والے ہی قرآن مجید سے نفع

حاصل کرتے ہیں۔ (وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝)

سورۃ النمل رکوع ۶۔ پارہ ۲۰ ترجمہ

اور نہ تو اندھوں کو اُن کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتا ہے۔ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں۔ سو وہی ماننے والے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے احکام کو دل سے مانتے ہیں۔ ان ہی کو سُنا کر راہِ راست پر لا سکتے ہیں اور جو لوگ گناہ کرتے کرتے اپنے باطن کے نورِ فطرۃ کو کھو چکے ہیں اور باطن کے اندھے ہو گئے ہیں۔ وہ کب راہِ راست پر آ سکتے ہیں۔

نتیجہ

مذکورۃ الصدر شرائط کو پورا کر کے قرآن مجید پر عمل کیا گیا تو وہی نتیجہ نکلیگا جو خطبہ کے ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس شخص کی دُنیا کی زندگی بھی عمدہ۔ فرحت بخش اور راحت رساں گزرے گی۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی بھی آرام دہ اور خوشگوار ہو جائیگی انشاء اللہ تعالےٰ اس شخص کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی شرفیابی حاصل ہوگی۔ اسے حوضِ کوثر سے پانی پلایا جائے گا۔ اس شخص کو قیامت کے پچاس ہزار سالہ دن میں پھر پیاس نہیں لگے گی۔ اور اس شخص پر قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن چار رکعت فرض کی دیر میں گزر جائے گا۔ یعنی اس کے خیال میں اتنی لمبی مُدّت اتنی دیر میں گزر جائے گی۔ جتنی دیر میں چار رکعت فرض ادا کیا کرتا تھا۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچا لے گا اور بہشت میں داخل فرما دے گا۔ ورنہ

قرآن مجید کی مخالفت

کرنے والوں کو دُنیا اور آخرۃ میں یہ سزا ملے گی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝

سورۃ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶ ترجمہ

اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا۔ تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اُسے قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔ کہیگا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائیگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھی پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا ہے۔

فرمانِ الٰہی بالکل ٹھیک ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

سورہ انعام رکوع ۱۴ پارہ ۸ ترجمہ

اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

لہٰذا

جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن مجید کی مخالفت کرنے والوں کی دنیا کی زندگی تلخ گزرے گی۔ اور ان لوگوں کو قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فرمان کو دل سے سچا مانے۔ واقعہ بھی یہی ہے۔ میں درس قرآن مجید اور بعض اوقات جمعہ کے خطبہ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ایک شخص کی دنیاوی زندگی کا یہ ٹھاٹھ ہو کہ اڑھائی لاکھ روپے کا بنگلہ تعمیر شدہ ہو۔ جس میں اس شخص کا قیام ہو۔ پچاس ہزار کی موٹر ہو۔ گھر میں بیگم صاحبہ بھی ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اولاد بھی دے رکھی ہو۔ بنگلے کے آگے چمن ہو۔ جس میں مالی کام کر رہا ہو۔ میاں صاحب کے گھر کا مستقل دھوبی ہو۔ خانساماں اور بہرے خدمتگاری کے لئے ہر وقت دستہ بستہ حاضر رہتے ہوں اور اس گھر میں دین کا نام و نشان نہ ہو۔ گھر میں نہ کوئی نماز پڑھتا ہے۔ نہ کوئی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ نہ کسی کو صحیح کلمہ ہی آتا ہے۔ غرضیکہ دین اسلام کی کوئی علامت اس گھر میں نہیں ہے۔ میں اپنے اللہ کے فرمان کے مطابق قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر تمہاری بیوی بیگم صاحبہ کی سہیلی بن جائے اور میاں صاحب تمہارے مخلص یار بن جائیں۔ پھر اس گھر کے پوشیدہ حال تمہیں معلوم ہوں۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ان لوگوں کی زندگی کتنی تلخ گزر رہی ہے ناسور کے مریض کی طرح بظاہر بدن پر کوئی زخم نہیں ہے اور کپڑے بھی صاف ستھرے اور قیمتی ہیں مگر ناسور والا زخم اندر ہی اندر جان کو کھا رہا ہے۔ مریض کو نہ دن میں چین ہے نہ رات کو۔

لاہور کے بے دین قرآنمجید کی مخالفت کرنے والے امراء کی زندگی کا نقشہ

جو واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ بالکل

صحیح ہے - امرتسر کے مہاجرین میں سے ایک ڈاکٹر صاحب میرے دوست ہیں - ماشاء اللہ بڑے پکے دیندار - درس قرآن مجید میں روزانہ تشریف لانے والے اور بڑے پکے نمازی ہیں - ان کا بیان ہے کہ لاہور کا چکلہ جسے ٹبی بازار کہتے ہیں - ایک دن وہاں نماز مغرب سے ذرا پہلے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے میں گیا - جب مریض سے فارغ ہو کر میں باہر نکلا تو ٹبی بازار کے باہر بڑی بڑی قیمتی موٹریں وہاں کھڑی تھیں - میں نے دریافت کیا کہ کیا ان قیمتی موٹروں والے رات کو چکلے میں آتے ہیں - مجھے جواب ملا - وہ خود نہیں آتے - بلکہ ان موٹروں پر رنڈیوں کو اپنے بنگلوں میں شب باشی کے لئے منگواتے ہیں - میں نے یہ واقعہ دوستوں کی ایک مجلس میں بیان کیا تو ان میں سے میرے ایک عزیز دوست جو ایم اے ہیں - انہوں نے کہا - مولوی صاحب جن موٹروں پر رنڈیوں کو یہ منگواتے ہیں - انہیں موٹروں پر ان کی بیٹیاں زنا کرانے کے لئے جاتی ہیں - علیٰ ہذا القیاس قرآنمجید کی مخالفت کرنے والے بے دین امراء کے اور بھی واقعات مجھے معلوم ہیں - مگر طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کرتا -

مملکت پاکستان کے ایک موجودہ مرکزی وزیر کا بیان

خان بہادر حاجی مولا بخش صاحب شکارپوری جو آج کل مرکزی حکومت کے وزیر منتخب ہوئے ہیں - میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ حاجی صاحب ایک پکے اور سچے اسلام کے بہی خواہ اور اسلام کا درد دل رکھنے والے مسلمان ہیں اور ماشاء اللہ بڑے سمجھدار ہیں اور انکی عادت ہے کہ بڑے سے بڑے افسروں کو بھی سچی بات کہہ دیتے ہیں اور اپنے اصول کے بڑے پکے ہیں - اب خان بہادر صاحب کا بیان سُنئے جو انہوں نے مجھے خود سنایا - اس سے پہلے بھی وزیر رہ چکے ہیں فرمایا کہ ایک مرتبہ جب میں وزیر تھا میں دفتر میں بیٹھ کر کام کر رہا تھا - ایک نواب صاحب کا ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا - کہ نواب صاحب آپ کی خدمت کر دیں گے - آپ ان کا فلاں کام کر دیجئے میں نے کہا کہ میں نواب صاحب کا کام کر دوں گا - اور کچھ نہیں لوں گا - تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص پھر کہتا ہے کہ نوابصاحب کا کام آپ کر دیں - نواب صاحب آپ کی خدمت کر دیں گے - میں چونکہ اپنے کام میں مصروف تھا - اس لئے اس نے سمجھا کہ شاید اس لئے میں تاخیر کر رہا ہوں کہ کچھ وصول کروں - پھر اس شخص سے رہا نہ گیا پھر تیسری مرتبہ مجھے کہا کہ آپ نواب صاحب کا کام کر دیں - نواب صاحب آپ کی خدمت کریں گے - پھر مجھے غصّہ آ گیا - میں نے کہا میں رشوت اس لئے نہیں لیتا کہ میں اپنی بیوی سے زنا نہیں کرانا چاہتا - جو لوگ رشوتیں لیتے ہیں - ان کی بیویاں زنا کراتی ہیں - اے قرآن مجید کے مخالفت کرنے والو اور رشوتیں کھانے والو - یہ بیان کسی مولوی صاحب کا نہیں ہے - یہ تم ہی میں سے ایک ہے جو اپنا تجربہ بیان کر رہا ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار

اے قرآن مجید کی مخالفت کرنے والو!

ہوش سے کام لو - آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تم کیا کر رہے ہو - کدھر جا رہے ہو یاد رکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے غلام علماء کرام تمہیں پکار پکار کر اللہ کے دروازے کی طرف بلا رہے ہیں اور تم اُن حق پرست علماء کرام کی توہین کر رہے ہو - کیا تم نے لاہور میں یہ پروپیگنڈا نہیں کر رکھا - مولوی بڑے بے ایمان ہیں -

فقط تین خیر خواہ

اے قرآن مجید کی مخالفت کرنے والو یاد رکھو - تمہارے فقط تین خیر خواہ ہیں - نمبر اوّل - اللہ تعالےٰ جو تمہارا پیدا کرنے والا ہے نمبر دوم - رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر تمہارے اندر ایمان ہوا تو حضور ہی قیامت کے دن تمہاری شفاعت کریں گے - نمبر تین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کے سچّے خادم علماء کرام جو چاہتے ہیں کہ تم دیندار بن جاؤ تاکہ تم سے خدا تعالیٰ راضی ہو - اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہو کر جاؤ - تمہارے خیر خواہ فقط یہی علماء کرام ہیں جو تمہیں محض تمہاری بھلائی کی خاطر سیدھا راستہ سمجھا رہے ہیں - تم ان کی توہین بھی کرتے ہو - پھر بھی وہ تمہاری خیر خواہی سے باز نہیں آتے

ورنہ یاد رکھو

اگر تم نے حق پرست علماء کرام کی آواز حق پر لبیک نہ کہی تو وہ دن آنے والا ہے جس دن کا یہ نقشہ ہے - اَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝ سورۃ المومنون پارہ ۱۸ ترجمہ - کیا تمہیں آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں - پھر تم جھٹلاتے تھے - کہیں گے اے ہمارے ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی ہم لوگ گمراہ تھے - اے رب ہمارے اس سے نکال دے - اگر پھر کریں تو ظالم ہونگے - فرمائیگا - اس میں (دوزخ میں) ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو

اے قرآن مجید کی مخالفت کرنے

اس مخالفت اور بے دینی کا انجام ہوگا - اگر تم میں عقل ہے تو سوچ لو کدھر جا رہے ہو اور اس کا انجام کیا ہے

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۶ر شعبان ۱۳۷۶ھ ۲۹ر مارچ ۱۹۵۷ء

خصائص القرآن

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خصوصیت رکھی ہے۔ اور خصوصیت وہ چیز ہوتی ہے۔ جو سوائے اس کے اور کہیں نہ پائی جائے۔ مثلاً دیکھنا آنکھ کی خصوصیت ہے۔ بولنا زبان کی خصوصیت ہے۔ سننا کان کی خصوصیت ہے۔ پکڑنا ہاتھ کی خصوصیت ہے۔ چلنا پاؤں کی خصوصیت ہے۔ علاوہ اس کے یہ چیز بھی مسلم ہے کہ بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایک خصوصیت رکھی ہے۔ اور بعض میں ایک سے زاید خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً پانی کو دیکھئے۔ پینے کے کام بھی آتا ہے۔ نہانے کے کام بھی آتا ہے۔ کپڑے دھونے کے کام بھی آتا ہے۔ مویشیوں کے پلانے کے کام بھی آتا ہے۔ پھل دار درختوں کی نشوونما اور ان سے پھل پیدا کرنے کا باعث بھی بنتا ہے۔ کھیتیاں پانی ہی کے سبب سے نشوونما پاتی ہیں۔ اور بارآور ہوتی ہیں۔ باغات اسی کی بدولت ہزارہا من پھل پیدا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس مثال سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پانی میں بہت سی خصوصیات رکھی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار خاصیتیں رکھی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ انسان کے لئے ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ البتہ چند خاصیات بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی خصوصیت

آج سطح زمین پر سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔

دلیل ۱

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا) الآیۃ سورۃ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۷

ترجمہ:۔ اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے۔ ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں۔ اور تاکہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائے۔

حاصل

یہ نکلا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور بابرکت ہے اور اس کی تعلیم پہلی تمام کتب سماویہ کے موافق ہے۔

دلیل ۲

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) سورۃ الانعام رکوع ۱۹ پارہ ۷ ترجمہ اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے۔ سو اس کا اتباع کرو۔ اور ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کی تابعداری کا اس طرح حکم فرما رہا ہے۔ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کو حکم دیتا ہے کہ میرے ملک میں میرے نافذ کردہ قانون کی تابعداری کرو۔ تابعداری کرو گے۔ تو تم پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ اور تم پر (دنیا اور آخرت میں) رحم کرے گا۔

دلیل ۳

(كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ) سورۃ ابراہیم رکوع ۱ پارہ ۱۳۔ ترجمہ:۔ یہ ایک کتاب ہے۔ ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف غالب تعریف کئے ہوئے کے راستہ کی طرف نکالے

حاصل

یہ نکلا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ انسان کو رضاء الٰہی کے تابع ہو کر جینے میں تین حجاب (انہیں پردے کہا جائے۔ یا ظلمتوں کے نام سے تعبیر کیا جائے۔ دونوں تعبیریں صحیح ہیں) ہیں۔ حجاب طبع۔ حجاب رسم۔ حجاب سوء معرفۃ۔ انسان جب ان حجابات سے نکلتا ہے۔ تب شریعت کے تابع ہو کر چلتا ہے حجاب طبع یہ ہے کہ انسان کی اپنی طبیعت شریعت پر چلنے میں آڑے آتی ہے۔ حجاب رسم یہ ہے کہ رائج شدہ رسمیں ہیں۔ انسان ان کی مخالفت نہیں کر سکتا (مثلاً انسان جانتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر باجے بجانا شریعت میں حرام ہیں مگر برادری میں رسم ہونے کے باعث بیٹے کے بیاہ پر باجے بجواتا ہے) حجاب سوء معرفت یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ مثلاً جو اس کا استاد ہے۔ اس نے اسے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے صحیح احکام ہی نہیں بتلائے بلکہ اس کو غلط تعلیم دی ہے۔ اگر ظلمت کی یہ معنی لی جائے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تعلیم کی برکت سے انسان ان تینوں حجابات سے نکل جاتا ہے۔ اور پھر شاہنشاہ حقیقی عزاسمہ وجل مجدہ کے احکام پر خوشی سے عمل کرنے کے لئے تیار اور کمربستہ ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

دلیل ۴

(تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) سورۃ حم السجدۃ رکوع ۱ پارہ ۲۴۔ ترجمہ:۔ (یہ کتاب) بڑے مہربان نہایت رحم والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن (جس کا تقاضا یہ ہے کہ مومن اور کافر مشرک اور موحد پر یکساں احسان فرمائے۔ مثلاً کھانے

پینے، پہننے۔ اولاد وغیرہ دینے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم (جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری کوشش کرنے والوں میں سے حسب سعی اور حسب جدوجہد مرتبے عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ) کا تقاضا یہ ہوا کہ انسان کی دستگیری کے لئے قرآن مجید نازل کیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے۔

خصوصیت ۲

سوائے قرآن مجید کے خدائے قدوس کا عندیہ بتلانے والی کوئی کتاب سطح زمین پر موجود نہیں۔

ثبوت ۱

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۷ پارہ ۲

ترجمہ:۔ ایسے ہی اللہ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم غور کرو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنا عندیہ (جو اس کے ہاں انسانوں کے لئے مفید ہے) قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے

ثبوت ۲

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۳۱ پارہ ۲

ترجمہ:۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ پرہیز گار ہو جائیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے اپنے احکام (جو ان کے لئے مناسب ہیں) قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔ (یعنی ہر اس کام سے پرہیز کریں۔ جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

ثبوت ۳

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ) سورۃ آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴

ترجمہ:۔ اسی طرح اللہ تم پر اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام خود ہی تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے تاکہ تم تمام غلط راستوں سے ہٹ کر ایک سیدھے راستہ پر آجاؤ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

خصوصیت ۳

سوائے قرآن مجید کے اور دنیا کی کسی کتاب کے متعلق یہ اعلان خداوندی نہیں ہے تمت کلمہ صدقاً و عدلاً۔

(وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا)

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ:۔ اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس معاملہ اور جس شعبۂ حیات کے متعلق جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں انتہا درجہ کی سچائی اور انتہا درجہ کا انصاف ہے۔ اسی اعلان کی تصدیق کے لئے خصوصیت ۴ سے ۷ پیش کی جا رہی ہیں۔

خصوصیت ۴

قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم تمام قوموں کی اخلاقی تعلیم سے بلند تر ہے۔

(وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُھُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ۝) سورہ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸۔

ترجمہ:۔ اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں۔ جو ان سے وعدہ کیا ہے۔ بُری بات کے جواب میں وہ کہو۔ جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دیں۔ لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں۔ جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور ان کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر کافی سزا دی جائے گی۔ آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا۔"

اخلاق کے بلند کرنے کے لئے کتنی اعلیٰ تعلیم ہے

کہ کافر اسلام کے خلاف یا رحمۃ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو نقصان دہ اور اشتعال انگیز کوششیں کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں سختی نہ کی جائے۔ بلکہ حسن سلوک اور حسن تدبیر سے کام لیا جائے۔ اگر اقوام عالم دائرۂ اسلام میں آ جائیں۔ اور قرآن مجید کی اس اخلاقی تعلیم کو اپنا لیں۔ تو تمام اقوام عالم کی لڑائیاں ختم ہو سکتی ہیں اور دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ بلکہ بہشت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

یعنی بہشت وہ جگہ ہے۔ جہاں انسان کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ وہاں کسی کی کسی سے پرخاش نہیں ہوگی۔

اب کیا ہو رہا ہے

اب دنیا میں یہ ہو رہا ہے کہ ہر طاقتور قوم چاہتی ہے۔ کہ میں کمزور قوم کو مار دھاڑ کر کے غلام بنا لوں۔ اور اس ملک کی ساری دولت پر میرا قبضہ ہو جائے۔ اسی ہوس ملک گیری کا تماشا آپ نے چند روز ہوئے۔ کہ مشاہدہ کیا ہے۔ فرانس برطانیہ اور اسرائیل نے مل کر مصر پر حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مصری حکام اور عوام کو اللہ تعالیٰ نے وہ تدبیر سجھائی۔ کہ ان تینوں ظالم طاقتوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ نہر سویز میں کئی جہازوں کو غرق کر کے جہازوں کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ اور جنرل عبدالناصر نے پبلک کو عام ہتھیار تقسیم کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پورٹ سعید کے مسلمانوں نے برطانیہ کی جنگی چھاتہ فوج اتری تھی سب کو واصل جہنم کر دیا۔ مصری مسلمانوں نے موت کے منہ میں اپنے آپ کو دے

کر اپنی مملکت کو بچا لیا۔ یہ کرتوت اسی برطانیہ اور فرانس کی ہے۔ جو آج کل تہذیب جدید کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ دنیا میں امن فقط اسلام قائم کر سکتا ہے۔ میرے اس خیال کی تصدیق انہیں سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔ جو اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ اور ان علمبرداران تہذیب کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔

بھارت میں تہذیب جدید کا سب سے بڑا علمبردار

پنڈت نہرو بھی کشمیری مسلمانوں پر اسی ہوس ملک گیری کے باعث بے پناہ مظالم کر رہا ہے باوجود اس کے کہ وہ پنڈت ہے۔ یعنی ہندو قوم کا مذہبی راہ نما ہے۔ اسے چاہیئے تھا کہ غریبوں پر رحم کا سبق پڑھاتا۔ مگر چونکہ وہ بیرسٹر ہے اس لئے ہوس ملک گیری اور غریبوں اور بیکسوں کو مار دھاڑ کر کے اپنا غلام بنانے کا سبق لندن سے پڑھ کر آیا ہے۔

خصوصیت ۵

قرآن مجید کی معاشرتی تعلیم تمام اقوام عالم کی معاشرتی تعلیم سے بلند تر ہے۔

(یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶۔

ترجمہ:۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "اکثر غیبت، طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا منشاء کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیزگار ہو۔ اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کر دے۔ وہ ایک موہوب شرف ہے۔ جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے۔ لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال و فضیلت کا ٹھیرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے۔ اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں۔ تقویٰ اور طہارت ہے۔ اور متقی آدمی دوسروں کو کب حقیر سمجھے گا"

کیا دنیا کی کوئی قوم معاشرت کا یہ قانون پیش کر سکتی ہے

تہذیب کی سب سے بڑی علمبردار قوم انگریز کی یہ معاشرت تھی۔ کہ جن ہندوستانیوں کو مشنری عیسائی بناتے تھے وہ اس گرجا میں عبادت کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ جو ان انگریزوں کا تھا۔ جو لندن میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انگریز کے تمدن میں یہ چیز بھی تھی۔ کہ انگریز کے گھر میں جو بچہ لندن سے باہر کسی جگہ پیدا ہو۔ اس کے وہ حقوق نہیں تھے۔ جو لندن میں پیدا ہوا ہو۔ اس تفریق کا یہ نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں جو انگریز ملازم ہوتے تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو وضع حمل کے لئے لندن بھجوا دیتے تھے۔ تاکہ بچہ وہاں پیدا ہو۔ اور وہاں کے حقوق اسے حاصل ہوں۔

سنت نبوی میں اسی قانون کی ایک مثال

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض وفات میں ایک لشکر بھیجنا تجویز فرمایا۔ جس میں بڑے بڑے صحابہؓ کرام تھے۔ اور اس لشکر کا امیر اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تجویز فرمایا۔ یہ اسی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔ وہ دراصل غلام نہیں تھے۔ انہیں بچپن میں کوئی بردہ فروش اٹھا کر لے آیا تھا۔ اور اسے مکہ معظمہ میں آکر بیچ دیا تھا۔ بہرحال لوگوں میں مشہور یہی ہو گیا تھا کہ زید آزاد شدہ غلام ہے۔ اس کے صاحبزادے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا افسر مقرر کرتے ہیں۔ اور قریشی اور انصاری صحابہ کرامؓ کو اس کی زیر کمان کیا جاتا ہے۔ اور سب طیب خاطر سے اس کی سیادت کو منظور فرماتے ہیں۔

اسی سیادت پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی مہر تصدیق

یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ اتنے بڑے لشکر کو باہر نہ بھیجا جائے۔ ممکن ہے اس انقلاب کے وقت کسی طرف سے کوئی دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا تھا۔ میں اسے سرنگوں نہیں کر سکتا چنانچہ وہ لشکر اس مہم پر بھیج دیا گیا جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اخلاق کس قدر بلند ہو گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے سامنے کس قدر طیب خاطر سے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَتْبَاعِهِمْ۔

خصوصیت ۶

اقتصادی زندگی میں قرآن مجید کی ہدایات

پر عمل

(وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)
سورۃ البقر رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ:- اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاصل

یہ ہے کہ کسی کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اور نہ ناجائز طور پر حکام سے صادر کرا کر گھر میں لے آؤ۔

دوسری

(وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ:- اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو۔ اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اپنے مال کو مستحقین پر بیشک خرچ کرو۔ مگر فضول خرچی نہ کرو جیسا تقسیم ملک سے پہلے مسلمان ہندوؤں کو ۱۷ لاکھ روپیہ ماہوار سود دیا کرتے تھے۔ جب سود اتنا تھا تو قرض تو کروڑوں روپیہ ہوگا۔ یہ قرض مسلمان بھوکے مرتے نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اکثر شادی اور غمی کی فضول رسموں پر خرچ کرنے کیلئے ہندوؤں سے لیا کرتے تھے۔ پاکستان بننے سے مسلمانوں کو ایک نعمت یہ نصیب ہوئی کہ کروڑہا روپیہ کا قرض بیباق ہو گیا۔ ورنہ قیامت تک مسلمانوں کی نسلیں بھی اس قرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتی تھیں۔

تیسری

(وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ:- اور ماپ پورا بھر دو۔ جب ماپ کر دینے لگو اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ بہتر ہے۔ اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ ماپ اور تول پورا کر کے دو تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اگر اس طرح کیا جائے تو لوگوں کو اس کی دیانت داری پر یقین ہو جائے گا۔ اور لوگ اسی کی دکان پر آئیں گے اور اگر دھوکہ دینا شروع کیا تو لوگ اس کی بد دیانتی پر مطلع ہو کر خرید و فروخت چھوڑ دیں گے اور بد دیانتی کا انجام بُرا ہوگا۔

خصوصیت ۷

قرآن مجید کے سوا دنیا میں کوئی آسمانی کتاب نہیں۔ جو انسان کی سیاسی رہنمائی کرنیوالی ہو

سیاسی ہدایات

۸

بنی اسرائیل کا پیغمبر وقت سے سیاسی راہنما کا مطالبہ

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ) الآۃ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:- کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰؑ کے بعد نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا۔ کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو۔ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔

اس مطالبہ پر حضرت طالوت کا من جانب اللہ انتخاب

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ) سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:- ان کے نبی نے ان سے کہا۔ بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔

اس انتخاب پر بنی اسرائیل کا اعتراض

(قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ) الآیۃ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:- انہوں نے کہا۔ اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس سے ہم ہی سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اسے مال میں بھی کشائش نہیں دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کے انتخاب صحیح کے وجوہ

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ) سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:- پیغمبر نے کہا۔ بیشک اللہ نے اسے تم پر پسند فرمایا ہے۔ اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے۔ اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں۔ اور سلطنت کی بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت ہوتی جس میں طالوت تم سے افضل ہے"۔

انتخاب صحیح پر نزول برکات

(وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:- اور بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہا۔ کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آئے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان ہے۔ اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ ان میں سے جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اولاد چھوڑ گئی تھی۔ اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لئے پوری نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

حاشیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا۔ اس میں تبرکات تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے۔ اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا۔ جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا۔ تو یہ کیا۔ کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے۔ ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا۔ فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے"۔

مشتے نمونہ از خروار

قرآن مجید کی جو خصوصیات پیش کی

گئی ہیں۔ یہ بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہیں۔ اور سیاسی ہدایات کا بھی فقط ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ سیاسیات کا بھی قرآن مجید میں ایک وسیع باب ہے جس میں فوجوں کے متعلق ہدایات۔ اصولِ جنگ۔ جرنیلوں کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔

دُعا

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو شاہنشاہی حقیقی کے اس فرمان پر صحیح طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الٰہ العلمین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس ایک غلام لے کر تشریف لائے جو انہیں ہبہ کیا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے ایسا کپڑا اوڑھ رکھا تھا کہ اگر وہ اس سے اپنے سر کو لپیٹتیں تو وہ ان کی ٹانگوں تک نہ پہنچ پاتا اور جب اس سے اپنی ٹانگیں چھپاتی تھیں تو سر کو نہیں پہنچتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اس الجھن کو دیکھا کہ تو فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ تمھارے سامنے تمھارے والد اور تمھارا غلام ہے۔ (ابوداؤد:۴۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابو داؤد:۴۰۹۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۴- رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ- ۵- اپریل ۱۹۵۷ء

رمضان مبارک کی عظمت اور اسکے متعلقہ احکام

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

عظمت کا ثبوت

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ رواہ البیہقی۔

ترجمہ- سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمارے سامنے خطبہ دیا- اور فرمایا کہ اے لوگو- ایک عظمت والے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے- جو بڑا بابرکت مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے- اللہ نے اس مہینہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں- اور اس کی رات کی عبادت نفل قرار دی ہے- جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی سے خدا کا قرب تلاش کرے- وہ اس طرح ہوگا- جس طرح کہ رمضان کے سوا فرض ادا کیا- اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے- وہ اس شخص کی طرح ہوگا جس طرح کسی اور مہینہ میں ستر فرض ادا کئے- اور وہ صبر کا مہینہ ہے- اور صبر کا ثواب بہشت ہے- اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے- اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے- جس میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے- جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے- وہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب ہوتا ہے- اور اس کی گردن کے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوتا ہے- اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اسکو ثواب ملتا ہے- اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی- ہم نے عرض کی یا رسول اللہ- ہم سب کے پاس اتنا سامان نہیں ہے- کہ اس سے ہم روزہ دار کا روزہ افطار کرائیں- پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- یہ ثواب اللہ اس کو بھی دیگا جو لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے- اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، اس کو اللہ میرے حوض سے پلائیگا ایسا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی- یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو- اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ابتدا میں رحمت ہے- درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے اور جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے غلام (روزہ دار سے) کم کام لیا- اللہ اسے بخشش دیتا ہے- اور اسے دوزخ سے نجات دیتا ہے-

حاصل

مذکور الصدر حدیث شریف میں رمضان مبارک کی جو برکتیں ذکر کی گئی ہیں- وہ یہ ہیں- یہ عظمت والا مہینہ ہے- برکت والا مہینہ ہے- اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے- اس کے روزے فرض ہیں- رات کی عبادت نفل ہے- اس میں ایک نیکی کا ثواب دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کے برابر ملتا ہے- اور اس میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے- یہ صبر کا مہینہ ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانا پینا اور خواہشات نفسانی سے اپنے آپ کو بند رکھا جاتا ہے) اور صبر کا ثواب بہشت ہے- یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے (یعنی اس میں صاحب استطاعت مسلمان دوسرے محتاج بھائیوں کی ہمدردی کرتے ہیں) اور اس مہینہ میں مومن کے رزق میں برکت دی جاتی ہے- اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرانے سے گناہوں کی بخشش حاصل ہوتی ہے- اور افطار کرانے والے کی گردن دوزخ سے آزاد ہو جاتی ہے اور روزہ افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے جتنا ثواب ملتا ہے- روزہ دار کو لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرانے سے بھی مذکور الصدر ثواب مل جاتا ہے- روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والے کو حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا- اس مہینہ کی ابتدا رحمت ہے- درمیان میں مغفرت ہے- آخر میں دوزخ سے آزادی ہے- اس مہینہ میں جس شخص نے اپنے غلام سے کام میں تخفیف کر دی- اللہ اسے بخشش دیگا- (اللہ اسے) دوزخ سے آزاد کر دے گا- والحمد للہ رب العالمین

دعا

اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل اور کرم سے ہر مسلمان کو رمضان مبارک کی ان برکتوں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے- آمین یا الہ العالمین-

رمضان مبارک کے متعلق فرمان الٰہی

(شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ) الآیہ سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ- رمضان کا وہ مہینہ ہے- جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے- اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے-

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ماہ رمضان مبارک

ہی میں قرآن مجید کو (لوح محفوظ سے منتقل کرکے آسمانِ دنیا پر) نازل فرمایا - جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہر شعبۂ حیات میں راہ نما ہے- اور راہ نمائی بھی ایسی- کہ جس کی نظیر دُنیا میں کہیں مل نہیں سکتی- اس دعویٰ کی شہادت قرآن مجید ہی میں موجود ہے (وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط) سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ- اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں-

راہ نما کے لفظ میں تین چیزیں ماننی پڑتی ہیں - راہ رو (مسلمان) راہ نما (قرآن) راہ رو کی منزل مقصود رضاءِ الٰہی حاصل کرکے اس کے مقربین میں شامل ہونا- روشن دلائل سے راہ نمائی کرنے والا ہے- جس طرح روز روشن میں ہر خیر و شر دوست و دشمن میں تمیز ہو جاتی ہے- اسی طرح اس قرآن مجید کو غور و فکر سے پڑھنے والوں کے دل میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا- بشرطیکہ ان کی فطرت سلیمہ ہو- اور اللہ تعالےٰ راضی ہو- اسی طرح قرآن مجید - توحید و شرک - ایمان و کفر غلط اور صحیح اور منجی اور مہلک راستوں میں تمیز کرا دینے والا ہے-

رمضان مبارک کے فضائل

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ - متفق علیہ

ترجمہ - ابیؓ ہریرہ سے روایت ہے کہا- رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جب رمضان آتا ہے - آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں - اور ایک روایت میں ہے - جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں- اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں - اور شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے - اور ایک روایت میں ہے - رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں -

۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ متفق علیہ -

ترجمہ - ابیؓ ہریرہ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جس شخص نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے - اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا (یعنی عبادت کی) ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے - اور جو شخص لیلۃ القدر میں کھڑا ہُوا- (یعنی عبادت کی) ایمان کے ساتھ - اور ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جائینگے -

حاصل

یہ نکلا کہ رمضان شریف کے تمام دن اور تمام راتیں متبرک ہیں- جس طرح دن کے روزے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتے ہیں- اسی طرح رات کی عبادت بھی تمام گناہوں سے پاک کر دیتی ہے - اور رمضان میں ایک رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے- جس شخص نے اس رات میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی - اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں-

۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیٰطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَیْلَةٍ - رواہ الترمذی و ابن ماجۃ ورواہ احمد

ترجمہ - ابیؓ ہریرہ سے روایت ہے - کہا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے شیطان اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں - اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں- اور دوزخ کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا- اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں - پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا - اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے - کہ اے نیکی کے طالب (نیکی کی طرف) متوجہ ہو - اور اے بُرائی کا ارادہ رکھنے والے بُرائی سے باز آ - اور اللہ اس مہینہ میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے - اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے (یعنی منادی کرنیوالا روزانہ رات کو یہ اعلان کرتا ہے)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم قال الصيام والقرآن يشفعان العبد يقول الصيام اى رب انى منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنى فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعنى فيه فيُشَفَّعَانِ رواہ البیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- روزہ اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کرینگے روزہ کہے گا- اے میرے رب مَیں نے اسے کھانے اور خواہشات نفسانی سے دن کو روکا تھا- لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما- اور قرآن کہے گا- مَیں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا - لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما - پھر دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی -

دونوں کا وجود

اس حدیث شریف سے ثابت ہُوا - کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید کا بھی ایک وجود ہوگا- اور اس وجود میں بات چیت کرنے کی بھی صلاحیت ہوگی- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے اپنی فلسفۂ شریعت کی بہترین اور جامع کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ثابت کیا ہے - کہ جن چیزوں کا اس جہان میں وجود نہیں ہے - عالم ملکوت میں ان کا بھی وجود ہے

روزہ کی قبولیت کی شرائط

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رواہ البخاری

ترجمہ - ابیؓ ہریرہ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا - اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا - تو اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے + یعنی ایسے شخص روزہ رکھنے کا کوئی اجر نہیں ملے گا -

مسائل متعلقہ روزہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّسِیَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص روزہ پورا کر دینا چاہیے۔ سوائے اس کے نہیں کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے یعنی روزہ یاد نہ ہونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ اور روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رواہ الترمذی وابوداؤد

ترجمہ۔ عامرؓ بن ربیعہ سے روایت ہے۔ کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اتنی بار دیکھا ہے۔ کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمْاُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ

رواہ الدارمی۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کئی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ اسے روزہ رکھنے سے سوائے پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کئی رات کو اٹھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اسے رات کے قیام میں سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یعنی روزہ یا رات کے قیام کے شرائط پوری نہ ہونے کے باعث انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَكَانَ كَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ متفق علیہ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ بیشک حمزہؓ بن عمرو الاسلمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں؟ اور وہ بہت روزہ رکھنے والا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے۔ اور اگر تو چاہے تو افطار کر لے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی

کا اس حدیث پر ان کی شرح مشکوۃ مسمّٰی لمعات میں یہ مضمون ہے۔

اَلْاَحَادِیْثُ الْوَارِدَةُ فِیْ صَوْمِ الْمُسَافِرِ وَاِفْطَارِهٖ مِنْهَا مَا وَرَدَ فِیْ اِبَاحَةِ الْاِفْطَارِ مُطْلَقًا مِنْ غَیْرِ لَعَرُّضٍ لِكَوْنِ الصِّیَامِ اَوِ الْاِفْطَارِ اَفْضَلَ وَبَعْضُهَا وَرَدَ فِی التَّخْیِیْرِ بَیْنَ الصِّیَامِ وَالْاِفْطَارِ وَبَعْضُهَا فِیْ جَوَازِ الْاِفْطَارِ وَذَمِّ الصِّیَامِ وَاتَّفَقَ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اَنَّ الْاِفْطَارَ وَالصِّیَامَ كِلَیْهِمَا جَائِزٌ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ اَفْضَلِیَّةِ اَحَدِهِمَا اَوْ اَنَّهُمَا سَوَاءٌ فَاَبُوْ حَنِیْفَةَ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ عَلٰی اَنَّ الصَّوْمَ اَفْضَلُ لِمَنْ یُّطِیْقُهٗ لِتَبْرِیَةِ الذِّمَّةِ وَلِیُسْرِهٖ بِمُوَافَقَةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلِعُسْرِ الْقَضَاءِ بَعْدَ مَضِیِّ رَمَضَانَ وَفِعْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ حُجَّةً لَهُمْ وَعِنْدَ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْاَوْزَاعِیِّ اَلْاِفْطَارُ اَفْضَلُ مُطْلَقًا۔

ترجمہ۔ جو حدیثیں مسافر کے روزے اور افطار کے متعلق آئی ہیں بعض ان میں سے ایسی ہیں۔ جن سے مطلق افطار کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ روزہ افضل ہے یا افطار۔ اور بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا اختیار ہے (یعنی مسافر کو یہ اختیار دیا گیا ہے) اور بعض سے افطار کا جواز اور روزہ رکھنے کی مذمت آئی ہے۔ اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ افطار اور روزہ دونوں جائز ہیں۔ اور دونوں میں سے ایک کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ یا دونوں ہی برابر ہیں۔ پھر ابوحنیفہ اور مالکؒ اور شافعیؒ اس بات پر متفق ہیں کہ جس کو توفیق ہو اس کو روزہ رکھنا افضل ہے۔ (کیوں) اس لئے کہ رمضان ہی میں روزے کی ذمہ داری پوری ہو گئی اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رکھنے میں آسانی بھی ہو گی۔ اور رمضان کے گزرنے کے بعد قضا کرنا مشکل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل ان کے لئے حجۃ ہو سکتا ہے اور احمدؒ اور اسحٰقؒ اور سعیدؓ بن المسیب اور اوزاعیؒ کے ہاں افطار مطلقاً افضل ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی۔ رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی وابن ماجۃ

ترجمہ۔ انسؓ بن مالک کعبی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ نے مسافر کو آدھی نماز معاف فرما دی ہے۔ اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حمل والی کو (رمضان میں روزہ چھوڑنے اور بعد میں قضا کر دینے میں) معافی دی ہے

عَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْنَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَیُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ اَیُّهُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ مُوْسٰی

رواہ مسلم۔ ترجمہ۔ ابی عطیہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ میں اور مسروقؓ (حضرت) عائشہؓ کے ہاں گئے۔ پھر ہم نے کہا۔ اے ام المومنین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک (روزہ) جلدی افطار کرتا ہے۔ اور نماز بھی جلدی پڑھتا ہے۔ اور دوسرا افطار دیر سے کرتا ہے۔ اور نماز (بھی) دیر سے پڑھتا ہے۔ فرمایا۔ ان دونوں میں سے کونسا افطار جلدی کرتا ہے اور نماز جلدی پڑھتا ہے۔ ہم نے کہا۔ عبداللہؓ بن مسعودؓ۔ (بی بی صاحبہؓ نے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا ابوموسیٰ (اشعری) تھا۔

نتیجہ

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد فوراً روزہ افطار فرما لیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد اسی وقت فوراً نماز مغرب پڑھ لیا کرتے تھے۔

آج

کل بعض آدمی کافی دیر سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ابھی تو آسمان کے کنارہ پر سرخی باقی ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ جب سورج کی ٹکیہ آسمان کے کنارہ سے غروب ہو جائے۔ اس وقت روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔ خواہ روشنی کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۱ - رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ ۱۲ - اپریل ۱۹۵۷ء

(۱) روزہ کی برکت سے پرہیزگاری کا حاصل ہونا اور (۲) پرہیزگاری کی برکت سے انعامات

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام -

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جو کام کرتا ہے - اس کے متعلق پہلے یہ سوچ لیتا ہے کہ اس کے کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا - اسی قاعدہ کی بنا پر روزہ دار کو یہ چیز پیش نظر رکھ کر روزہ رکھنا چاہیئے کہ روزہ رکھنے سے مجھے کس قسم کا فائدہ ہوگا - تاکہ روزہ میں جو برکت ہے - وہ حاصل ہو سکے

روزہ کی برکات میں سے ایک برکت

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ - اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں - جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے - تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ -

دیندار ہونے کا مطلب

انسان کے دیندار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جن کاموں کے کرنے کا حکم دے وہ کرے - اور جن کاموں کے کرنے سے منع کرے - ان سے باز آئے - روزہ دار کو ایک ماہ کے روزے رکھنے سے یہ عادت ہو جائیگی کہ ہر اس کام سے اپنے آپ کو بچائے - جس کے کرنے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو -

تائید ۱

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا حاشیہ

"یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے - جی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو -"

تائید ۲

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا حاشیہ

یعنی جب سے نفس کو اسکی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑ گئی، تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں - روک سکو گے - اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئیگا - تو اب تم متقی ہو جاؤ گے - بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے - کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو - اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں - ان کا کرنا سہل ہو جائے - اور متقی بن جاؤ - جاننا چاہیئے - کہ یہود و نصاریٰ پر رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیّر و تبدّل کیا - تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہے - معنی یہ ہونگے - کہ اے مسلمانو تم نافرمانی سے بچو - یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو - "انتہیٰ

تقویٰ کی تعمیم

اگر مسلمان کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے تقوےٰ کی نعمت نصیب ہو جائے - تو انسان ہر ایسی چیز سے پرہیز کریگا - جس کے کرنے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً (۱) زبان سے ایسی بات نہیں کہیگا - مثلاً گالی - چغلی - غیبت - جھوٹ - (۲) آنکھ سے ایسی جگہ نہیں دیکھے گا جہاں دیکھنے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - (۳) ہاتھ سے کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - (۴) پاؤں سے کسی ایسی جگہ چل کر نہیں جائے گا - جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو - (۵) کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھے گا - جہاں بیٹھنے میں اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً سنیما (۶) کسی ایسے شخص سے دوستی نہیں رکھے گا - جس سے دوستی رکھنے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً مشرک - کافر - اور منافق سے - (۷) ایسی چیز نہیں کھائیگا جس کے کھانے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً چوری کا مال یا رشوت سے حاصل کی ہوئی چیز (۸) کوئی ایسا کپڑا نہیں پہنے گا - جس کے پہننے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً ریشم (۹) کپڑا پہننے میں ایسی وضع نہیں اختیار کریگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو (۱۰) ماں باپ سے ایسا برتاؤ نہیں کریگا جس سے ان کا دل دُکھے اور اس سبب سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو (۱۱) بیوی بچوں سے ایسا سلوک نہیں کریگا جس سے انکی دل آزاری ہو - اور اس سبب سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو (۱۲) بھائی بہنوں سے ایسا سلوک نہیں کرے گا جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالےٰ ناراض ہو - (۱۳) رشتہ داروں سے ایسا سلوک نہیں کریگا - جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالےٰ ناراض ہو - (ہاں اگر ان کا کوئی مطالبہ خلافِ شرع ہو - وہ پورا نہ کرے - اور رشتہ دار ناراض ہوں - اس مخالفت میں کوئی حرج نہیں ہے) (۱۴) ان کے علاوہ دوسرے مسلمانوں سے بھی ایسا سلوک نہ کرے - جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالےٰ ناراض ہو (۱۵) انسان تو بجائے خود رہے - حیوانات سے بھی ایسا سلوک نہ کرے جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالےٰ ناراض ہو - مثلاً ایک بیل دس من بوجھ کھینچ سکتا ہے - اور گاڑیبان نے پندرہ من بوجھ گاڑی میں ڈال دیا - اب بچارا بیل گاڑی کھینچ نہیں سکتا - مگر قدم قدم پر بیل کی پیٹھ پر ڈنڈے مار مار کر اسے ہانک رہا ہے - یہ سراسر ظلم ہے - ممکن ہے - کہ اسی ظلم کے باعث اللہ تعالےٰ ناراض ہو کر گاڑیبان کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دے - یا مثلاً ٹانگے میں جتنے والا گھوڑا زیادہ سے زیادہ پانچ آدمی لے جا سکتا ہے - ایک کوچوان اور چار سواریاں اگر اس ٹانگے پر پانچ کی بجائے کوچوان آٹھ آدمی بٹھا دے - ایک کوچوان اور سات اور سواریاں - گھوڑا بچارا مار کھا کھا کر دل سے کوچوان کو بد دُعا دیتا ہوا چلا جا رہا ہے - اللہ تعالےٰ اسی ظلم کے باعث ممکن ہے کہ کوچوان کو کسی مصیبت میں

بتلا کر دے۔ لہٰذا حیوانات پر ظلم کرنے سے بچنا یہ بھی تقوےٰ ہے۔ غرضیکہ ہر اس کام سے بچنا جس کے کرنے سے اللہ تعالےٰ کے تعلق میں خلل پیدا ہو۔ یہ تقویٰ یعنی پرہیز گاری ہے۔ اللّٰھم اجعلنا من اھل التقویٰ آمین یا الٰہ العالمین۔

پرہیز گاری کی برکت سے انعامات

برادران اسلام۔ اگر انسان رمضان مبارک کے روزوں کی برکت سے بارگاہِ الٰہی میں تقویٰ کے مختلف شعبوں کے امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ اور دربار الٰہی میں اسے متقی تسلیم کر لیا گیا۔ تو اسے اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل سے مندرجۂ ذیل انعامات سے سرفراز فرمائے گا۔

فہرست انعامات

۱ سے ۷ تک

(اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّکَاْسًا دِھَاقًا ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا ۝)

سورہ النباء رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی[1] ہے۔ باغ[2] اور انگور[3] اور نوجوان ہم عمر عورتیں[4] اور پیالے[5] چھلکتے ہوئے۔ نہ وہاں بیہودہ[6] باتیں سنیں گے۔ اور نہ جھوٹ[7]۔

۸ سے ۱۰ تک

(اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝) سورہ یونس رکوع ۷ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ خبردار بیشک جو اللہ کے دوست[8] ہیں۔ نہ ان پر ڈر[9] ہے اور نہ وہ غمگین[10] ہونگے جو لوگ ایمان لائے۔ اور ڈرتے رہے۔

۱۱

(وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۴ پارہ ۷

ترجمہ۔ البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر[11] ہے۔ جو پرہیزگار ہوئے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

۱۲

(وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۝ الآیۃ)

سورہ الاعراف رکوع ۱۲ پارہ ۹

ترجمہ۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں[12] کے دروازے کھول دیتے۔ اس اعلان شاہنشاہی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو عملی جامہ پہنانے والوں کے لئے دنیا ہی میں رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

تائید

(وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ ۝ مِنْھُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۝ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ۝)

سورہ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶

ترجمہ۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے۔ اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ کچھ لوگ ان میں سیدھی راہ پر ہیں۔ اور اکثر ان میں سے برے کام کر رہے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اہل کتاب توراۃ اور انجیل کے بعد قرآن مجید پر بھی عمل کرتے۔ تو دنیا میں بھی آسودہ حال ہوتے۔

متقیوں کا راہ نما

قرآن مجید کی شروع آیت (ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جس میں کوئی بھی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت (یعنی راہ نما) ہے

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رح کا حاشیہ

"یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے۔ کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا۔ اس کو امورِ مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرور تلاش ہوگی۔ اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں۔ اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ"

خدا پرستوں کا فوراً ایمان لانا

جن انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے۔ وہ تو ہادی کی آواز پر پس و پیش کئے بغیر فوراً لبیک کہہ دیتے ہیں۔

(رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ۝ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۝ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝)

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

ان کی دعاؤں کا جواب

مذکور الصدر خدا پرستوں کی دعا کا اللہ تعالےٰ نے یہ جواب دیا ہے (فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ) الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی۔ کہ میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو۔

دنیا اور آخرت کے سنورنے کا اعلان

جن خدا پرستوں کے حالات کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ ان کی دنیا اور آخرت کی زندگی کے سنورنے کا شاہنشاہی اعلان (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝)

سورہ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائینگے۔ اور ان کا حق انہیں بدلے میں دینگے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کا حاشیہ

"اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے۔ بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی

روح اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دُنیا میں حلال روزی۔ قناعت اور غنائے قلبی، سکونِ طمانیت ذکر اللہ کی لذّت، حُبِّ الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصوّر، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا۔ ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

سچ ہے۔ اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیَالِھِمْ اَلَذُّ مِنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ۔ اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا۔ کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے۔ کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذّت و دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں۔ جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہرحال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا ہے۔ حَیَاۃٌ بِلَا مَوْتٍ وَغِنًی بِلَا فَقْرٍ وَصِحَّۃٌ بِلَا سُقْمٍ وَرُمَّاتٌ بِلَا ھُلْکٍ وَسَعَادَۃٌ بِلَا شَقَاوَۃٍ (ترجمہ۔ وہ زندگی جس میں موت نہیں ہے۔ وہ آسودہ حالی جس میں تنگدستی نہیں ہے۔ وہ تندرستی جس میں بیماری نہیں ہے۔ وہ بادشاہی جو ضائع ہونے والی نہیں ہے۔ وہ نیک بختی جس میں بدبختی نہیں ہے) رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَمَنِّہٖ اِیَّاھَا (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فضل اور اپنے احسان سے یہ نعمتیں نصیب فرمائے) اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔"

تصویر کا دُوسرا رُخ
فُسّاق کی زندگی

متقی تو وہ تھا۔ جو زندگی کا ہر عمل اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کی رضا کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرتا ہے اسے عربی میں فاسق کہا جاتا ہے۔ فاسق کا لفظ مفرد ہے۔ اور اس کی جمع فُسّاق ہے۔ متقی کا راہ نما تو قرآن مجید تھا۔ اور فاسق قرآن مجید کو اپنا راہ نما بناتا۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ملاحظہ ہو وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ○ سورۃ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہو گی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا۔ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں۔ "جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دُنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ مقصود سمجھ بیٹھا ہے۔ اس کی گزران مکدر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامانِ عیش و عشرت نظر آئیں۔ مگر اس کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بناء پر ہر وقت دُنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہانِ روح رہتے ہیں، یورپ کے اکثر متنعمین کو دیکھ لیجئے۔ کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہو گا۔ بڑے بڑے کروڑپتی دُنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں۔ کہ اس دُنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یادِ الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ لیکن "ذوق این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی"

بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنکا" کے معنی لئے ہیں۔ وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک کافر جو دُنیا کے نشہ میں بدمست ہے۔ اس کا سارا مال و دولت اور سامانِ عیش و تنعم آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو، اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنکا" سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا ایک دَور آئے گا۔ جبکہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ "معیشہ ضنک" کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ نے کی ہے۔ بلکہ بزار باسناد جید ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال "معیشہ ضنکا" کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں واللہ اعلم"

اللّٰھم اجعلنا من زمرۃ المتقین آمین یا الٰہ العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم جمعۃ الوداع ۲۵- رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ ۲۶- اپریل ۱۹۵۷ء

آج کے اجتماعِ عظیم کی تقنینی برکت

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام اور معزز خواتین- رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کا آج آخری جمعہ ہے- جتنا اجتماع کہ آج ہم بھائی بہنوں کا اس مبارک جمعہ کے دن میں یہاں موجود ہے- اس قسم کا اجتماع اگر اللہ تعالےٰ نے زندہ رکھا- تو اسی مبارک مہینے کے مبارک جمعوں میں ہو سکے گا- یہ واقعہ ہے کہ اس قسم کے اجتماعات میں یقیناً اللہ تعالےٰ کے بعض ایسے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کی بارگاہِ الٰہی میں ایسی مقبولیت ہوتی ہے- کہ جب وہ بارگاہ الٰہی میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور اُن کی معیت میں دوسرے مسلمان بھائی جو ہاتھ اُٹھاتے ہیں- اُن اللہ کے مقبول بندوں کی برکت سے دوسرے ہاتھ اُٹھانے والوں کی بھی دُعا قبول ہو جاتی ہے-

ایک عجیب واقعہ

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک اللہ کے مقبول بندے کے جنازے پر ایک کفن چور بھی حاضر تھا- اُس نے بھی دوسرے مسلمانوں کی معیت میں نماز جنازہ ادا کی تھی- دن کو دفن کرنے کے بعد وہ کفن چور رات کو قبرستان میں آیا- اُس میت کی قبر کھودی- کفن میں ہاتھ ڈالا- تو ہاتف نے آواز دی- کہ کفن چُرانے والا اور جس کا کفن چُرایا جا رہا ہے- دونوں ہی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں بخشش حاصل کر چکے ہیں- اُس نے ہاتف سے پوچھا- کہ کفن چور کی بخشش کیسے ہوگئی- جواب ملا- اس اللہ کے مقبول بندے کا جنازہ جن لوگوں نے بھی پڑھا ہے اللہ تعالےٰ نے اُن سب لوگوں کو بخش دیا ہے- چونکہ تم بھی اس کا جنازہ پڑھنے والوں میں سے تھے- اس لئے اللہ تعالےٰ نے تمہیں بھی بخش دیا- اس اطلاع پہ وہ شخص پشیمان ہُوا- اور اس گناہ سے توبہ کی- اسی بنا پر میں نے عرض کیا- کہ انشاء اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے اتنے بڑے اجتماع میں اور وہ اجتماع بھی جمعہ کا ہے- جس کی خاصیّتوں میں سے ایک خاصیّت یہ ہے- کہ وہ اپنی ہر آمد پر جمعہ پڑھنے والوں کے دس دن کے گناہ معاف کرا دیتا ہے- اس لحاظ سے اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی برکت سے آج کا یہ اجتماع عظیم ہمارے تمام گزشتہ گناہوں کی معافی کا موجب ہو جائے گا-

بشرطیکہ

جمعہ کی شرائط کو ملحوظ رکھ کر جمعہ ادا کیا جائے- شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خطیب جب خطبہ پڑھے تو یوں خیال کیا جائے- کہ شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حاضر ہوں اور فرمانِ شہنشاہی سُنانے کے لئے اس شہنشاہِ حقیقی نے اپنے ایک بندے کو مامور فرمایا ہے- اُس کے فرمان سُننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں- کسی سے بات چیت نہ کریں- اور جو احکام سُنائے جائیں- اُنہیں لوحِ دل پر لکھتے جائیں- اور آمنّا و صدقنا دل سے کہتے جائیں- اور ساتھ ہی ساتھ اُن پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے جائیں-

۲ نماز جمعہ ادا کرتے وقت یوں خیال کیا جائے- کہ شہنشاہِ حقیقی کے حضور میں حاضر ہوں- اور اُس کے دربار میں اپنے گناہوں کی معافی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہُوا ہوں اور آئندہ اپنی دُنیا کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے اس کی رحمت سے حصّہ پانے کا متمنی ہو کر آیا ہوں- دُنیا کی حاجتوں کے علاوہ آخرت کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے بھی اُس کی بارگاہ میں استدعا لے کر آیا ہوں حاصل یہ ہے کہ اے میرے رب میری دُنیا بھی سنوار دے- اور میری آخرت بھی سنوار دے- اس نصب العین کو رکھ کر جو شخص بھی نماز جمعہ ادا کرے مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے یقین ہے کہ وہ اپنے عاجز بندوں کی دُعائیں قبول فرمالے گا- مَیں اکثر درس قرآن مجید کے خطبوں میں عرض کیا کرتا ہوں کہ جو رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر آئے گا- اللہ تعالےٰ اُسے خالی نہیں اور جو لینے نہیں آئیگا اللہ تعالےٰ اُسے نہیں جائے گا-

اس تمہید کا نتیجہ

یہ نکلنا چاہیئے- کہ مجھے اور آپ کو مذکورہ بالا کو ملحوظ رکھ کر اس مبارک ادا کرنا چاہیئے-

انسان کے پیدا ہونے کا مقصد

برادرانِ اسلام آپ کو معلوم ہے اللہ تبارک تعالےٰ نے اس جہان میں جو بھی پیدا کی ہے- اُس کے ذمے کوئی نہ ذمہ داری تجویز فرمائی ہے- مثلاً بھیڑ بکر گائے، بھینس، گھوڑا، اُونٹ گدھا وغ کے متعلق آپ غور کریں گے تو آپ کو معل ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی کسی نہ ک خدمت کے لئے ان کو پیدا کیا ہے- حتیٰ غور سے دیکھا جائے کہ بلّی بھی انسان ایک ایسی خدمت کرتی ہے- جو دوسرا جا نہیں کر سکتا- چوہوں سے نجات پانے ذریعہ صرف بلّی ہی ہے- اللہ تعالےٰ اُس کی آواز میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ گھر میں بلّی آ جائے اور وہ فقط زور اپنی آواز نکالے- تو چوہے یا تو بلوں میں گ جاتے ہیں- یا اپنی جان بچانے کے لئے گھر کو ہی خیرباد کہہ جاتے ہیں-

اپنے وجود کے اعضا میں غور کر کے دیکھئے

کہ انسان کے ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ ہے- جو کام آنکھ کے ذمے ہے وہ زبا نہیں کر سکتی- اور جو زبان کے ذمے وہ کان نہیں کر سکتے اور جو کان کے ذ ہے وہ ہاتھ نہیں کر سکتے نہیں کر سکتے جو ہاتھ کے ذمے ہے وہ پاؤں نہیں کر جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کو بیکار نہیں بنایا- ہر ایک کے ذمے کوئی نہ کوئی ذمہ داری ع

کی ہوئی ہے۔

تو انسان کو اپنی ذات کے متعلق بھی یہ ضرور ہی سوچنا چاہیئے۔ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے۔ اس جہان میں میری کیا ذمہ داری ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر مشین کے بنانے والا کارخانہ ہی بتا سکتا ہے کہ میں نے یہ مشین کس کام کے لئے بنائی ہے۔

انسان کی مشینری کا بنانے والا

ایک اللہ جلّ شانہٗ ہے۔ اُس کا اعلان ہے۔ (اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝) سورۃ القیامۃ رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا۔ پھر وہ لوتھڑا بنا۔ پھر اللہ نے اسے بنا کر ٹھیک کیا۔ پھر اس سے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔ پھر کیا وہ اللہ مردے زندہ کر دینے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان سے ثابت ہُوا کہ انسان کی مشینری کے بنانے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے انسان کی مشینری کو دُنیا میں کس کام کے لئے بنایا ہے۔ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے۔ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝ سورہ الذّٰریٰت رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے۔ تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔ میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔

لہٰذا ثابت ہُوا کہ انسان دنیا میں فقط اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے پیدا ہُوا ہے۔

ہر چیز کے اچھے یا بُرے ہونے کا معیار

قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی جائے۔ اگر وہ کام اُس سے ہو جائے تو وہ چیز اچھی ہے۔ قابلِ قدر ہے۔ اور اگر وہ کام اُس سے نہ ہو۔ تو وہ بُری ہے۔ بیکار ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس انسان کو بھی اسی قاعدے پر قیاس کرنا چاہیئے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بجالائے۔ وہ اچھا ہے۔ قابلِ قدر ہے۔ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہے۔ اگرچہ ظاہری صورت کے لحاظ سے خوبصورت نہ ہو۔ مالدار بھی نہ ہو۔ کسی اعلیٰ خاندان کا فرد بھی نہ ہو۔ مگر بندگی کے فرائض کو انجام دیتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور محبوب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقبول ہوگا۔ اور اس دربار میں اُسے عزّت ملے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی نظر میں وہ مقبول محبوب اور واجب الاحترام ہوگا۔

مثلاً بلالؓ حبشی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا مقبول اور محبوب تھا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بہشت کی سیر کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپؐ نے دیکھا کہ بلالؓ حبشی جنّت میں پہلے ہی موجود تھا۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں اس قدر محبوب ہے۔ کہ باوجودیکہ ابھی وہ دُنیا میں موجود ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کا ایک زندہ مجسمہ پہلے ہی بہشت میں بنا کر رکھا ہُوا ہے۔ حالانکہ بلالؓ حبشی حبشہ کا باشندہ تھا۔ ایک کافر کا غلام تھا جسے وہ کافر مسلمان ہونے کے سبب سے بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس پر رحم کر کے اُس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اُسے آزاد کر دیا۔ لہٰذا معلوم ہُوا۔ کہ اُس کی کوئی خاندانی پوزیشن نہیں ہے۔ علاوہ اس کے حبشی ہونے کے لحاظ سے رنگ اُس کا سیاہ بال زلفوں والے نہیں ہیں۔ دانت بڑے بڑے ہاتھ اور پاؤں بڑے بڑے یعنی وہ نازک اندام نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہر کلمہ گو کے دل میں اُس کی عزّت و احترام ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں مقبول تھا۔ مسجد نبویؐ کا مؤذّن تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو پیارا تھا۔ (جس کا ثبوت پہلے دیا جا چکا ہے) تو

حاصل یہ نکلا

کہ بلالؓ حبشی کی یہ عزّت اور احترام محض اس لئے مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ کہ وہ مقصد تخلیق انسانی یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں قابل رشک تھا۔

اس کے بالمقابل

ابولہب کو دیکھئے

خاندانِ نبوّت کا وہ ایک فرد ہے۔ جس کے والد محترم عبدالمطلب قریش کے سردار ہیں اور عرب کے سب سے بڑے پیر ہیں۔ یہ اُس بڑے پیر صاحب کا صاحبزادہ ہے۔ اور اس کے دادا حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور پڑدادا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ان خوبیوں کے علاوہ سورہ لہب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوبصورت بھی ہے۔ اور مالدار بھی ہے۔ عزت اور احترام کے یہ تمام اسباب مہیّا ہونے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے دربار میں مردود ہے۔ اور اُس وقت سے لے کر قیامت تک آنے والے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں وہ ذلیل خوار اور مردود ہے۔ اور اس ذلت اور رسوائی کا سبب فقط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عبدیت کے تجویز کردہ نصاب تعلیم یعنی قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ نہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا تھا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرتا تھا۔ نہ عبدیت کے نظام الاوقات (پروگرام) کو مانتا تھا۔ اس لئے وہ ذلیل و خوار ہے۔ اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں اب بھی۔

عزّت و ذلت کا معیار

وہی ہے جو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ اگر ایک سادہ صورت انسان مفلس اور نادار جس کے کپڑے پھٹے پُرانے ہوں۔ جوتا ٹوٹا ہُوا ہو۔ رہنے کے لئے خس و خاشاک کی جھونپڑی ہو۔ چارپائی کی بجائے چٹائی ہو۔ توشک کی بجائے پھٹی ہوئی گودڑی ہو۔ لحاف کی بجائے ایک دھجیاں لگی ہوئی گودڑی ہو۔ بایں حالات اگر اس کے سینے میں نور توحید ہے۔ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہٗ مانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین مانتا ہے اور قرآن مجید کے احکام کی حسب توفیق تعمیل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ کسی بندۂ خدا کی دل آزاری نہیں کرتا۔ نہ کسی کی حق تلفی کرتا ہے۔ نہ کسی کا مال کھاتا ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں مقبول اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں واجب الاحترام ہے۔ اس کے بالمقابل ایک امیرزادی یا امیرزادہ ایک شہزادی اور ایک شہزادہ حسن و جمال

ہیں اپنی نظیر آپ ہی ہیں - قیمتی سے قیمتی لباس پہنتے ہیں - کمخواب و اطلس کے توشکوں اور لحافوں میں سوتے ہیں۔ لاکھوں روپے کے تعمیر کردہ مکانوں میں رہتے ہیں - اُن کے ڈرائنگ روم قیمتی سے قیمتی کرسیوں اور کاؤچوں سے بھرپور ہیں۔ لیکن اگر اُن کے سینے میں نور توحید نہیں ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق نہیں ہے - قرآن مجید اُن کا دستور العمل نہیں ہے - تو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول بندوں کی نظر میں وہ کتّے اور سؤر سے بھی بدتر ہیں - شہنشاہ حقیقی کا قرآن مجید میں یہی اعلان ہے - (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝) سورہ التین پارہ ۳۰

ترجمہ - بیشک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے - پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے - مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے - سو اُن کے لیے تو بے انتہا بدلہ ہے -

عاقل را اشارہ کافی است

برادرانِ اسلام اور معزز خواتین اب میں عقیدت کا ایک اجمالی اور مختصر سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں - تاکہ اس خاکے کو دیکھ کر اگر کوئی کمی ہو - تو اس کی ذہنی طور پہ ابھی اصلاح کر لی جائے - تاکہ اس میدان جمعۃ الوداع سے رخصت ہونے سے پہلے میرا اور آپ کا تعلق اللہ تعالےٰ سے درست ہو جائے - اور اپنے نیک ارادوں کی برکت سے اللہ تعالےٰ کو اس میدان سے راضی کر کے واپس جائیں اور اپنے سابقہ گناہوں کی بخشش کا تمغہ حاصل کر کے گھروں کو رخصت ہوں - وما علینا الا البلاغ

عقائد کی درستی

عقیدہ دل کے خیال کا نام ہے - اسلام میں سب سے پہلے انسان کے دل کا تعلق اپنے مولا سے درست رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے - اُن عقائد کا اجمالی خاکہ عرض کرتا ہوں -

۱ اللہ جلّ شانہٗ کو ذات اور صفات کے لحاظ سے وحدہ لا شریک لہٗ مانا جائے -

۲ اللہ تعالےٰ ہی سارے جہان کا خالق و رب ہے -

۳ اللہ تعالےٰ ہی سارے جہان کا مالک ہے -

۴ نفع اور نقصان سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کے اختیار میں نہیں ہے -

۵ رزق کی تنگی اور کشادگی فقط اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے -

۶ اولاد کا دینا نہ دینا اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے -

۷ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے -

۸ علم غیب اللہ تعالےٰ ہی کا خاصہ ہے

۹ اللہ تعالےٰ اپنے خزانہ غیب میں سے جسے چاہے اور جتنا چاہے عطا فرمائے -

۱۰ مصیبت کے وقت سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی کام نہیں آسکتا -

۱۱ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی سے دُعا نہ مانگی جائے -

۱۲ ہر چیز کی تقدیر اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے -

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق عقائد

۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاءؐ ہیں - (آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں پیدا ہوگا)

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں -

۳ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کی حمد کا جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا - اور تمام انبیاء علیہم السلام آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہونگے -

۴ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار اقدس سے سب سے پہلے باہر تشریف فرما ہونگے -

۵ قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان کا حساب کتاب شروع ہونے کے متعلق فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دربارِ الٰہی میں جا کر شفاعت فرمائیں گے -

۶ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھلوائیں گے - جب دروازہ کھولنے کے لئے فرمائیں گے - تو بہشت کا دربان کہے گا کہ آپ کون ہیں - آپؐ فرمائیں گے کہ میں محمدؐ ہوں - بہشت کا دربان کہے گا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہی حکم تھا - کہ آپؐ ہی تشریف لائیں تو بہشت کا دروازہ کھولا جائے

۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے - کہ میری اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے - جس طرح ایک محل ہو - جس کی تعمیر بہت اچھی طرح سے کی گئی ہو - اس محل کو دیکھنے والے آکر دیکھتے ہیں - اور اس کی بہترین تعمیر سے تعجب کرتے ہیں - مگر وہ ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑی ہوئی دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ یہ بھی رکھ دی جاتی تو یہ محل مکمل ہو جاتا) پس میں نے اُس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے - میرے سبب سے محل کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے - اور میرے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کی آمد ختم کر دی گئی ہے - اور ایک روایت میں ہے - پس میں ہی وہ اینٹ ہوں - اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں -

ایمان کے معنی

برادران اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایمان کے معنی جو ارشاد فرمائے ہیں وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے - اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے - اور اس کی سب کتابوں پر ایمان لائے - اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائے - اور قیامت کے دن پر ایمان لائے - اور تقدیر پر ایمان لائے - کہ ہر خیر و شر کا فیصلہ اللہ تعالےٰ ہی سے ہوتا ہے -

حاصل یہ نکلا کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے ان تمام مذکورۃ الصدر چیزوں کو مان لیا جائے -

اسلام کیا چیز ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے - اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں - اور تو نماز ادا کرے - اور تو زکوٰۃ دے - اور تو رمضان کے روزے رکھے - بیت اللہ کا حج کرے - اگر تجھے وہاں پہنچنے کی توفیق ہو

نتیجہ

ایمان اور اسلام کی مذکورۃ الصدر بیان شدہ تفصیل سے یہ نتیجہ نکلا - کہ جو شخص دل سے ان چیزوں کو نہیں مانتا - جو ایمان کی تفصیل میں بیان کی گئی ہیں - تو وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہے اور اگر ان چھ چیزوں کو عمل میں نہیں لاتا جو اسلام کی تفصیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں - تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اصطلاح میں مسلمان نہیں کہلا سکتا - ایسے شخص کو فاسق کہا جاتا

ہے۔ فاسق کے معنی بد معاش ہے۔ اگرچہ اُس کا نام محمد الدین - اللہ دتہ - خدا بخش۔ ہی کیوں نہ ہو - ہماری پنجابی اصطلاح میں اگرچہ وہ مسلمان کہلاتا ہے - مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح وہ مسلمان کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔

نجات کا مدار

برادرانِ اسلام - یہ یاد رہے کہ نجات کا مدار ایمان اور اسلام ہے - اگر ایک شخص کے دل میں ایمان ہے - مگر عملی طور پر وہ مسلمان نہیں ہے اُس کے متعلق شریعتِ اسلامی میں یہ فیصلہ ہے کہ وُہ اپنی بد اعمالی کے باعث اوّل دوزخ میں جائیگا۔ اُس کے بعد داخل کر دیا - اور اگر خدانخواستہ اُس کے دل میں ایمان بھی نہیں ہے - تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا - اور ابدالآباد کے لئے اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ خواہ اُس کا نام اللہ دتہ ، محمد الدین - خدا بخش - عبداللہ جان - عبدالقدوس خاں یا عائشہ بی بی زینب بی بی - مریم بی بی ہی کیوں نہ ہو - وما علینا الا البلاغ -

خلاصہ تعلیم قرآن

قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے - کہ خالق اور مخلوق دونوں سے تعلقات درست رکھے جائیں - اسی عنوان کی ترجمانی مندرجہ ذیل آیات کر رہی ہیں - (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ۙ)

سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ - اور اللہ کی بندگی کرو - اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو - اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو - اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو - بیشک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا -

۲ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۲۲ پارہ ۲

ترجمہ - یہی نیکی نہیں - کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو - بلکہ نیکی تو یہ ہے - جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے - اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے - اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے - اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں - جب وہ عہد کرلیں - اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنیوالے ہیں - یہی سچے لوگ ہیں - اور یہی پرہیزگار ہیں -

حاصل

مذکورۃ الصدر آیات کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے پرہیزگار بندے اللہ جل شانہٗ اور اس کے بندوں کے جو حقوق اُن کے ذمے ہیں - ان کو اہتمام اور ہمت سے ادا کرتے ہیں - اللھم جعلنا منھم

روزنامہ آزاد لاہور مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء

ارشاداتِ قائدِ اعظم

از جاوید آصف

۱- قرآن مجید کی جامعیت کا اعلان

۲- اور پاکستان کے حصول کا مقصد

۳- قرآن کریم مسلمانوں کیلئے ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے

اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو بالکل ہی ناواقف ہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے - مذہبی - معاشرتی - دیوانی - معاشی - عدالتی - غرضیکہ ہماری مذہبی رسومات سے لے کر روزمرّہ کی زندگی کے معاملات تک رُوح کی نجات سے جسم کی صحت تک اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک اخلاقیات سے جرائم تک دُنیاوی سزاؤں سے لے کر آنے والی زندگی کی جزا و سزا تک کے تمام معاملات پر اس کی عملداری ہے - اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی ہے - کہ ہر شخص اپنے پاس قرآن رکھے - اور خود رہنمائی حاصل کرے - اس لئے اسلام صرف روحانی احکام اور تعلیمات اور مراسم تک ہی محدود نہیں ہے یہ ایک کامل ضابطہ ہے جو معاشرے کو مرتب کرتا ہے - اور اس کے ہر شعبہ زندگی کو اجتماعی اور انفرادی دونوں حیثیتیں ہیں -

(ستمبر ۱۹۵۶ء)

پاکستان کا منشا حصول استقلال و آزادی ہی نہیں - بلکہ اسلامی نظریہ حیات اور اُس کا تحفظ تھا - مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی غایت یہ تھی - کہ وہ اپنی ثقافتی اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرسکیں - اور ہمارا مذہب ہماری ثقافت اور ہمارے اسلامی آئیڈیل ہی ہماری جد و جہد آزادی کے حقیقی محرک رہے ہیں -

اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو ناواقف محض ہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کے لئے ہمہ گیر ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے -

وعدہ خلافی کرنا بہت بڑا جرم ہے

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلّی اللہُ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا ائتمن خان واذا احدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ -

ترجمہ - عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - چار خصلتیں ہیں - جس میں ہوں - وہ خالص منافق ہوگا - اور جس میں ان میں سے ایک ہو - اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی - یہاں تک کہ اسے چھوڑے - جب امین بنایا جائے - تو خیانت کرے - اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے - اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے - اور جب لڑے تو گالیاں دے -

اس آئینے میں مُنہ دیکھئے

برادرانِ اسلام - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے آئینے میں اپنا مُنہ دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ کے رسولؐ کے دربار میں ہمارا کیا درجہ ہے - ابھی آپ نے نہیں پڑھا ؟ کہ پاکستان کے مطالبہ کے علمبردار ہمارے نمائندے مسٹر جناح مرحوم نے کیا کہا تھا - " مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی غایت یہ تھی - کہ وہ اپنی ثقافتی اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرسکیں -

اور ہمارا مذہب ہماری ثقافت اور ہمارے اسلامی آئیڈیل ہی ہماری جدو جہد آزادی کے حقیقی محرک ہیں۔"

پاکستان کا برسر اقتدار طبقہ مسٹر جناح مرحوم کی تقریر کے آئینہ میں اپنا منہ دیکھے

"ہمارے ملک میں پانچ لعنتیں ہیں جنہیں نہایت سختی سے کچلنے کی ضرورت ہے

از روزنامہ آزاد مورخہ ۲۵-دسمبر ۱۹۵۶ء

پاکستان قانون ساز اسمبلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی پہلی تقریر

۱ ایک حکومت کا سب سے پہلا فرض یہ ہوتا ہے۔ کہ امن و امان کو برقرار رکھا جائے۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان اس وقت جن بدترین لعنتوں میں گرفتار ہے۔ اُن میں رشوت ستانی اور بددیانتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ دُنیا کے دوسرے ممالک اس کا شکار نہیں ہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ کہ ہماری حالت اس معاملہ میں بدتر ہے۔ یہاں ان بُرائیوں کو نہایت سختی کے ساتھ کچلنے کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ ان لعنتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔ چور بازاری ایک دوسری لعنت ہے۔ سوسائٹی کے خلاف اس شدید جرم کا انسداد کرنا آپ کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص چور بازاری کرتا ہے۔ تو میرے خیال میں وہ بڑے سے بڑے اور سنگین جرم سے بھی بدتر جرم کا مرتکب ہے۔ یہ چور بازاری کرنے والے ہوشیار اور عام ذمہ دار افراد معلوم ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں انہیں سخت سے سخت سزا دی جانی چاہیئے۔

دوسری بات جو میرے خیال میں آتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اچھی اور بُری دیگر چیزوں کے ساتھ خیانت منصبی اور اقربا نوازی وغیرہ کی لعنتیں بھی ہمارے حصّہ میں آئی ہیں۔ ہمیں ان برائیوں کو بے دردی سے کچل دینا چاہیئے۔ مَیں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ خیانت منصبی اقربا نوازی بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ پر اثر ڈلوانے کی کسی کوشش کو مَیں ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔ جہاں مجھے معلوم ہُوا کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے۔ تو پھر کوئی خواہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اُسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔

تقسیم کے متعلق میرے خیال میں اس مسئلہ کا اور کوئی حل نہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ مستقبل کی تاریخ کا فیصلہ بھی اس کے حق میں ہوگا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ عملی تجربہ سے یہ بات واضح ہوتی جائیگی کہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ کا حل سوائے تقسیم کے اور کچھ نہ تھا۔ متحدہ ہند کا تخیل ہرگز قابل عمل نہ تھا۔

صاحبِ اقتدار طبقہ سے سوال

کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ پاکستان میں جن پانچ لعنتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کونسی ختم ہوگئی ہے۔

اگر ہم پاکستان کی اس عظیم مملکت کو خوش حال اور مطمئن بنانا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی تمام توجہ لوگوں کی اور خصوصیت کے ساتھ غریب اور عمومی طبقہ کی بہتری پر مرکوز کرنی پڑے گی۔

آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب یا فرقہ کے عقیدہ سے تعلق رکھیں۔ اس سے کاروبار مملکت کو کوئی سروکار نہیں۔

باشندگان پاکستان کی اخلاقی پستی

پاکستان ٹائمز مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲ کالم ۲

جرائم کی روز افزوں ترقی

مغربی پاکستان میں جرائم کی تعداد جو کہ صوبائی پولیس چیف نے کل آشکارا کی ہے لوگوں میں ہیجان کا باعث ہوگی۔ یہ سمجھنا آسان ہے کہ مسٹر ایوان (صوبائی پولیس چیف) کے ارشادات مشاہدے اور وثوق سے کہے ہیں۔ کہ گزشتہ چند سالوں میں جرائم کی خوفناک ترقی ہوئی ہے۔ یہ کوئی ۱۹۵۰ء میں جرائم کی تعداد ۴۵۴۲۹ اور ۱۹۵۷ء میں ۶۹۰۰۰ تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی پچاس فیصدی کا اضافہ ہُوا ہے۔ 50% اگر زیادتی خفیف جرائم تک محدود ہوتی۔ تو زیادہ فکر کی بات نہیں۔ بدقسمتی سے یہ اضافہ خطرناک جرائم میں ہُوا ہے۔ مثال کے طور پر قتل کی تعداد ۱۹۵۰ء میں ۱۰۴۴ تھی جو ۱۹۵۶ء میں ۲۴۲۵ تک پہنچ گئی ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے پوری طاقت سے ہوئی ہے۔ اور ڈکیتی اس عرصہ میں ۵۸۷ سے ۸۲۱ تک پہنچ گئی ہے۔ ان تعدادوں پر اطمینان کرنا بالکل احمق پن ہے۔

جرائم کی ترقی کا اصلی سبب

یہ ہے۔ کہ مجرموں کو قابل عبرت سزائیں نہیں دی جاتیں۔ بلکہ یہ شکایت بہت زیادہ ہو رہی ہے کہ مجرموں کے رشتہ دار یا رشتہ داروں کے رشتہ دار جو برسر اقتدار ہوتے ہیں۔ وہ سفارش کر کے مجرموں کو چھڑا دیتے ہیں۔ دوسرا طریقہ مجرم کے بری ہونے کا یہ بھی عام ہے۔ کہ رشوت دے کر چھوٹ جاتا ہے

اس کا علاج

وہی ہے جو مسٹر جناح مرحوم کے سابقہ بیان میں ہے۔ خیانت منصبی اور اقربا نوازی وغیرہ کی لعنتیں بھی ہمارے حصّہ میں آئی ہیں۔ ہمیں ان بُرائیوں کو بے دردی سے کچل دینا چاہیئے۔ مَیں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خیانت منصبی اقربا نوازی بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ پر اثر ڈلوانے کی کسی کوشش کو مَیں ہرگز برداشت نہیں کرونگا جہاں مجھے معلوم ہُوا۔ کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے۔ تو پھر کوئی خواہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اسے ہرگز نہیں بخشونگا۔

پاکستان کی ایک شریف اور حساس عورت کے جذبات

آزاد مورخہ ۶-دسمبر ۱۹۵۶ء

کیا ہم عورتیں ہیں

از شمشاد کوثر

مَیں سمجھتی ہوں کہ مشرق مشرق ہے۔ اور مغرب مغرب۔ ہر جگہ اور ہر مقام کی آب و ہوا اور معاشرت جدا جدا ہوتی ہے۔ ہر قوم کے رسم و رواج جدا جدا ہوتے ہیں۔ ایک مقام کی تہذیب کو دوسرے مقام پر ٹھونسنا فائدہ مند نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کی مشرقی عورت میں سے نسائیت کا لوچ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ مشرقی عورت کا مزاج ہی کچھ ایسا نازک ہے۔ کہ کسی دوسرے خطہ زمین کی تہذیب اس کو سازگار نہیں آسکتی۔ کیا وجہ ہے کہ

ج ہم میں عورت کی وہ خصوصیات نہیں
ئیں - جن سے مشرق کی عالمگیر روایات
جنم لیا - "آج ہمارے بچے ماں کی گود
نہیں بلکہ آیا کی بے رحم آغوش میں
رش پا رہے ہیں - کھانا پکانا - گھر کی
ائی میں دلچسپی لینا - کپڑے دھونا - سینا
نا غرضیکہ کوئی کام بھی ایسا نہیں رہا ہے
یں ہم کو دلچسپی ہو - کس قدر شرم
بات ہے - کہ ہماری بہنیں مردوں سے
نے کپڑے سلواتی ہیں - اور دکانوں پر
د جاکر اپنے کپڑوں کا ناپ مرد درزیوں
دیتے ہوئے نہیں شرماتیں - یہ بے شرمی
بے غیرتی مغربی تہذیب سے ہم میں آگئی
- کاش تعلیم یافتہ بہنیں اس روک
ئلہ کی طرف توجہ کرکے کوئی ایسا اصلاحی
م اُٹھائیں - جس سے ہمارے معاشرے
ں سے مغربی تہذیب کی عریاں قدریں
را ہوتیں - لیکن مَیں دیکھ رہی ہوں کہ
ید تعلیم یافتہ بہنیں نسوانی آزادی کے
م سے جو تحریکیں چلا رہی ہیں - اگر غور
ے ساتھ اُن تحریکوں کی چھان بین کی جائے -
یہی نتیجہ نکلتا ہے - کہ یہ آزادی کی
حریکیں نہیں ہیں - بلکہ ترقی یافتہ آوارگی
تبلیغ ہے - یا بالفاظِ دیگر یوں سمجھ لیجئے -
آوارگی انفرادی طریقہ سے نہ ہو بلکہ منظم
ریقہ سے باجماعت ہو - یا قانون کے دائرہ
ں رہ کر متحدہ طور پر اخلاق تہذیب کا
ازہ نکالا جائے - ان مہذب اور مغربی تہذیب
دلدادہ بہنوں کو دعوت دیتی ہوں - کہ
دا کے لئے اس نازک دَور میں مشرقی
ہذیب کو جو خصوصیت سے اسلامی رنگ
ہے - فروغ دینے کے لئے موثر جد و جہد
ریں - تاکہ ہم عورتیں مردوں کی صف سے
سٹ کر اُن فرائض کو انجام دینے لگیں - جو
لک و قوم کے شایان شان ہو سکیں -

ندن کے موجودہ تمدن کی ایک جھلک

لندن سے آیا ہوا خط

نسوانی آزادی ضرورت سے زیادہ ہے -
سوائے مزدوری اور بھاری کام کے باقی سب
کام لڑکیاں کرتی ہیں - دکانوں میں - ہوٹلوں میں
ریلوے میں - دفتروں میں - بسوں میں - تقریباً
ہر جگہ لڑکیاں کام کرتی ہیں - معیار زندگی اس قدر
بلند ہے - کہ جب کسی کا بیٹا یا بیٹی سترہ
یا اٹھارہ سال کے ہو جائیں - تو والدین اُس
کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے - اس وقت
اولاد والدین سے علیحدہ ہو جاتی ہے - خود
کماتے ہیں - کسی اور جگہ رہتے ہیں اور جو
مرضی ہو کرتے ہیں - والدین کا اُن سے کوئی
تعلق نہیں رہتا -"

تہذیب مغربی کے دلدادگان کے لئے عبرت

کیا مسلمانوں کو تہذیب کی اسی لائن
پر لے جانا چاہتے ہو - جس کے آخری نتائج
یہ ہیں -

روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۱۶ - اپریل ۱۹۵۴ء

تمام بُرائیوں کی روک تھام فقط قرآن مجید سے ہی ہو سکتی ہے -

غیر مسلموں کی آرائے متعلقہ قرآن مجید

۱ جیسی عالی عبارتیں قرآن مجید میں پائی جاتی
ہیں - اس سے اعلےٰ دُنیا میں کہیں بھی نہیں
مل سکتیں (گاڈ فری ہیگن)

۲ قرآن کی عام فہم تعلیمات نے دُنیا کی
کایا پلٹ دی - اور تیرہ و تار دُنیا میں تہذیب
انصاف کی روشنی پھیلائی (فیروز شاہ ایم - اے)
(مذہبی کی روشنی)

۳ قرآن عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے
بہترین رہبر ہے - اس میں تہذیب و
شائستگی ہے - تمدن ہے - معاشرت ہے -
اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے -
اگر صرف یہ کتاب ہی دُنیا کے سامنے ہوتی
اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا - تو یہ عالمِ انسانی
کی رہنمائی کے لئے کافی تھی -
(کاؤنٹ ٹالسٹائی دی لائٹ آف ریلیجن)

۴ اکثر کہا جاتا ہے - کہ قرآن محمد کی تصنیف
ہے - اور اس میں جو کچھ ہے - وہ سب تورات و
انجیل سے لیا گیا ہے - یہ بالکل غلط ہے -
میرا ایمان ہے کہ قرآن پاک ایک الہامی کتاب ہے
(ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر ریلیجن سنٹر آف دی ورلڈ)

۵ قرآن مجید کی تعلیمات میں ایک حد درجہ متعصب
انسان بھی کوئی ایسا عیب نہیں بتا سکتا - جو
تہذیب انسانی کے معیار سے گرا ہوا ہو -
(پنڈت شانتا رام بی - اے - محمدؐ صاحب
کا جیون چرتر)

۶ اگر قرآن دُنیا کے سامنے پیش نہ کیا جاتا
تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے - اور دُنیا کے
باشندے برائے نام ہی انسان رہ جاتے -
(اسٹینسلین پول گائیڈلنس آف ہولی قرآن)

۷ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ
قرآن کا ہر فقرہ آج تک ایسی حالت میں
ہے - جیسا کہ محمدؐ کے زمانہ میں تھا -
(سر ولیم میور لائف آف محمدؐ)

۸ قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان
کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور بُرائیوں
سے بچانے کے لئے رہنمائی نہیں کر سکتا -
(جان ڈیوی پارٹ دی گریٹ ٹیچر)

۹ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و
سائنس کے ہم آہنگ و ہم نوا بنانے میں
آج تک جتنی کوششیں کی ہیں - سب کچھ
پہلے ہی سے قرآن میں موجود ہے -
(الکس لازوان لائف آف محمد)

۱۰ دُنیا میں قرآن کے علاوہ اور کوئی کتاب
نہیں جو بارہ سو برس سے صحیح المتن رہی ہو -
(ولیم جیورج)

۱۱ قرآن خدا کی وحدانیت پر ناقابلِ تردید
شہادت ہے (ایڈورڈ گبن تاریخ زوالِ روم)

عبرت

وہ تعلیم یافتہ نوجوان جو قرآن مجید کی
تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتا - ثبوت اس کا
یہ ہے - کہ سب کچھ پڑھتا ہے - مگر قرآن مجید
نہیں پڑھتا - وہ غیر مسلموں کے ان بیانات
سے عبرت حاصل کرے - دُعا کرتا ہوں - کہ
اللہ تعالےٰ پاکستان کے نوجوانوں کو بھی قرآن مجید
کے متعلق یہ عقیدت عطا فرمائے - اور اس
پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے -
پاکستان ٹائمز مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۷ء

حکومت پاکستان کی توجہ کے قابل

بیرونی تعلیمی ادارے

جو مسلمان بچوں کو اپنے مذہب سے بے اعتمادی کی ترغیب دے رہے ہیں

مَیں مسٹر مسعود سکرٹری وزارت تعلیم قانون اور
آبادکاری مہاجرین مغربی پاکستان کے ان خیالات
کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں - جو انہوں نے
کوئٹہ کے ایک اجلاس میں چند ہفتے پہلے بیان
فرمائے - یہ کوئی ناقابلِ تردید حقیقت نہیں ہے
کہ انگریزی زبان کو مسلسل بنیادی ذریعہ تعلیم
بنائے رکھنے سے ہمارے قومی وقار کو بہت حد
تک نقصان پہنچا ہے - اور ایک آزاد قوم کے
نظریہ کی ترقی کے لئے باعث تاخیر ہے - ایک
اور حقیقت جس نے کہ قوم کی اخلاقی ترقی کو روکا

(باقی صفحہ ۸ پر)

(بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۹ سے آگے)

ہے۔ وہ ہمارے درمیان بیرونی تعلیمی اداروں اور طبی انجمنوں کا قیام ہے۔ یہ ادارے تاثیر بخش انجام دہی اور طے شدہ چالوں سے ہماری صحیح تہذیب کی بنیادوں کو ہلا رہے ہیں۔ یہ تمام کچھ ہماری اپنی غفلت اور مجرمانہ لغزش کی وجہ سے ہے۔ کہ یہ ادارے مقبول ہو رہے ہیں۔ اور بہتر تعلیم اور طبی خدمت کے نام پر وہ مسلمانوں کو اُن کے اپنے مذہب سے پھرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان باتوں کا تنقیدی جائزہ لیں جو ہم نے ان بیرونی اداروں سے حاصل کی ہیں۔ ہم اپنی آزادی کی مکمل تباہی پائیں گے۔ تعلیم کے میدان میں ہم یہ پاتے ہیں کہ ہمارے بچے جن پر ہمارے مُلک کا انحصار ہے۔ وہ اپنی تہذیب اور اپنی روایات اور زبان سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یہ تمام تعلیم جو ان اداروں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ ہمارے مزاج کے خلاف ہے۔ ہم اپنے ملک میں اجنبی ہو رہے ہیں۔ ان اداروں کی پیداوار اپنا بہترین ماضی جاننے کی بجائے بیرونی تاریخ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمان بچّوں کو مذہب (اسلام) پر اعتماد کھونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہ خارجی طبی ادارے بھی اسی طرح بہت خطرناک ہیں۔ علاوہ اس کے کہ مسلمان بچّوں کو اُن کے مذہب سے پھسلایا جائے۔ وہ اُن کے اپنے اسلامی اداروں سے بھی دل برگشتہ کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے لئے حوصلہ افزا نشانات نہیں ہیں۔ بلکہ غلامی کی ایک دوسری صورت کا باعث ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہماری قومی سلامتی اور مذہب کو مزید نقصان پہنچے۔ ہمارے لیڈر اور حکومت اس معاملہ میں سنجیدگی سے غور کرے۔ اور ہم کو جلد ہی ان اداروں کی حوصلہ افزائی جو امداد اور مراعات کی شکل میں دی جاتی ہے۔ بند کر دینی چاہیئے۔ اور جو ہمارے عوام اُن کی امداد کرتے ہیں۔ اُن کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم کوئی ایسا قدم اُٹھائیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ایسی ہی مراعات ہمارے قومی اور تعلیمی اور طبّی اداروں کو سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ مَیں اب مسٹر مسعود سے اپیل کرونگا کہ وہ تمام خارجی اداروں چاہے یہ تعلیمی ہوں یا طبی کے خلاف اپنی مہم جاری رکھیں قوم کی اُن کو مکمل حمایت حاصل ہو گی۔

(ڈاکٹر الٰہی علوی وکٹوریہ روڈ کراچی)

آخری دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو سچّا مسلمان بنائے۔ اور حسب وعدہ اس خطّہ کو صحیح معنی میں پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس مملکت میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ کرام والے اسلام کو بر سر اقتدار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارا پاکستان قیامت تک تابندہ۔ درخشندہ اور پائندہ رہے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۸- رمضان ۱۳۷۶ھ ۱۹- اپریل ۱۹۵۷ء

اللہ تعالےٰ کے دربار میں کامیاب ہونے والوں کی سات صفتیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام- ہر کلمہ گو کی یہ تمنا ہے- کہ میں بارگاہِ الٰہی میں کامیاب ہو جاؤں- تاکہ دُنیا کی ذلت، قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤں- دوزخ کی آگ دُنیا کی آگ سے انہتر حصّے زیادہ گرم ہے- یعنی دُنیا کی آگ ایک حصّہ گرم ہے اور دوزخ کی آگ ستّر حصّہ گرم ہے- اور دوزخ کی آگ کی ایک یہ خصوصیت بھی ہے- کہ اس میں انسان کو موت نہیں آئے گی- ارشاد ہے-

(لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ۝

سورہ طٰہٰ رکوع ۳ پارہ ۱۶

ترجمہ- جس میں نہ مریگا اور نہ جئے گا-

ہر کام میں کامیابی کی شرائط

یہ قاعدہ کلیہ ہے- کہ ہر کام میں کامیابی کی کچھ شرطیں ہوتی ہیں- اسی قاعدے کی بنا پر دربار الٰہی میں کامیابی حاصل کرنے کی اٹھارھویں پارہ کی پہلی سورہ مومنون کے چھ رکوع میں سات شرطیں بیان کی گئی ہیں- وہ پیش کرنا چاہتا ہوں- دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے سب کلمہ گو بھائی اور بہنوں کو ان شرطوں کو پورا کرکے دُنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے-

پہلی شرط

ایمان

(قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ) سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- بیشک ایمان والے کامیاب ہوگئے- ایمان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی ہر بات دل سے مان جائے- ایسا ماننا کہ اگر ساری دُنیا کے بادشاہ اور بادشاہوں کے سب وزیر اور ساری دُنیا کے عقلمند اور ساری دُنیا کی انسانی آبادی مل کر متفقہ طور پر یہ کہے- کہ تمہارے قرآن مجید میں فقط یہ ایک چھوٹا سا فقرہ غلط ہے- تو یہ کہے- کہ تم سب جھوٹے ہو- اور میرا اللہ سچا ہے اور اس کا یہ فرمان صحیح ہے-

دوسری

نماز میں عاجزی کرنا

(الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ)

سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں-

"خشوع کے معنی ہیں- کسی کے سامنے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا- معلوم ہوتا ہے- کہ اصل خشوع قلب کا ہے- اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے- جب نماز میں قلب خاشع خائف اور ساکن و پست ہوگا- تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھرینگے- ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے- پھر خوف و ہیبت اور سکون و خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے- مثلاً بازو اور سر جھکانا- نگاہ پست رکھنا- ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا- ادھر اُدھر نہ تاکنا- کپڑے یا داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا- انگلیاں نہ چٹخانا اور اسی قسم کے بہت سے افعال و احوال لوازم خشوع میں سے ہیں- احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے- کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے- جیسے ایک بیجان لکڑی- اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے- فقہا کا اس میں اختلاف ہے- کہ آیا نماز بدوں خشوع کے صحیح و مقبول ہوتی ہے یا نہیں- صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزا صلوٰۃ کے لئے شرط ہے- میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا- کہ حُسن قبول کے لئے شرط ہے- واللہ اعلم بہرحال انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی ان ہی مومنوں کو حاصل ہوگی جو خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں"-

انتہیٰ ملخصاً من حاشیہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

تیسری

بیہودہ باتوں سے مُنہ موڑنے والے

(وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝

سورہ المؤمنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں-

یعنی فضول اور بیکار کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے- اور اگر کوئی دوسرا شخص بیہودہ بات کہے- تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں-

چوتھی

زکوٰۃ ادا کرنے والے

(وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝

سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- اور وہ جو زکوٰۃ دیتے ہیں-

یعنی وہ باقاعدہ ہمیشہ زکوٰۃ دینے والے ہیں- زکوٰۃ دینے سے انسان کا نفس بخل کی رُوحانی بیماری سے پاک ہو جاتا ہے- علاوہ اس کے مال بھی پاک ہو جاتا ہے- کیونکہ زکوٰۃ ادا کر دینے سے اللہ تعالےٰ اس کے باقیماندہ مال سے راضی ہو جاتا ہے-

پانچویں

شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے

(وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں- مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں-

بعض مفسرین حضرات نے حرمت متعہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے-

چھٹی
امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھنے والے

(وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔

یعنی امانت اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں- اس میں خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے

ساتویں
نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں

(وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ- اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی نمازیں اپنے اوقات مقررہ پر تمام لوازمات کو ملحوظ رکھ کر ادا کرتے ہیں- اگرچہ نماز کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے- دوبارہ پھر اُسے بیان کیا گیا ہے- تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے- کہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں نماز کتنی اہم اور ضروری چیز ہے- وما علینا الا البلاغ

نماز کا فائدہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّی الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ رواہ احمد

ترجمہ- ابی ذرؓ سے روایت ہے- تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں نکلے- اور پتے (درختوں کے) گر رہے تھے- پھر آپؐ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں- راوی نے کہا پھر وہ پتے گرنے شروع ہو گئے- ابو ذر نے کہا- پھر آپؐ نے فرمایا- اے ابی ذر- میں نے کہا- لبیک یا رسولؐ اللہ- آپؐ نے فرمایا تحقیق مسلمان بندہ البتہ نماز پڑھتا ہے- اس نماز کے ذریعہ سے اللہ کی رضا چاہتا ہے- بس اس سے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں- جس طرح یہ پتے اس درخت سے جھڑے ہیں-

نماز نہ پڑھنے کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّ بُرْهَانًا وَّنَجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ اُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ

رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ- عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے- وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں- کہ آپؐ نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا- پھر آپؐ نے فرمایا- جس شخص نے نماز کی حفاظت کی (یعنی بالالتزام ہمیشہ پڑھی) نماز اس کے لئے نور ہوگی- اور اس کے حق میں دلیل ہوگی- (یعنی اس کے ایمان کا ثبوت ہوگا- ذکرہ فی المرقاۃ) اور نمازی کی نجات کا باعث ہوگی- اور جس شخص نے اس پر حفاظت نہ کی (مثلاً بالکل ہی نہ پڑھی- یا کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی) اس کے حق میں نور نہیں ہوگی- اور نہ اس کے حق میں دلیل ہوگی- اور نہ نجات ہوگی- اور وہ شخص قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف (یہ وہ مشرک تھا- جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جنگِ احد میں قتل کیا تھا) کے ساتھ ہوگا-

ایک نہایت ضروری سوال اور اس کا جواب

کیا مذکورۃ الصدر سات صفتوں سے متصف نہ ہونے والے انسان دربار الٰہی میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ اور عزت پا سکتے ہیں- اس سوال کا جواب اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جو فرمایا ہے- وہ یہ ہے (اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝)

سورہ الجاثیہ رکوع ۲ پارہ ۲۵

ترجمہ- کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے- کہ ہم ان کو ایمانداروں نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دینگے- ان کا جینا اور مرنا برابر ہے- وہ بہت ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں-

حاصل

یہ نکلا- کہ بد اور نیک برابر نہیں ہو سکتے یعنی جو لوگ دُنیا کی زندگی بسر کرنے میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع نہیں ہیں کھانے پینے پہننے- اُٹھنے بیٹھنے سونے اور جاگنے- کمانے اور خرچ کرنے میں فقط اپنے نفس کے تابع ہیں- ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو مذکور الصدر حاجات میں اپنے نفس کی خواہش کے مطابق کوئی کام نہیں کرتے- ہر معاملہ میں اللہ تعالےٰ سے استصواب رائے کرنے کے بعد قدم اُٹھاتے ہیں- کیا یہ دونوں برابر ہونے چاہئیں- ہرگز نہیں

آزاد خیال

لوگوں کے لئے گزشتہ اعلانِ الٰہی میں بہت بڑی عبرت ہے- یہ اُن کا اختیار ہے- کہ دُنیا کی چند روزہ زندگی کو آزادی سے بسر کر کے آئندہ کی ابدالآباد کی زندگی قید میں بسر کرنا پسند کریں- اور وہ قید کی زندگی دوزخ میں بسر کرنی ہوگی- جس کی آگ کی گرمی دُنیا کی آگ کی گرمی سے انہتر حصّہ زیادہ ہے- یہاں کی آگ کی گرمی اس گرمی کے مقابلہ میں ستّروواں حصّہ ہے- اس آگ میں ڈالے جانے سے آدمی تین چار منٹ کے اندر فنا ہو جاتا ہے- اس آگ میں انسان کو کبھی موت نہیں آئے گی-

آزاد خیالوں کی اللہ تعالےٰ سے گفتگو

خدا تعالےٰ کی شریعت سے آزاد ہو کر جنہوں نے دُنیا کی زندگی بسر کی تھی- اللہ تعالےٰ اُن سے فرمائے گا-

(اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِیْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ- کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سُنائی جاتی تھیں- پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے- کہیں گے- اے ہمارے رب ہم پر ہماری بد بختی غالب آگئی تھی- اور ہم لوگ گمراہ تھے- اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے- اگر پھر کریں- تو بے شک ظالم ہوں گے- فرمائے گا- اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو- اور مجھ سے نہ بولو-

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے-

آمین یا الٰہ العالمین

ہندوستان کے خریدار اور ایجنٹ حضرات اپنی رقوم حضرات مولانا قاری محمد صبیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور کے ہاں بھجوا کر منی آرڈر کی رسید ہمیں بھجوا دیں- "مینیجر"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲- شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۳- مئی ۱۹۵۷ء

انسانوں کی دو قسمیں

اور

دونوں کی زندگی کے نتائج

(۱) خدا پرست (۲) اغراض پرست

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام- اگر آپ انسانوں کے خیالات اور اعمال کو غور سے دیکھیں گے- تو آپ بآسانی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں- ایک وہ لوگ ہیں- جن کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف ہے انہیں اس امر کا یقین ہے کہ اگر ہم اللہ تعالےٰ کو راضی رکھیں گے- تو وہ ہماری دُنیاوی حالت اپنے فضل سے خوشگوار بنا دیگا- دنیا کی زندگی بھی اس کی رحمت سے اچھی گزر جائے گی- اور آخرت بھی سنور جائیگی- یہ لوگ کھانے میں پینے میں پہننے میں- جاگنے میں- سوتے میں- کمانے میں خرچ کرنے میں- شادی میں غمی میں غرضیکہ زندگی کے ہر لمحہ میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں- کہ ہمارا خدا ہم سے راضی رہے- جب ان لوگوں کی زندگی کا نصب العین رضاء الٰہی ہے تو اللہ تعالےٰ کی جو بات بھی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت انہیں معلوم ہو- اسے دل سے مانتے ہیں جس کا نام ایمان ہے- اور اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل بھی کرتے ہیں- جس کا نام اسلام ہے انہیں لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے-

(اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ جَزَآؤُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ۚ ۵)

سورہ البینۃ پارہ ۳۰

ترجمہ- بیشک جو لوگ ایمان لائے- اور نیک کام کئے- یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں- ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں- ان کے نیچے نہریں بہتی ہونگی- وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے- اللہ ان سے راضی ہُوا- اور وہ اس سے راضی ہوئے- یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے-

حاصل

یہ نکلا کہ خدا پرستوں کو رضاءِ الٰہی کا تمغہ ملا- اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شاہنشاہی مہمان خانہ یعنی بہشت میں ان کے رہنے کا اعلان ہوگیا- واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد مٹی سے پیدا شدہ انسان کے لئے اور کوئی درجہ عزت اور کمال کا باقی نہیں رہتا- اللّٰھم اجعلنا منھم آمین یا الٰہ العالمین-

ان خدا پرستوں کا مسلک انبیاء علیہم السلام والا ہی ہے

ابراہیمؑ کا مسلک (طریقہ)

(اِذۡ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ- جب اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اس کے رب نے کہا- کہ فرمانبردار ہو جا- تو کہا میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوں-

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا کہ میں بلا کسی شرط کے رب العالمین کا فرمانبردار ہوں- الحمدللہ آج جو صحیح معنی میں خدا پرست ہیں- ان کا طریقہ بھی یہی ہے- کہ بلا شرط اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں-

حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی وصیّت

(وَوَصّٰی بِھَاۤ اِبۡرٰھٖمُ بَنِیۡہِ وَیَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ- اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیّت کی- کہ اے میرے بیٹو- بیشک اللہ نے تمہارے لئے یہ دین چُن لیا- سو تم ہرگز نہ مرنا- مگر درآنحالیکہ تم مسلمان ہو- (یعنی اللہ تعالےٰ کے ہر حال میں تابعدار رہو)

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادوں کا دین

(اَمۡ کُنۡتُمۡ شُھَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡہِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰـھَکَ وَاِلٰـہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰھٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ)

سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ- کیا تم حاضر تھے- جب یعقوبؑ کو موت آئی- تب اُس نے بیٹوں سے کہا- تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے- انہوں نے کہا ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے- جو ایک معبود ہے- اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں-

حاصل

یہ نکلا- کہ ہم ہر حالت اور ہر عمل حیات میں فقط ایک اللہ تعالےٰ کے تابعدار رہینگے- جس کے سب انبیاء علیہم السلام تابع رہے ہیں- الحمدللہ آج کل کے سچّے خدا پرستوں کا بھی یہی طریقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک

(قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ ۝)

سورہ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳

ترجمہ- کہدو- میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہُوئے اس کی عبادت کرتا ہوں-

یعنی

اطاعت (فرمانبرداری) فقط اللہ تعالےٰ ہی کی کرتا ہوں- اور عبادت بھی اسی کی کرتا ہوں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ

آج بھی خدا پرستوں کا وہی مسلک ہے جو

انبیاء علیہم السلام کا متفقہ مسلک تھا۔ کہ ہر حال اور ہر کام میں فقط رضاء الٰہی کو پیش نظر رکھنا تاکہ اللہ تعالےٰ راضی رہے۔ اور اس کی رضا کے مقابلہ میں کسی مخالف کی پرواہ نہ کرنا۔ خواہ ساری قوم کیوں نہ ہو۔ اور خواہ اس قوم کا تاجدار ہی کیوں نہ ہو۔ اللھم اجعلنا من اتباعھم

اغراض پرستوں میں انتشار

برادرانِ اسلام۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ سب خدا پرست ایک اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسی کی رضا میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں۔ چونکہ قبلہ مقصود ایک تھا اس لئے سب متحد تھے۔ اب اغراض پرستو کی حالت پر غور کیجئے۔ ان میں کبھی اتحاد پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

مشتے نمونہ از خروار

اغراض پرستوں کی نیتوں میں انتشار ملاحظہ ہو کسی کی خواہش ہے کہ مَیں بادشاہ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ مَیں بڑا زمیندار بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ مَیں تجارت کرتے کرتے بڑا سیٹھ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ مَیں بہت بڑی جائداد کا مالک بن جاؤں۔ اس انتشار خیالی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک کی جد و جہد کا رُخ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ کہ مذکورۃ الصدر مقاصد سب فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان انسانوں کو کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا منظر ہوگا۔ کہ ہر ایک کی اپنی اپنی لائن میں جس قدر وسعت ہوتی جائے گی۔ اسی قدر پریشانی بڑھتی جائے گی۔

مثلاً

ایک پنواڑی کو دیکھئے پہلے غریب تھا۔ فقط منڈی سے پان کی ایک ٹوکری تین روپے کی لاتا تھا۔ شام کو تین کی بجاء ساڑھے چار روپے کما کر ٹوکری خالی کر کے گھر لے جاتا تھا۔ ڈیڑھ روپیہ جو نفع حاصل ہُوا تھا۔ اس میں بیوی بچّوں کا کھانا میسّر آجاتا تھا۔ رات کو بے فکر سوتا تھا۔ اب اسے اللہ تعالےٰ نے آسودہ حال بنا دیا۔ اور چار پانچ سو روپے کے مال سے ایک متوسط درجہ کی دُکان نکالی۔ نفع تو بیشک اسے پہلے سے زیادہ آتا ہے۔ مگر دُکان کو گھر نہیں لے جا سکتا۔ اس لئے رات کو مقفل کر کے چلا جاتا ہے ساری رات یہ فکر دامنگیر رہیگا کہ کہیں دُکان کا تالا توڑ کر چور سارا مال ہی نکالکر نہ لے جائیں۔ گویا کہ دُکان کے خیال سے ساری رات بے چین رہا۔

آگے چلئے

اسی پنواڑی کو اللہ تعالےٰ نے اور زیادہ مال دیا۔ حرص کی بناء پر اس نے دوسرے بازار میں ایک اور دکان نکال لی اور اس دُکان پر اپنے سالے کو بٹھا دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب دو کانوں سے آمدنی تو کافی بڑھ گئی۔ مگر جب پان بیچتا تھا تو رات کو کوئی فکر نہ تھی۔ اب دو دُکانوں سے چوری ہو جانے کا فکر دامنگیر رہتا ہے۔ اسی پر اور حریصوں کی زندگی کو قیاس کر لیجئے۔ بقول شخصے

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ان اغراض پرست حریصوں کو دُنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ان دنیاداری کے دھندوں میں غرق رہنے کے باعث اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیگا۔

اغراض پرستوں کا معبود اپنی غرضیں ہی ہیں

ارشاد الٰہی ملاحظہ ہو

(اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۝)

سورہ الفرقان رکوع ۴ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنا خُدا اپنی خواہش کو بنا رکھا ہے پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

خُدا وہ ہے

جس کی رضا حاصل کرنے کے لئے انسان سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس طرح خدا پرست خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جان۔ مال۔ عزّت قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غرض پرست، انسان دین۔ ایمان۔ عزّت سب کچھ خرچ کر کے بھی اپنا مطلب پُورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ

انگریز کی حکومت کے دَور میں

سی۔ آئی۔ ڈی (خفیہ پولیس) کے آدمی اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کے خلاف محض اس لئے ڈائریاں دیتے تھے کہ وہ انگریز کی نظر میں زیادہ مقبول ہو جائیں۔ ان کے عہدے کا گریڈ بڑھ جائے۔ اور تنخواہ میں ترقی ہو جائے۔ خواہ وہ اللہ تعالےٰ کا نیک بندہ عالمِ دین یعنی نائبِ رسولؐ ہی کیوں نہ ہو۔ جو محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خدا کے بندوں کو کتاب و سُنّت کی تعلیم دے رہا ہو۔ مخلوق خُدا کو ہدایت ہو رہی ہو۔ ان اغراض کے بندوں کا گریڈ بڑھ جائے۔ خواہ دین کا دروازہ بند ہو جائے۔ قرآن مجید اور سُنّتِ رسول کی اشاعت کرنے والے کو ہتھ کڑی لگ جائے۔ وہ جیل میں جائے اس کے بال بچّے اس کی جُدائی میں آہ و زاری کرتے کرتے جان بلب ہو جائیں۔ ان سے فائدہ اُٹھانے والے انسان ان پر لعنتیں بھیجیں۔ انہیں ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ انگریز کے وقت میں اس قماش کے آدمی ایک دو نہیں بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر ان کی تعداد جمع کی جاتی۔ تو ہزاروں تک پہنچ جاتی ایسے لوگوں کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خدا فقط اپنی دُنیاوی اغراض تھیں۔

یہ وبا عام ہے

آج کل میرے مغربی پاکستان میں تو اغراض پرست انسانوں کی اکثریت ہے۔ جنہیں نہ اللہ تعالےٰ کا خوف۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا لحاظ۔ نہ موت کا کھٹکا۔ نہ قبر کے عذاب کا خطرہ۔ نہ میدانِ محشر میں حساب کتاب دینے پر یقین۔ نہ دوزخ سے بچنے کی کسی تدبیر کا خیال۔ دن رات محض اپنی اغراض پوری کرنے کے لئے در بدر خاک بسر رہتے ہیں۔ ایسے بدنصیبوں کے حق میں سدا

بیچین رہنے کے متعلق شاہنشاہی اعلان

(وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝) سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا۔ تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھائینگے۔ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ مَیں بینا تھا۔ فرمائیگا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تُو نے انہیں بُھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی

صفیہ بنت شیبہ رحمۃ اللہ علیہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انصار کی عورتوں کی تعریف فرمائی اور ان کا تذکرہ اچھے الفاظ میں فرمایا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور نازل فرمائی (یعنی سورۃ النور میں خواتین کو پردے کا حکم ہوا) تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو پھاڑ کر ان سے دوپٹے بنالیے۔ (سنن ابو داود:۴۱۰۰)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مصری کپڑے آئے جن میں سے ایک مصری کپڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرما دیا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلو اور ان میں سے ایک ٹکڑے کو قمیص بنالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو وہ اس سے اپنی اوڑھنی بنالے۔ حضرت دحیہ کلبیؓ واپسی کے لیے مڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو حکم دو کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا لگالے (بطور استر کے) جس سے اس کا بدن ظاہر نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد:۴۱۱۶)

بھلایا گیا ہے۔

شاہنشاہی اعلان

اغراض پرست سخت گمراہ اور ظالم ہیں

(فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝) سورہ القصص رکوع ۵ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔ اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں۔ تو یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں۔ محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا۔ مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کر دیا۔ بتلائیے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت اُسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے۔ اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنائے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو خدا پرست بنائے۔ اور اغراض پرستی کی مہلک بیماری سے بچائے۔ جس سے دُنیا اور آخرت دونوں جہان برباد ہو جاتے ہیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۹- شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰- مئی ۱۹۵۷ء

تحریک استخلاصِ وطن کی ابتدا

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد - حصولِ اقتدار - استحصالِ دولت - اقتصادی برتری کے لئے یورپین اقوام بالخصوص انگریزوں نے جو نفرت انگیز انسانیت سوز مظالم کئے اور جن کا طویل سلسلہ وحشت و بربریت کی پوری سرگرمیوں کے ساتھ برابر جاری تھا۔ انہیں سفاکانہ مظالم نے عام مسلمانوں بالخصوص علمی طبقہ میں آزادی کی عام تڑپ پیدا کی - پہلے پہلے تو یہ خیال تھا کہ بادشاہ اور صوبہ جات کے نواب روسا وغیرہ اس بدیسی یورپین ظالم قوم کا قلع قمع کر دیں گے - مگر پلاسی اور پھر بکسر پھر روہیلکھنڈ و میسور - مدراس - دکن - بمبئی وغیرہ کی لڑائیوں میں ناکامیوں نے انتہائی مایوسی پیدا کر دی - اور مصائب کے روز افزوں زلزلوں نے سخت پریشان کر دیا - ۱۸۰۳ء میں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ نے بادشاہ دہلی سے ملکی [illegible] کا پروانہ جابرانہ طریقہ پر لکھوا کر ملک میں اعلان کرا دیا - کہ "خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا حکم کمپنی بہادر" کا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کا فتویٰ دیا - اور مسلمانوں کو آزادی ہند کے لئے آمادہ کرنا ضروری سمجھا -

واقعات نے بتلا دیا تھا کہ ہندوستان کے موجودہ حکام و امراء میں اب کسی میں طاقت اس بدیسی غیر مسلم ظالم قوم کے مقابلہ اور دفع کرنے کی ایسی نہیں رہی - جس پر اطمینان کیا جائے - لہٰذا مسلمانوں کو احوال پر غور کرنا اور آزادی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا از بس ضروری ہے - جو کہ ہر دارالحرب کے باشندوں پر لازم ہے - چنانچہ اس کے بعد سے جد و جہد شروع ہوئی - جو کہ سکھوں کے مقابلہ کے نام سے مشہور کی گئی اس زمانہ میں مغربی پنجاب میں، سکھوں کی حکومت تھی - جو کہ انگریزوں کے حلیف تھے - اور آپس میں (انگریزوں اور راجہ رنجیت سنگھ میں) زور دار معاہدے کئے ہوئے تھے - مگر حقیقت میں سکھوں سے لڑنے کا مقصد اصلی ان بدیشیوں (انگریز) اور اُن کے معاونین سے لڑ کر ملک کو اس مصیبت سے بچانا تھا - اور رعایا پر سے اُن کے وحشیانہ مظالم کو اُٹھا دینا اور اس حضرت سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس تحریک کے سردار اور بانی ہیں اُن کے خط میں جو کہ وزیر گوالیار کے نام مدد طلب کرنے کے لئے دیکھا گیا تھا (جس کو ہم بجنسہٖ آگے ذکر کریں گے) صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا مقصد ہندوستان کو اس بدیشی قوم (انگریز) کے مظالم سے پاک کرنا ہے - اس کے بعد ہندو اور مسلمان مل کر بادشاہت کے لئے جس کو مناسب سمجھیں منتخب کریں اور یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی جماعت جو کہ یاغستان میں اب تک مقیم ہے - اور جس کو انگریز باغی کیمپ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں - سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد بھی وہاں مقیم رہے - انگریزوں نے بہت خواہش کی کہ وہ اپنے وطنوں میں لوٹ آئیں - مگر اُن کا بڑا حصہ وہیں رہکر انگریزوں سے برسرِ پیکار ہوتا رہا -

حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کی تحریک

حضرت شاہ ولی اللہ اور پھر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے ارشاد و ہدایت سے جس انقلابی پارٹی کی داغ بیل ڈالی تھی - آخرکار اُس نے اُنیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں سید احمد صاحب شہیدؒ اور اُن کی جماعت حقہ کے روپ میں جنم لیا - حضرت سید صاحب اور آپ کے رفقائے کار نے اپنی نواہائے آتشیں سے تمام ملک میں آگ لگا کر ایک ایسی بڑی جمعیت پیدا کر لی - جو ملک کو ہر قسم کے شر و فساد اور ظلم و جور سے پاک و صاف کر دے اور مسلمان دوسرے ارباب مذہب کے ساتھ عزت و خود داری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں - یہ زمانہ پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کا تھا - سید صاحب کو مسلسل اطلاعات پہنچ رہی تھیں - کہ مہاراجہ کی حکومت میں مسلمانوں پر ناگفتنی مظالم ہو رہے ہیں - اُن کے شعائرِ مذہبی کی اعلانیہ توہین ہو رہی ہے - اور عرصہ حیات اُن پر تنگ کر دیا گیا ہے آپ نے اپنے خلیفہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو ان واقعات کی تحقیق کے لئے پنجاب روانہ کیا - اور آخر جب اُنہوں نے چشم دید حالات دیکھنے کے بعد ان واقعات و مظالم کی تصدیق کر دی - تو آپ نے پنجاب کا رُخ کر دیا -

جہاد کا مقصد

لیکن اس جہاد سے سید صاحبؒ کا مقصد ملک گیری اور کوئی دنیوی منفعت بالکل نہیں تھا - چنانچہ اپنے خطوط اور خطبات و مواعظ میں آپ بار بار اس کا تذکرہ فرماتے تھے - مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو حضرت سید صاحبؒ کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں سید صاحبؒ نے صاف صاف فرمایا - کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے - بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے - کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ مذہبی فرائض ادا کرنے میں مزاحم ہوتے ہیں - اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آ جائینگے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی - سید صاحبؒ کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا - جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے - اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی - اور اس میں صاف صاف بتا دیا - کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے - اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی - اس سے آپ کو

غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے - ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے - چنانچہ اس سلسلہ میں سرحد سے ریاست گوالیار کے مدارالمہام اور مہاراج دولت رائے سیندھیا کے وزیر و برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے - وہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے - اس سے آپ کے اصلی عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے نقطہ نظر پر روشنی پڑتی ہے -

(ا) یہ تحریک آزادئ علماء ہند کے ہاتھوں انیسویں صدی کے ابتدائی حصّہ سے شروع ہوئی - اور اس کی سنگِ بنیاد رکھنے والے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ اور اُن کے خاندان کے لوگ اور ان کے شاگرد اور مریدین ہیں -

(ب) اس تحریک میں فرقہ واریت اور مذہبی تنگدلی کا نام نہ تھا - بلکہ تمام ہندوستان اور اس کے باشندوں کو بدیشی مظالم سے جو کہ تمام ملک کو برباد کر رہے تھے - نجات دلانا تھا -

(ج) اس تحریک میں غیر مسلموں کو بھی شریک کیا گیا تھا - اور اُن کو بلایا گیا تھا

(د) سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہیں تھی - بلکہ اس بنا پر تھی - کہ وہ انگریزوں کے حلیف اور مددگار تھے انگریزوں نے اُن کو ہندوستان میں اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے افغانستان کے راستہ میں آہنی دیوار اور سد سکندری بنایا تھا - اس لئے اُن کا قلع قمع کرنا لازم تھا - اس کے علاوہ وہ بے پناہ مظالم بھی محرک تھے جن کا وہ انتہائی بربریت کے ساتھ ارتکاب کر رہے تھے -

(ہ) اس تحریک کا مقصد دُنیاوی مفاد ملک گیری - خود غرضی عہدوں اور منصوبوں کا حاصل کرنا کسی قوم کو غلام بنانا اُن کی دولت اور ذرائع دولت کو ہتھیانا ہرگز نہ تھا بلکہ محض خدا کی ہندوستانی عام مخلوق کو یورپین سپید بھیڑیوں اور اُن کے حلفا کی لوٹ مار چیر پھاڑ تذلیل و توہین وغیرہ سے بچانا تھا - جو کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا عظیم ترین مقصد ہے - عدل و انصاف - امن و امان - انسانی ہمدردی - غربا پروری - کمزوروں کی امداد اسی مقصدِ اعلیٰ کے پھل پھول اور شاخیں ہیں -

الحاصل دارالحرب بن جانے کے فتویٰ مذکورہ کے بعد اس کے فرائض کی انجام دہی میں غور و خوض شروع ہُوا - حضرت شاہ صاحبؒ اور اُن کے خاندانی حضرات اور تلامذہ اور مریدین با اخلاص میں گفت و شنید بحث و تمحیص ہونی ضروری تھی - اس کے بعد عام مسلمانوں کو ساتھ لینے اور اس فریضہ کی انجام دہی کے عمل میں لانے کی تدبیریں سوچی گئیں - اور ضروری سمجھا گیا - کہ عام مسلمانوں کو فریضہ مذکورہ کی دعوت دی جائے مگر جب تک مدعوین کے کیرکٹر اور اخلاق و اعمال میں استقامت اور استقلال خدا ترسی اور اخلاص وغیرہ اعلیٰ ترین اخلاق پیدا نہ ہوں تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا - اور اگر بغیر اُن کے اقدام کیا گیا تو بجائے نفع کے ضرر کا سخت اندیشہ ہے - اس لئے ملک میں دورہ کرنا - ہر جگہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ تفہیم سے لوگوں کے عقائد و اخلاق و اعمال کو درست کرنا اور ان سے عہد و میثاق لینا کہ وہ اللہ تعالےٰ اور رسول علیہ السلام کی سچی اور پکی تابعداری کریں گے - چوری زنا - ناحق قتل کرنا - لوگوں پر بہتان باندھنا وغیرہ تمام بڑے بڑے گناہوں سے دُور رہیں گے - ضروری سمجھا گیا - اور اس کام کے لئے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مرید و خلیفہ خاص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اُن کے بھتیجے محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور داماد و بھتیجے مولانا عبدالحی صاحبؒ مرحومین کو منتخب کیا گیا - اوّل الذکر کو سب کا سردار اور ہر دو بزرگوں کو جو کہ بحکم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سیّد صاحبؒ کے مرید بھی ہو گئے تھے - اُن کا دست و بازو بنا دیا گیا -

سیّد صاحبؒ کے مختصر حالات

حضرت سید صاحب مرحوم ۱۷۸۶ء میں بمقام تکیہ متصل رائے بریلی (اودھ) سادات کے معزز خاندانوں میں پیدا ہوئے ہونہاری کے اعلےٰ آثار بچپن سے ہویدا تھے - ۱۸۰۶ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحصیل علوم اور سلوک کی غرض سے حاضر ہوئے - مقصد معلوم کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا - آپ کے خاندان میں تو منصب ولایت موروثی ہے - امید ہے کہ آپ بھی اپنے آباو اجداد کی طرح منزل مقصود پر فائز ہوں گے -

حضرت شاہ صاحب مرحوم نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم کے سپرد کر دیا - اُنہوں نے روحانی تعلیمات اور تلقیات کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھائی

۱۸۰۸ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیعت ہوئے - چونکہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی حسن توجہ اور اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر کمال پر پہنچ گئے - شاہ صاحب نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا - اُسی سال میں وطن مالوف واپس ہوئے - اور وطن میں شادی کر کے تقریباً دو برس قیام فرمایا - ۱۸۱۰ء میں ضروریات معاشیہ کی بنا پر نواب امیر خاں والئے ٹونک کی فوج میں ملازم ہو گئے - اس زمانہ میں فوجی کارناموں کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ شب بیداری کی حالت یہ تھی کہ نفلوں میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں ورم کر جاتے تھے - ۱۸۱۷ء میں جبکہ نواب امیر خاں انگریزوں سے صلح کے نامہ و پیام کرنے لگے - تو سیّد صاحب فوجی نوکری چھوڑ کر پھر دہلی حضرت شاہ صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے - اس آٹھ برس کی غیبوبت میں سید صاحب نے اس قدر روحانی ترقی کر لی تھی - کہ اُن کی روحانی نسبت اُن کے مرشدوں سے بھی بالاتر ہو گئی تھی - مولانا محمد یعقوب صاحب (برادر شاہ محمد اسحٰق صاحب نواسہ شاہ عبدالعزیز صاحب) فرمایا کرتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کی توجہ کی تاثیر ہلکی بارش کی طرح ہوتی ہے - اور حضرت سید صاحب کی مثال لوہے کی پھونکنی سے دینی چاہیئے - جو کہ فوّارہ کی طرح قلب پر پڑتی ہے -

اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنے اعزاء و احباب کو اپنے بجائے سید صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی - چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحبؒ (باوجود سیّد صاحب سے تقریباً دس برس بڑے ہونے اور علوم ظاہرہ میں بہت زیادہ ماہر ہونے کے) نیز حضرت مولانا عبدالحی صاحب مولانا وجیہ الدین صاحب مولانا محمد یوسف صاحب نبیرہ شاہ اہل اللہ صاحب وغیرہ حضرت سید صاحبؒ سے بیعت ہو گئے -

۱۔ یہ تحریک ہی محض آزادی وطن کے لئے علماء اور فقراء اور غربا مسلمانوں نے محض بے سروسامانی کے ساتھ شروع کی تھی۔ جس سے عام لوگوں میں اس قدر جوش اور جذبہ سرفروشی پیدا ہو گیا تھا۔ کہ باوجود ہر قسم کی مشکلات اور ناکامیوں کے آخیر زمانہ تک نہیں مٹا۔ فریضہ جہاد کی انجام دہی کا یہ جذبہ ہر چھوٹے بڑے میں پایا جاتا تھا۔ خواہ مرد ہو یا عورت اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ شہری ہو یا دیہاتی۔ عوام ہو یا خواص۔ مختصر یہ کہ ہر فرد ملت اس نشہ میں سرشار تھا۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق سرگرم عمل سب ایک ہی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اور حوادث روزگار اور انگریزی مظالم کے آہنی پنجہ سے بے پرواہ ہو کر جس راہ پر گامزن ہوئے۔ اُس سے سرمو انحراف نہ کیا۔

ہمارے اکابر کا ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ لینا

ہمارے تمام اکابر (علماء دیوبند سہارنپور مظفرنگر) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اُن کے تلامیذ کے شاگرد اور خوشہ چین رہے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت شاہ صاحبؒ اور اُن کے خاندان کے مسلک اور حکم کے خلاف چلیں۔ چنانچہ جب سیّد صاحبؒ کی تحریک جہاد شروع ہوئی تو حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب شہید ولایتیؒ (دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب حضرت شاہ نصیرالدین صاحب دہلویؒ (سابق پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ) اور بہت سے حضرات (اطراف سہارنپور مظفرنگر وغیرہ) شریک تحریک ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سرحد میں جاکر شہید ہوئے۔ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اعلیٰ جذبات حریّت و جہاد اور اُن کی تعلیمات روحانیہ سے اُن حضرات کو انتہائی شغف اور حسن اعتقاد رہتا تھا۔ سرحد کی ناکامی اور آپس کی غدّاریوں سے ان حضرات کے قلب میں انتہائی قلق اور اضطراب اور ہمیشہ محسوس ہوتا رہتا تھا۔ جب انقلاب ۵۷ء کی تحریک اطراف و جوانب ہند خصوصاً اطراف دہلی میں چلنی شروع ہوئی۔ تو اُن حضرات کے جوش حریت میں نئی حرکت پیدا ہوئی۔ اُن بزرگوں نے محسوس کیا۔ کہ اس انقلاب میں حصّہ لینا فرض اور لازم ہے۔ انگریزوں کے افعال ماضیہ اور احوال حاضرہ پر بخوبی مطلع تھے۔ اس تمام جماعت میں حضرت حافظ ضامن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز زیادہ پیش پیش تھے۔ (حضرت حافظ صاحب قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین اور اعلےٰ ترین خلفاء میں سے تھے۔ نسبت روحانیہ نہایت قوی اور بے مثل پائی تھی۔ میاں جی صاحب مرحوم کی وفات کے وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی تکمیل سلوک تصوف پوری نہیں ہوئی تھی۔ تو میاں جی صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو تکمیل کے لئے حافظ ضامن صاحبؒ ہی کے سپرد کیا تھا) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک انقلاب میں حافظ صاحب کے ہم نوا تو ضرور تھے۔ مگر پیش پیش اور اس قدر زیادہ جوش میں نہ تھے۔ اسی قصبہ تھانہ بھون میں میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے خلیفہ مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے۔ چونکہ تینوں حضرات پیر بھائی اور ایک ہی مقدس ہستی میاں جی صاحب کے دریوزہ گر تھے۔ اسی لئے آپس میں میل جول اتحاد و اتفاق بڑے پیمانہ پر رہتا تھا۔ مگر مولانا شیخ محمد صاحب علوم عربیہ کے باقاعدہ فاضل تھے۔ علماء دہلی سے تمام نصاب علم ظاہر پڑھ چکے تھے۔ بخلاف حضرت حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے کہ دونوں حضرات نے علوم عربیہ کی تکمیل نہیں کی تھی۔ اگرچہ نسبت باطنیہ میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ اس بنا پر مسائل شرعیہ میں ہر دو حضرات مولانا شیخ محمد صاحب ہی کا اتباع کرتے تھے۔ بدقسمتی سے مولانا کی رائے تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں۔ اس اختلاف اور فتویٰ کی بناء پر حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو اُن کے اوطان سے دونوں حضرات نے بلوایا۔ یہ دونوں حضرات اس سے بہت پہلے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی اور حضرت مولانا مملوک علی صاحب اور دیگر اساتذہ دہلی سے سند فراغ علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر چکے تھے۔ اور اپنی ذکاوت اور مہارت میں پوری شہرت حاصل کر کے سلوک و طریقت کی منازل بھی طے کر چکے تھے۔ جب ہر دو حضرات (مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما) پہنچ گئے۔ تو ایک اجتماع میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے پوچھا (چونکہ وہ چچا پیر تھے اس لئے ہمیشہ اُن کا ادب کیا جاتا تھا) کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں۔ ہم بالکل بے سروسامان ہیں۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ کہ کیا اتنا بھی سامان نہیں ہے۔ جتنا کہ غزوۂ بدر میں تھا۔ اس پر مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم نے سکوت فرمایا۔ اس پر حافظ ضامن صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ مولانا بس سمجھ میں آگیا۔ اور پھر جہاد کی تیاری شروع ہو گئی۔ اور اعلان کر دیا گیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام مقرر کیا گیا۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار فوج قرار دیا گیا۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو قاضی بنایا گیا۔ اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی کو میمنہ میسرہ (دائیں اور بائیں) کا افسر قرار دیا گیا۔ چونکہ اطراف و جوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقوی علم (تصوف اور تشرع) کا بہت زیادہ شہرہ تھا۔ ان حضرات کے اخلاص اور للّٰہیت سے لوگ بہت زیادہ متاثر تھے۔ ہمیشہ سے انکی دینداری اور خدا ترسی دیکھتے رہے تھے۔ اس لئے ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ علاوہ مریدین اور تلامذہ کے عام مسلمان بھی بیحد معتقد تھے۔ اس لئے بہت تھوڑی مدت میں جوق در جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت تک ہتھیاروں پر پابندی نہ تھی۔ عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار تھے۔ جس کو رکھنا اور سیکھنا مسلمان ضروری سمجھتے تھے۔ مگر یہ ہتھیار پرانی قسم کے تھے۔ بندوقیں توڑے دار تھیں۔ کارتوسی رائفلیں نہ تھیں۔ یہ صرف انگریزی فوجوں کے پاس تھیں۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے اور تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت

قائم کر لی گئی۔ اور انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے۔ خبر آئی کہ توپ خانہ سہارنپور سے شاملی کو بھیجا گیا ہے۔ ایک پلٹن لا رہی ہے۔ رات کو یہاں سے گزرے گی۔ اس خبر سے لوگوں میں تشویش ہوئی۔ کیونکہ جو ہتھیار ان مجاہدین کے پاس تھے۔ وہ تلوار بندوق توڑے والی اور برچھے وغیرہ تھے۔ مگر توپ کسی کے پاس نہ تھی۔ توپ خانہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا۔ فکر مت کرو۔ سڑک ایک باغ کے کنارے سے گزرتی تھی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس یا چالیس مجاہدین پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے افسر مقرر کر دیا تھا۔ آپ اپنے تمام ماتحتوں کو لے کر باغ میں چھپ گئے۔ اور سب کو حکم کیا کہ پہلے سے تیار رہو۔ جب میں حکم کروں۔ سب کے سب ایک دم فائر کرنا۔ چنانچہ جب پلٹن مع توپ خانہ باغ کے سامنے سے گزری تو سب نے یکدم فائر کیا۔ پلٹن گھبرا گئی۔ کہ خدا جانے کس قدر آدمی یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ توپ خانہ چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی مسجد کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ اس سے لوگوں میں اُن حضرات کی فراست ذکاوت قانون حربیہ کی مہارت معاملہ فہمی اور ہر قسم کی قابلیت کا سکّہ بیٹھ گیا۔ شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا۔ ضلع سہارنپور سے متعلق تھا۔ وہاں تحصیل بھی تھی۔ کچھ فوجی طاقت بھی وہاں رہتی تھی۔ قرار پایا۔ کہ اس پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ چڑھائی ہوئی اور قبضہ کر لیا گیا۔ جو طاقت پولیس اور فوج کی وہاں تھی وہ مغلوب ہو گئی۔ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اسی ہنگامہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت حافظ صاحب کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ اُن کی شہادت سے پہلے روزانہ خبر آتی تھی کہ آج فلاں مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا۔ آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہوا۔ مگر حافظ صاحب مرحوم کی شہادت کے بعد پہلے پہل خبر آئی۔ کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور یہی حال ہر جگہ کی خبروں کا تھا۔ اس سے پہلے گورے فوجی چھپتے پھرتے تھے۔ ایک ہندوستانی سپاہی گوروں کی جماعت کو بھگائے پھرتا تھا۔ مگر بعد میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔ پہلے کسی کھیت میں گورا سپاہی چھپا ہوا تھا۔ تو کاشتکار عورت نے اپنے کھرپے سے اس کو قتل کر ڈالا۔ مگر بعد میں معاملات اُلٹ ہو گئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام معاملہ جوش و خروش جنگ و جدال کا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے لئے کیا گیا تھا۔ بہرحال حافظ صاحبؒ کی شہادت اور دہلی کے سقوط کی خبر سے لوگوں کی ہمتیں بالکل پست ہو گئیں۔ اور سب اپنے اپنے اوطان کو واپس آ گئے۔ انتہی ملخصا من نقش حیات من اولہ الی ہذا المقام

ضرورت قیام دارالعلوم دیوبند

تاریخ قیام دارالعلوم ۱۸۶۷ء یوم پنجشنبہ

سلطنت مغلیہ کے آخری چراغ کو گُل ہُوئے ۱۳ سال گزر گئے۔ ہندو اور مسلمان حریت اور استخلاص وطن کی آخری جدوجہد میں ناکام ہو چکے۔ سبز رنگ کا قومی نشان صلیبی نشان کے سامنے سرنگوں ہو چکا دہلی کے لال قلعہ پر اسلامی پرچم کی بجائے یونین جیک لہرا رہا ہے۔ ایک ایک کر کے ہر شخص کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ یا جلاوطن کر دیا گیا۔ جس نے تحریک حریت میں کوئی بھی جدوجہد کی تھی۔ سینکڑوں علماء ہیں۔ جنہوں نے دار و رسن کی مظلوماً موت کو لبیک کہا۔ اور جام شہادت پی کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہزاروں خاندان ہیں جو جاہ و جلال کی سربلندیوں کی بجائے بے کسی تباہی اور خانہ بربادیوں کی پستیوں میں گر کر اِنَّ الملوك اِذا دخلوا قرية اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً کے فطری اصول کا تختہ مشق بن چکے۔

مختصر یہ کہ انقلاب کی تباہ کاریوں نے مسلمانوں کو اس درجہ پست ڈالا کہ عمل تو درکنار سیاست کے نام سے بھی وہ لرزنے لگے۔

خفیہ پولیس کے انسانیت سوز کارناموں نے اوقات سحر میں بھی بد دعا کو موت کے مرادف بنا دیا۔ ہندوستان کے طول و عرض پر عیسیٰ مسیح کے مذہب کا جھنڈا لہرانے کے شوق میں عیسائی اور مسلم نما پادری سانپ بچھو کی طرح ظلمت کدہ ہند کے چپہ چپہ میں رہنے لگے۔ نظام تعلیم کی تباہی نے ایک عام جہالت کی چادر تمام ہندوستان پر تان دی۔ شاہ عالم کے معاہدہ کے برخلاف حکومت کی زبان انگریزی قرار دے کر عربی اور فارسی کے تمام مکاتب و مدارس کو پیغام فنا سُنا دیا گیا۔ علماء ملت کو دیہاتی جاہل سے بھی زیادہ بے حیثیت کر دیا گیا۔ سکولوں اور کالجوں کا کورس وہ تجویز کیا گیا۔ جو مسلمان بچوں کو عیسائی نہ بنا سکے تو کم از کم اُن کی رائے میں اتنی تبدیلی ضرور پیدا کر دے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں۔

ایک مصیبت تھی۔ تباہی تھی۔ جس میں مسلمانان ہند پہلی مرتبہ مبتلا ہوئے تھے تمام چارے ختم ہو گئے تھے۔ تقدیر تدبیر پر غالب آ چکی تھی۔

حیرانی تھی کہ جب شجر اسلام کی آبیاری نہ ہو۔ تو اسلام سوز بادسموم کے تیز و تند جھونکوں میں اس نخل نو کا بقا کہاں تک۔

ہاں کچھ وہ بھی تھے کہ اُن کے مقدس ایمان کے نور فراست نے دیدہ بصیرت کو اس قدر تیز کر دیا تھا۔ کہ مستقبل بعید کو اپنے تدبر و تفکر کے آئینہ میں حال کی طرح دیکھ رہے تھے۔ دشمنان اسلام الرغم اسلام کے فنا کر دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ لیکن اسلام اپنے پاکبازوں کے ذریعہ سے اپنا اعجاز دکھانا چاہ رہا تھا۔ اور بلاشبہ وہ ایک جدید حیات کے لئے مچل رہا تھا ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اُنہی پاکبازوں کی پیشانیاں سربسجود ہوئیں۔ اوقات سحر میں قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دستِ دعا بلند کئے گئے۔ اُن کے تفرع اور ابتہال پر لطف الٰہی کا توجہ سرزمین ہند کی طرف منعطف ہوا۔ اور ہندوستان میں تحفظ اسلام کی ایک تجویز پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ یوں کہو۔ رسالت عظمیٰ کے عہد مقدس کا ایک صفحہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

تجویز کردہ لائحہ عمل

سیاست کے نام پر کوئی تحریک

انگریزی پالٹیکس میں حرام تھی۔ تنظیم قوم اوّل تو خود خطرناک چیز تھی۔ پھر مقصد کے بغیر تنظیم ناممکن تنظیم بذات خود کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتی ہاں کوئی مقصد خود بخود نظم پیدا کر دیا کرتا ہے۔ محض وعظ و تبلیغ یا فتویٰ نویسی موجودہ نسلوں کے لئے مفید ہو جاتی ہے۔ مگر آئندہ کے لئے ان چیزوں میں تحفظِ ملّت کی کوئی قوّت نہیں۔

ہاں ایک چیز اور صرف ایک چیز تھی جس کا نقشہ عہد رسالت (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والسلام) میں صفہ کی صورت میں نظر آیا تھا۔

اب اسکو مدرسہ کی شکل دے دی گئی

یعنی محض اللہ کے توکل پر مذہبی مدارس کا ایک سلسلہ قائم کیا جائے۔ جو مسلمانوں کو مسلمان اور اسلام کو اپنی حقیقت کے ساتھ باقی رکھ سکے۔

اسی نقطۂ نگاہ سے

دیوبند میں دارالعلوم سہارنپور میں مظاہر العلوم، مراد آباد میں مدرسہ قاسم العلوم عرف مدرسہ شاہی قائم کیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کی اہمیّت

بے شک ہندوستان میں گیارہ سو برس مسلمانوں کی شاندار حکومت قائم رہی۔ مگر کیا کوئی درسگاہ ملتی ہے۔ جس میں اس اہتمام کے ساتھ حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوتی ہو۔ بے شک مدارس لاکھوں تھے۔ چپہ چپہ پر سکول تھا۔ مگر افسوس ہندوستان کے طول و عرض میں دارالحدیث یا دارالتفسیر ایک بھی نہ تھا۔ ہاں بے شک مصر و بغداد میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ جامع ازہر آج بھی اپنی جامعیت میں شہرہ آفاق ہے لیکن ان تمام کا قیام و بقا حکومت کے خزانوں پر تھا۔ سوال تو یہ ہے کہ بے کس و بے درماں مفلس قوم کا مدرسہ جو اپنی خدمات میں جامع ازہر جامع نظامیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں سے بازی لے جائے۔ کیا اسلامی تاریخ میں اس سے پہلے کہیں وجود میں آیا ہے۔ یہ اسلام کا معجزہ ہے۔ جو سرزمین ہند میں ظاہر ہوا۔ اور جس نے تمام عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

انتہی ملخصاً من علماء حق حصہ اوّل

دارالعلوم دیوبند کے متعلق حضرت مولانا ظفر علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت۔

چٹان ۱۳- جون ۵۴ء صفحہ ۱۱

دیوبند

شاد باش و شاد ذی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملّتِ بیضا کی عزّت کو لگائے چار چند
حکمتِ بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دو چند
اسم تیرا بامسمّیٰ ضرب تیری بے پناہ
دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام ہو جاں سے نثار
قرن اوّل کی خبر لائی تری اُلٹی زقند
تو علمبردارِ حق ہے حق نگہباں ہے تیرا
فیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا اُن عالمانِ دینِ قیّم نے پسند
جان کر دینگے جو ناموسِ پیمبرؐ پر فدا
حق کے رستہ میں کٹا دینگے جو اپنا بند بند
کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شہؒ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند
گرمیٔ ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج
جن سے پرچم ہے روایات سلف کا سربلند

ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فتوےٰ

"جب کافر کسی اسلامی ملک پر قابض ہو جائیں۔ اور اس ملک اور ملحقہ اضلاع کے لئے یہ ناممکن ہو۔ کہ وہ ان کو اس سے نکال سکیں یا ان کو باہر نکالنے کی کوئی امید باقی نہ رہے اور کافروں کی طاقت میں یہاں تک اضافہ ہو جائے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی قوانین کو جائز یا ناجائز قرار دیں۔ اور کوئی انسان اتنا طاقتور نہ ہو۔ جو کافروں کی مرضی کے بغیر ملک کی مالگزاری پر قبضہ کر سکے۔ اور مسلمان باشندے اس امن و امان سے زندگی بسر نہ کر سکیں۔ جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے۔ تو یہ ملک سیاسی اعتبار سے دارالحرب ہو جائے گا۔ ماخوذ از نقش حیات جلد دوم ص۴

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بھتیجے مولانا عبدالحی صاحبؒ کا فتویٰ

"عیسائیوں کی پوری سلطنت کلکتہ سے لے کر دہلی اور ہندوستان خاص سے ملحقہ ممالک (یعنی شمال مغربی سرحدی صوبے) تک سب کی سب دارالحرب ہے۔ کیونکہ کفر اور شرک ہر جگہ رواج پا چکا ہے اور ہمارے شرعی قوانین کی کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ جس ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں وہ دارالحرب ہے۔

الحمد للہ اوّلاً و آخراً ظاہراً و باطناً۔
ربّنا تقبّل منا انک انت السمیع العلیم

شکر گزاری کی برکتیں

(از جناب عبدالرحمٰن صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

۲- حضرت ایّوبؑ کو حق تعالےٰ نے دُنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا۔ کھیت، مواشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور بیوی مرضی کے موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایّوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ کھیت جل گئے مواشی مر گئے اور اولاد اکٹھی چھت کے گرنے سے دب مری، دوست آشنا الگ ہو گئے۔ بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے۔ ایک بیوی رفیق رہی آخر میں وہ بیچاری بھی اُکتانے لگی۔ مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایّوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی۔ تب دُعا کی۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ رب کو پکارنا تھا کہ دریاے رحمت اُمنڈ پڑا۔ اللہ تعالےٰ نے مری ہوئی اولاد سے دوگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکلا۔ اُسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا۔ ایّوبؑ پر مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی۔ کہ جب کسی نیک بندے پر دُنیا میں بُرا وقت آئے تو ایّوبؑ کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنی چاہیئے۔ حق تعالےٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔

محض ابتلا کو دیکھ کر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۶۔ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷۔ مئی ۱۹۵۷ء

اے حق پرست علماء کرام پاکستان میں بے دینی کا بے پناہ سیلاب آرہا ہے اس کو روکنے کیلئے اپنی تقریروں اور تحریروں کے وزنی پتھروں کا سد سکندری بند باندھ دو

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام۔ پاکستان بننے کے بعد یہ چیز مشاہدہ میں آرہی ہے کہ جب اس ملک کو ہم کفرستان کے نام سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حاکم کافر تھا۔ اس وقت اسلامی احکام کی اتنی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی۔ جتنی کہ اب ہو رہی ہے۔ مثلاً مندرجۂ ذیل چیزوں میں غور کیجئے۔ تب اور اب کا فیصلہ آپ بآسانی کرسکیں گے۔ (۱) مرکزی حکومت کے پرزوں میں کوئی تھا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ماننے سے انکار کرے۔ اور پھر علی الاعلان اپنے کفریہ عقیدہ کا پروپیگنڈا بھی کرے۔ باوجودیکہ کروڑہا مسلمانوں کے دلوں کی دل آزاری بھی ہو۔ اور حکومت اس سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ (۲) کیا انگریز کے وقت میں حج پر جانے والوں کے لئے اتنی پابندیاں تھیں۔ جتنی اب ہیں۔ اس وقت میرا اپنا تجربہ یہ ہے۔ کہ روپے جیب میں ڈالے اور کراچی جا پہنچے۔ ٹیکہ لگوایا۔ ٹکٹ لیا اور جہاز پر سوار ہو گئے۔ اب ایک بڑا لمبا فارم پُر کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ انگریزی میں ہے۔ وہ سوائے انگریزی داں کے کوئی پُر نہیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا تمام دیہاتیوں کو وہ فارم پُر کرنے کے لئے کسی شہر میں آنا ضروری ہے۔ (۳) پھر ان دیہاتیوں کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ فارم کہاں سے ملے گا۔ وہ بچارے شہر میں آکر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ (۴) انگریز کے وقت سفر حج کے لئے روپیہ لے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ (۵) سفر عمرہ کے لئے حکومت پاکستان حرمین شریفین جانے والوں کو ایک روپیہ بھی نہیں دیتی۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ آخر جدہ سے مکہ معظمہ کے سفر کے اخراجات۔ مکہ معظمہ میں قیام کے اخراجات۔ کوئی بدقسمت مسلمان ہوگا جو عمرہ کے لئے جائے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے نہ جائے۔ اس سفر مبارک کے لئے حکومت پاکستان ایک پیسہ بھی نہیں دیتی۔ کیا یہ قانونی پابندی انگریز کے وقت میں تھی؟ اور کیا لندن جانے والوں پر بھی یہ پابندی ہے؟ کیا اس پابندی سے مسلمانوں کے دل مجروح نہیں ہیں۔ اور تو اور میرا یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بحیثیت مسلمان ہونے کے حکومت کی اپنی پولیس اور اپنی فوج کے دل بھی مجروح ہیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں بھی خانہ کعبہ کی محبت اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یقیناً ہے۔ لیکن وہ ڈر کے مارے کہتے نہیں۔ اور حکومت کو شک ہو تو اُن کی آزادانہ رائے لے کر دیکھ لے میرا یقین ہے۔ کہ میرے پاکستان کی پولیس اور فوج ایماندار ہے۔ اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کو خوش نصیبی خیال کرتی ہے۔ ہاں البتہ پولیس یا فوج میں جو مرزائی ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ان کے دلوں کو اس پابندی سے ٹھیس نہ لگتی ہو۔ اور ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ (۶) انگریز کے وقت میں حاجی کے لئے فوٹو کھچوانا ضروری نہیں تھا۔ اب ضروری ہے۔ بچارے دیہاتی مسلمان کو کیا پتہ کہ فوٹو کہاں کھچوایا جاتا ہے۔ اب وہ بچارا فوٹو کھچوانے کے لئے کسی بڑے شہر میں کرایہ خرچ کرکے آئے۔ کیا یہ تشدّد بے جا نہیں ہے۔ اور کیا اس تکلیف دہی کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت پیدا نہیں ہو گی۔ (۷) حکومت عمرہ پر جانے والوں کو ایک سو روپیہ لے جانے کی اجازت دیتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ حاجی وہ سو روپیہ واپس لاکر کراچی دکھائے کہ کہیں ارض مقدس میں خرچ تو نہیں کر آیا۔

اس مرحلہ میں میرا واقعہ

جب میں بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۵۴ء میں مع اپنی اہلیہ کے عمرہ سے واپس آیا تو ہوائی جہاز کے اڈّے پر میری تلاشی لی گئی۔ تلاشی لینے والوں نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس روپیہ کتنا ہے۔ مَیں نے کہا کہ تین سو روپیہ ہے۔ دو سو روپیہ حکومت پاکستان کے حکم کی تعمیل والا جو واپس لانا تھا۔ اور ایک سو روپیہ میرے ایک دوست نے دیا تھا۔ کہ حرمین شریفین سے ان کے لئے گھڑی خرید کر کے لاؤں۔ ان کی حسب منشا گھڑی نہیں ملی۔ وہ واپس لایا ہوں۔ کہنے لگے کہ یہ تو خلافِ قانون ہے۔ مَیں نے کہا۔ خلافِ قانون ہے۔ تو ضبط کر لیجئے۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے۔ اچھا آپ لیجائیے اجازت ہے۔

ان پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت

سفر حجاز مقدس کی آمد و رفت میں ان ناقابلِ برداشت پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت یہ ہے۔ کہ ان سب کا باعث سر ظفر اللہ خاں ہے۔ کیونکہ پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کے لحاظ سے انہوں نے سفرِ حج میں یہ دقتیں پیدا کر دی ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ دار و گیر اور کشت و خون میں مسلمانوں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ

مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹا دیا جائے۔ لیکن ارکانِ حکومت اپنی ضد پر اڑے رہے۔ بالآخر ہُوا۔ یہ کہ مسلمان شہید بھی ہُوئے۔ جیلوں میں بھی گئے۔ ان کی بد دُعا سے تحریک ختم نبوت کو کچلنے والے خود بھی کچلے گئے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک ایک کو اپنے عہدوں سے گرایا۔ ذلیل بھی ہوئے۔ اور بالآخر ظفر اللہ خاں علیحدہ بھی ہوگئے۔ شعر

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

ایک ایسی مثال

پہلے بھی سُنی تھی۔ پُرانے زمانے میں گھروں کی کچّی دیواروں میں بناتے وقت کجّا یا ہانڈی گاڑ دیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی چیز اس میں رکھی جا سکے۔ ایک بکری نے اس ہانڈی میں سر داخل کر لیا۔ سر اندر تو چلا گیا۔ اب اُلٹا باہر نہ نکلے۔ کیونکہ سینگ اٹکتے تھے۔ بڑے پریشان ہوئے۔ بالآخر اس قوم میں ایک سب سے بڑا عقلمند تھا۔ اس سے پوچھا کہ یہ مشکل کس طرح حل کی جائے۔ اس نے مشورہ دیا کہ پہلے دیوار گرا دو۔ تاکہ ہانڈی باہر نکل آئے۔ پھر بکری ذبح کر دو۔ پھر ہانڈی توڑ کر بکری کا سر نکال لو۔ ماشاء اللہ کیسا عجیب مشورہ ہے۔ دیوار بھی گر گئی۔ بکری بھی ذبح ہوگئی۔ ہانڈی بھی ٹوٹ گئی۔ پھر بکری کا سر بھی نکل آیا۔

تب اور اب کا نمبر

۸ کیا انگریز نے بھی کبھی رقص و سرود کے اتنے وسیع پیمانہ پر حکومت کے خرچ سے میلے کئے تھے۔ جن میں غیر ممالک کے گانے والے اور گانے والیاں منگوائی گئی ہوں۔ اور حکومت کے خزانہ سے اسّی ہزار روپیہ خرچ کیا جانے کی منظوری دی ہو۔ پھر کیا مسلمانوں نے اس کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اور کیا حکومت نے اس معاملہ میں شکستِ فاش نہیں کھائی۔ اور لوگوں کی نظروں میں اپنا وقار نہیں گرایا۔ (۹) کیا یہ شہر لاہور میں زبان زد خلائق نہیں ہے۔ کہ ہندو سکھ اور مسلمان جتنا تینوں قومیں لاہور میں شراب پیتی تھیں۔ وہ فقط اکیلی مسلمان قوم اتنا پیتی ہے۔ اور اس شراب نوشی کی کثرت کا ذمہ دار مسلمان حکومت کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر حکومت بند کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ مگر نہیں کرتی۔ اگر حکومت تحقیق کرنا چاہے۔ تو اس مسئلہ پر رعایا سے ووٹ لے لے۔ (۱۰) کیا اخباری اطلاع کی بناء پر لاہور میں انگریز کے وقت میں علاوہ لاہور کے چکلہ کے پرائیویٹ زنا کے پانچ ہزار اڈّے تھے۔ جو اب ہیں (۱۱) کیا انگریز کے وقت میں ایسے سکول اس نے کھولے ہُوئے تھے۔ جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ناچنا اور گانا سکھایا جاتا ہو۔ (۱۲) کیا انگریز کے وقت میں سرکاری محکموں میں رشوت کی اتنی گرم بازاری تھی۔ (۱۳) کیا انگریز کے وقت میں قاتل عدالت سے بخیر و خوبی دندناتے ہوئے باہر آ سکتے تھے جس قدر کہ اب قاتل بری ہو کر آجاتے ہیں۔ (۱۴) کیا انگریز کے زمانہ میں سرکاری خزانے میں اتنا غبن ہوتا تھا۔ جتنا اب ہوتا ہے۔ کیا فرانس سے جو ریل گاڑی کے ڈبے بنوائے گئے تھے۔ کیا اس سلسلہ میں مغربی پاکستان کے باشندوں کی زبان پر یہ فقرہ نہیں ہے۔ کہ بنوانے والے افسروں نے اس مد کا کروڑوں روپیہ غبن کر لیا ہے۔ اور ڈبے ردّی بنوا کر پاکستان میں پیش کر دیئے ہیں۔ (۱۵) کیا ذمہ دارانِ حکومت نے ان افسروں سے باز پرس کر کے رعایا کی تسلّی کی ہے۔ اور بھی اس قسم کی کئی چیزیں ہیں جو ذمہ دارانِ حکومت کی لاپرواہی سے بڑھ رہی ہیں۔ اور پاکستان کے تنزّل کا باعث بن رہی ہیں۔ اور پاکستان خود اپنے باشندوں کی نظر میں تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اگر حکومت کو اس بات میں شبہ ہو تو رعایا سے ووٹ لے کر معلوم کر لے۔ (۱۶) کیا انگریز کے وقت میں اقربا نوازی کا یہ شور سُنا جاتا تھا۔ جواب سُنا جا رہا ہے۔ کیا ذمہ دارانِ حکومت نے کمر بستہ ہو کر دس سالہ پاکستان کی زندگی میں کوئی مؤثر قدم اُٹھایا ہے۔ مثلاً کتنے کینہ پرور افسروں کو اس بد دیانتی کے جرم میں موقوف کیا ہے۔ اور کتنوں پر مقدمے چلا کر جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کیا ہے۔ (۱۷) ۱۰۔ مئی ۱۹۵۷ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں یہ خبر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان بنکاک میں فرانس کے سفارتخانہ میں ایک عورت کے ساتھ بغلگیر ہو کر ناچ رہے ہیں۔ کیا وزیر اعظم پاکستان کی یہ نازیبا حرکت مملکت پاکستان کی توہین نہیں ہے۔ جس کا مقصد بتلایا گیا تھا کہ لا الہ الّا اللہ ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔

میرے معزز برسرِ اقتدار **بھائیو**۔

بحالات موجودہ میرا نظریہ سُن لو۔

(ا) پاکستان کو زندہ۔ درخشندہ۔ پائندہ دیکھنے کا متمنی ہوں۔

(ب) برسرِ اقتدار طبقہ کا ذاتی طور پر مخالف نہیں ہوں کہ آپ ہٹ جائیں اور میں یا میری جماعت آپ کی کرسیوں پر قابض ہو جائے۔

(ج) میں چاہتا ہوں کہ جس وعدہ پر خدا تعالیٰ سے پاکستان لیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ پاکستان کا مقصد کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ مسلمان ہونے کے لحاظ سے بلکہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ایفاء کیا جائے تاکہ خدا تعالیٰ کے دربار میں غدّاروں کی فہرست میں نام نہ لکھا جائے۔

(د) لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ تھا۔ کہ اس ملک میں خدا تعالےٰ کے قانون یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بنایا جائیگا۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر اور شرح وہ ہوگی جو حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ اگر اس میں شک ہو۔ تو ہر مکتب خیال کے مسلمانوں سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔ اس سلسلہ میں سوائے بد نصیب پرویز کے (جو اب حکومت پاکستان کے زیر سایہ پیدا ہُوا ہے اور اس کے گمراہ کردہ مسلمانوں کی تعداد ایک فیصدی بھی نہیں ہوگی) باقی سب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر وہی مانتے ہیں جو ارشادات نبویہ کی ہے۔

(ہ) بحیثیت کتاب و سنۃ کا خادم اور ناشر ہونے کے لحاظ سے اپنا اور تمام علماء کرام کا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک و ملّت کی خیر خواہی کے جذبہ کے ماتحت ذمہ داران حکومت کے کانوں تک کتاب و سنۃ کا پیغام پہنچائیں۔ تاکہ وہ اس کی روشنی میں حکومت کا نظام بنائیں اور چلائیں۔

نتیجہ

اس طریقہ پر نظام حکومت چلانے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہونگے۔ مسلمان راضی ہونگے۔ ان کے دلوں سے دعائے خیر نکلے گی۔ حکام وقت کی دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی

مدد سے پاکستان ناقابلِ تسخیر ہو جائے گا۔

(و) حق پرست علماء کرام کا فرضِ منصبی اس لئے ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے جب کوئی قوم سیدھے راستہ سے بھٹک جاتی تھی تو اُن کی راہ نمائی کے لئے نبی بھیج دیتا تھا

اب حق پرست علماء کرام اس فرض کو انجام دیں گے

کیوں

ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دُنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور قرآن مجید اور احادیث الرسول اس عقیدہ کی شاہد عدل ہیں جب نبی کوئی نہیں آئے گا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی نسلِ انسانی کی راہ نمائی کا کیا انتظام ہوگا۔ اس کے متعلق مسند امام احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی میں حضور کا ارشاد بایں الفاظ موجود ہے۔ "اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ۔"

ترجمہ۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور بیشک انبیاء نے دینار اور درہم ورثہ میں نہیں چھوڑے۔ اور سوائے اس کے نہیں۔ کہ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔" جو علماء نے پالیا ہے۔

ان علماء سے مراد فقط وہ علماء ہیں۔ جو علم نبوی کی اشاعت کرنے والے ہیں

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ علماء کی دو قسمیں ہیں "عن الاحوص بن حکیم عن ابیہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال لا تسألونی عن الشر وسلونی عن الخیر یقولہا ثلاثا ثم قال الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء" رواہ الدارمی۔ ترجمہ احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کیا۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو۔ اور مجھ سے خیر کے متعلق پوچھو۔ آپ نے یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ خبردار ہو۔ کہ شریروں میں بدترین گئے علماء ہیں۔ اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر عالم حق پرست ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دین کی اشاعت کرنے والا ہو۔ تو ٹھیک بہشت میں پہنچا دیگا اور اگر خود ساختہ دین سکھاتا ہے۔ تو ٹھیک جہنم میں پہنچائے گا۔

بہتّر گمراہ فرقوں میں بھی علماء ہونگے

ترمذی شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ "وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ" (ترجمہ) اور بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹے گی۔ سب دوزخ میں جائیں گے۔ مگر ایک فرقہ۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

برادرانِ اسلام۔ بہتّر گمراہ فرقوں میں گمراہ کرنے والے بھی علماء ہی ہوں گے کیونکہ جاہل تو اپنے مافی الضمیر کو بیان ہی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ دوسروں پر اپنا اثر ڈال کر انہیں اپنا ہم رنگ بنا لے۔

عوام ہر عالم سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں

مسلمانوں کے عوام کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ ہر عالم سے دریافت کریں کہ جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں۔ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بولے گا۔ تو بخاری شریف کی روایت کے مطابق وہ دوزخ میں جائے گا۔ آپؐ کا فرمان ہے۔ "مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" (ترجمہ) جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا۔ تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔

علم نبوی کی اشاعت کرنیوالے علماء کرام کا فرض ہے

کہ اگر مسلمان عوام ہوں یا خواص کتاب و سُنّۃ کے راستہ سے ہٹ جائیں تو اپنے دنیوی مفاد سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی راہ نمائی کریں۔ اسی بناء پر میرا فرض ہے۔ کہ میں مغربی پاکستان کا باشندہ ہونے کے لحاظ سے مسلمانوں کو متنبہ کروں کہ آپ غلط راستہ پر جا رہے ہیں اللہ تعالےٰ سے پاکستان مانگتے وقت قائدِ اعظم مرحوم نے اور آپ مسلمانوں نے جو وعدے کئے تھے کیا ان میں پاکستان کی دس سالہ زندگی میں ایک بھی پورا کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر آپ کو میری اس رائے سے اختلاف ہو تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔

میرے بھائیو تمہاری خیر خواہی

کے لئے کہتا ہوں کہ اس بدعہدی سے توبہ کرو۔ اور اپنے وعدوں کو پُورا کرو۔ اپنی دنیا بھی سنوارلو اور قبر کے عذاب اور جہنّم کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لو۔ ورنہ تمہارا انجام بھی وہی ہوگا۔ جو پہلی نافرمان قوموں کا ہُوا تھا۔

وہ انجام کیا تھا

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ کَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْکُضُوْنَ ۝ لَا تَرْکُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَمَسٰکِنِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْکَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ۝ سورہ الانبیاء رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کمبختی۔ بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے

پاکستان کے باشندو

اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ شریعت اسلامی پر چلو۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے خلاف بھی اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آئے اور تمہارا حال بھی وُہی ہو۔ جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۳-شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴-مئی ۱۹۵۷ء

تمام گزشتہ قوموں میں عقلمند فقط وہ تھے جنہوں نے آسمانی کتابوں کی سرپرستی میں زندگی بسر کی

آج بھی عقلمند فقط وہ ہیں۔ جو قرآن مجید کی سرپرستی میں زندگی بسر کر رہے ہیں

عقلمند اور بیوقوف میں مابہ الامتیاز

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

ہر مسلم اور غیر مسلم اس بات کو جانتا ہے کہ عقلمند وہ ہے جو کام کرنے سے پہلے سوچ لے۔ کہ مجھے اس کام کے کرنے سے بالآخر نفع ہوگا یا نقصان۔ اگر اس کام کے انجام میں نفع یا آرام یا عزت یا برکت ہو۔ تو اُسے کرتا ہے۔ اور اگر یہ اندازہ ہو کہ اس کام کا نتیجہ نقصان یا بے آرامی یا بے عزتی یا بربادی ہے۔ تو اس سے بچتا ہے۔ اور بیوقوف وہ ہے۔ جو نتیجے کا لحاظ کئے بغیر اندھا دھند اس کام کو کئے جائے۔ خواہ اس کا نتیجہ بے عزتی۔ بربادی اور تباہی کیوں نہ ہو۔

اکثر مسلمانوں میں ایک بُری عادت

تقسیم ملک سے پہلے اکثر مسلمانوں میں ایک بُری عادت تھی۔ کہ اپنے اخراجات کو آمدنی کے موافق نہیں کرتے تھے۔ اس بے اعتدالی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمان اکثر مقروض رہتے تھے۔ نچلا طبقہ تو بجائے خود رہا متوسط اور اونچا طبقہ بھی اس عادت میں مبتلا تھا۔ بعض مبصرین کا یہ بیان تھا۔ کہ مسلمان ایک ارب روپے کا مقروض ہے۔ جس کا ماہانہ سود اسے دس کروڑ ادا کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان بننے کا ایک فائدہ

یہ ہُوا۔ کہ مسلمان کے سر سے وہ سارا قرض اُتر گیا ہے۔ خدا کرے کہ مسلمان اس نعمت کی قدر کرے۔ اور آئندہ پھر کبھی قرض کی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

حاصل

سابقہ سطور کا حاصل یہ نکلا۔ کہ عقلمند آخری نتیجے کو مدنظر رکھ کر کام کرتا ہے اور بیوقوف فوری نفع کو دیکھتا ہے۔

گزشتہ قوموں کے عقلمندوں اور بیوقوفوں کے عبرتناک نتائج اعمال

نوح علیہ السلام کی قوم کے نتائج

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰىکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ ۝

سورہ ہود رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ پھر اس کی قوم کے جو کافر سردار تھے۔ وہ بولے۔ ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو۔ اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں۔ وہ بھی سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے۔ بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

نوحؑ کو ایمانداروں کے متعلق اطلاع

(وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور نوح کی طرف وحی کی گئی۔ کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ مگر جو لا چکا۔ پھر غم نہ کر۔ ان کاموں پر جو کر رہے ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ جو ایمان لانے والے تھے۔ وہ لا چکے ہیں۔ جو کچھ (یہ بیوقوف) کر رہے ہیں۔ اس پر مغموم نہ ہو۔

بیوقوف لوگ نوحؑ پر ٹھٹھا کرتے ہیں

(وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ ۖ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝

سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم

سے کشتی بنا۔ اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ بیشک وہ غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس سے ہنسی کرتے۔ کہتے۔ اگر تم ہم پر ہنستے ہو۔ تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو۔ تمہیں جلدی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے۔ جو اسے رسوا کریگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے ناعاقبت اندیش بیوقوف لوگ زعم پر ہنستے تھے۔ جو واقع میں ان کے خیرخواہ اور دوست تھے۔ مگر وہ احمق اپنے خیرخواہ کو بدخواہ اور دوست کو دشمن خیال کر رہے تھے۔

ناعاقبت اندیش اور بیوقوفوں پر عذاب کی گھڑی آگئی

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا۔ اور تنور نے جوش مارا۔ ہم نے کہا۔ کشتی میں ہر قسم کا جوڑا نر مادہ چڑھالے اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جن کے متعلق (غرق ہونے کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور سب ایمان والوں کو اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت کم لائے تھے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ناعاقبت اندیش بیوقوف لوگ سب غرق ہو گئے۔ اور نوح علیہ السلام کے ساتھ سوائے ایمانداروں کے اور کوئی انسان نہ بچا

یعنی

پیغمبر وقت پر ایمان لاکر اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کرنے والوں کے سوا اور کوئی نہ بچا۔

ہود علیہ السلام کی قوم کے نتائج

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ کہا۔ اے قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں تم سب جھوٹ کہتے ہو۔ . . . . اور اے قوم اپنے رب سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا۔ اور تمہاری قوت کو اور بڑھائے گا۔ اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ۔

قوم کا جواب

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْۗءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝

سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ کہا اے ہود تو ہمارے پاس کوئی معجزہ بھی نہیں لایا۔ اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھے ماننے والے ہیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں۔ کہ تجھے ہمارے کسی معبود نے بُری طرح سے جھپٹ لیا ہے۔ کہا بیشک میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں۔ اور تم بھی گواہ رہو۔ کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں۔ کہ جنہیں تم اللہ کے سوا شریک کرتے ہو۔ سو تم سب مل کر میرے حق میں بُرائی کرو۔ پھر مجھے مہلت نہ دو۔

عقلمند عذاب الٰہی سے بچ گئے اور بیوقوف عذاب الٰہی سے ہلاک ہو گئے

وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝

سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور جب ہمارا حکم پہنچا۔ تو ہم نے ہود کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے بچالیا۔ اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝

سورہ الحاقہ رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اور لیکن قوم عاد۔ سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے۔ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی (اگر تو موجود ہوتا۔ تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا۔ کہ گویا کہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو کیا۔ ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

صالح علیہ السلام کی قوم کے نتائج دعوت الی اللہ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝

سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا۔ اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب نزدیک ہے قبول کرنیوالا۔

قوم میں سے بیوقوفوں کا جواب

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ۭ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۭ وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ انہوں نے کہا۔ اے صالح اس سے پہلے تو ہمیں تجھ سے بڑی امید تھی۔ کیا تم ہمیں ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو۔ کہ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں۔ اور جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا جن بتوں کی عبادت کرتے آئے ہیں۔ ہم اُن کی عبادت چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں

والے۔ بلانے والے۔ ان کے باپ دادا کو اور انہیں پیدا کرنے والے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ان بے جان بتوں کو پوجنے کی ترجیح دے رہے تھے۔

جن کے بیکار محض ہونے

کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہوا ہے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے گزشتہ بُت پرست قوموں کو بھی یہی پیغام پہنچایا ہوگا۔

(اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاۗءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ سورہ الاعراف رکوع ۲۴ پارہ ۹

ترجمہ۔ کیا ان کے پاؤں ہیں۔ جن سے وہ چلیں۔ یا ان کے ہاتھ ہیں۔ جن سے وہ پکڑیں۔ یا ان کی آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سُنیں۔ کہہ تو اپنے شریکوں کو پکارو۔ پھر میری برائی کی تدبیر کرو۔ پھر مجھے ذرا مہلت نہ دو۔

کیا ان لوگوں کی یہ حماقت اور بیوقوفی

نہیں ہے کہ اصلی معبود کو چھوڑ کر ایسے بیکار محض بتوں کی عبادت کرنے پر مُصر ہو رہے ہیں۔

ان لوگوں کی حماقت اور بیوقوفی کا نتیجہ

(فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۤ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ پھر جب ہمارا حکم آپہنچا۔ تو ہم نے صالحؑ کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی۔ بیشک تیرا رب وہی زور والا زبردست ہے۔ اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں [illegible]

خبردار ثمود پر پھٹکار ہے۔

انجام

یہ ہوا کہ وہ عقلمند طبقہ جس نے حضرت صالحؑ علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا۔ اور ان کی دعوت پر لبیک کہی تھی۔ وہ تو بچ گئے۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت کرنے والے سب کے سب عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو کر دُنیا سے رخصت ہوئے۔

تینوں قوموں کے حالات پر تبصرہ

حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت ہود علیہ السلام۔ حضرت صالح علیہ السلام ان تینوں پیغمبروں کی قوموں کے صحیح حالات جو آپ سُن چکے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن بیوقوفوں نے انبیاء علیہم السلام کی راہ نمائی سے روگردانی کی اور اپنی خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہو کر رہے گی بسر کی۔ ان بدنصیب بے وقوفوں کو تین چیزیں حاصل ہوئیں۔ (۱) لعنت کی موت سے مرے۔ (۲) قیامت تک آنے والی نسل انسانی میں بدنام ہوتے رہیں گے۔ جو نسل انسانی یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی رہے گی۔ قرآن مجید کے اعلان کی بنا پر ان کے دلوں میں ان لوگوں سے نفرت پیدا ہوتی رہے گی۔ (۳) دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے کا ٹکٹ لے کر گئے ہیں۔

آج بھی انسانوں کے دو طبقے ہیں

پہلا عقلمند

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اس بات کا یقین ہے کہ ہم خود نہیں پیدا ہوئے بلکہ ہمارا پیدا کرنے والا ایک اللہ تعالےٰ ہے۔ اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کوئی کام بے فائدہ اور فضول نہیں کرتا۔ اس عقیدہ کی بناء پر وہ اپنے متعلق سوچتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟ اس کا جواب انہیں کلام الٰہی سے ملتا ہے۔

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ (۵۷) سورہ الذاریات رکوع ۳ پارہ ۲۷

ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا۔ نہ وہ مجھے کھلائیں۔

اس عقلمند طبقہ کا طرزِ عمل

یہ ہے۔ (اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝)

سورہ آل عمران رکوع ۱۹ پارہ ۴

ترجمہ۔ وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں، کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔ تو سب عیبوں سے پاک ہے۔ سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اسے رسوا کیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سُنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دُور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا۔

اس طبقے کی زندگی کا نتیجہ

یہ ہوگا کہ ان سے اللہ تعالےٰ راضی ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کے حق پرست بندے راضی ہونگے۔ چونکہ کسی کی حق تلفی اور دل آزاری نہیں کریں گے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کی مخلوق ان سے راضی ہوگی۔ ان کی قبریں بہشت کے باغ ہونگی۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نصیب ہوگی - اور بہشت کا ٹکٹ مل جائیگا

دوسرا طبقہ بیوقوفوں والا

ان کی زندگی کا طرز خدا پرستی نہیں بلکہ خواہش پرستی ہے

پہلی شہادت

(اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝)

سورہ الفرقان رکوع ۴ پارہ ۱۹

ترجمہ - کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنا رکھا ہے - پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہوسکتا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ بیوقوف طبقہ خدائے قدوس وحدہٗ لا شریک لہٗ خالق الخلق - مالک الملک کی رضا کا طالب نہیں ہے - کہ جو حکم وہ دے وہ کرے - اور جس چیز سے منع کرے - رُک جائے بلکہ اس بیوقوف طبقہ نے خدا تعالےٰ کا درجہ اپنے نفس کو دے رکھا ہے - کھانے پینے - پہننے - اٹھنے بیٹھنے - سونے جاگنے - کمانے اور صرف کرنے میں فقط اپنی مرضی اور خواہش کے تابع ہیں -

اگر یہ بیوقوف

طبقہ اپنی ہٹ دھرمی اور خواہش پرستی سے باز نہ آئیگا - تو پیغام حق پہنچانے والے حق پرست علماء کرام جو نائب الرسول ہیں - وہ ذمہ دار نہیں ہونگے - جس طرح کہ آیت شریف میں واضح طور پر اعلان فرمادیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے گمراہ رہنے کا الزام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد نہیں ہوسکتا -

دوسری شہادت

(فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاۗءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝) سورہ القصص رکوع ۵ پارہ ۲۰

ترجمہ - پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا -

حاصل

یہ نکلا کہ وہ بیوقوف طبقہ جو فقط اپنی خواہشات کا تابع ہے اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوسکتا ہے - جب اس طبقہ نے اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہی اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی ان ظالموں کو راہ راست پر لانا نہیں چاہتا -

تیسری شہادت

(وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝

سورہ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور اُس شخص کا کہنا نہ مان - جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے (یعنی اس کی بد اعمالی کے باعث اپنے دروازے سے ہٹا دیا ہے) اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا ہے - اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ یہ بیوقوف طبقہ خدا تعالےٰ کی یاد سے غافل ہے - اور اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑا ہوا ہے - اس کی کوئی بات نہ مان -

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام پاکستان اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں - "یعنی جن کے دل دُنیا کے نشہ میں مست ہوکر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں - خدا کی اطاعت ہیٹی اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے - ایسے بدمست غافلوں کی نہ پر آپ کان نہ دھریں - خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولتمند اور جاہ و ثروت والے ہوں -

اس طبقے کی زندگی کا نتیجہ

یہ ہوگا - کہ ان سے اللہ تعالےٰ ناراض اللہ تعالےٰ کے نیک بندے ناراض کریں گے - حاصل یہ نکلے گا کہ ان سے خالق اور مخلوق دونوں ناراض ہونگے - اگر خدانخواستہ یہ لوگ توبہ کرکے مرے تو ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنیں گی - قیامت کے دن حوض کوثر پہ انہیں جانے نہیں دیا جائے گا - اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا -

دُعا

اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کو استقامت عطا فرمائے - اور مذکور الصدر بیوقوفوں کو توبہ کی توفیق نصیب فرمائے آمین یا الٰہ العالمین - وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۳۰ ۔ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ ۔ مئی ۱۹۵۷ء

دوسری چیزوں کی طرح انسان کی بھی دو قسمیں ہیں
اصلی اور نقلی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام ۔ آپ کو معلوم ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں ۔ ایک اصلی اور دوسری نقلی ۔ چنانچہ قرآن مجید میں اعلان ہے ۔

(وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ)

سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ ۔ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ۔

مثلاً

اصل کے مقابلہ میں نقل ۔ کھرے کے مقابلہ میں کھوٹا ۔ صحیح کے مقابلہ میں غلط ۔ توحید کے مقابلہ میں شرک ۔ ایمان کے مقابلہ میں کفر ۔ سنّت کے مقابلہ میں بدعت موجود ہے ۔ اسی طرح انسان کی بھی دو قسمیں ہیں ۔ اصلی اور نقلی ۔

اصلی اور نقلی کی پہچان

اصلی اور نقلی کی پہچان یہ ہے ۔ کہ اصلی کے اندر وہ تمام صفتیں پائی جاتی ہیں ۔ جو اس چیز کے پیدا کرنے والے نے اس کے لئے تجویز کی ہوتی ہیں ۔ مثلاً سبزیوں میں کریلے ۔ بینگن ۔ پھلوں میں آم اور کیلا ۔ ان چاروں چیزوں میں جو اصلی ہوں گی ۔ ان میں جو تاثیر ۔ ذائقہ ۔ اور لذّت اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے ۔ وہ نقلی میں نہیں ہو سکتی ۔ کیا مٹی کے بنائے ہوئے نقلی بینگن اور کریلے پکا کر سالن کی بجائے کھائے جا سکتے ہیں اور کیا مٹی کے بنے ہوئے آم اور کیلے انسان کھا سکتا ہے ۔ انسان کے اصلی اور نقلی ہونے کی

یہی پہچان ہے

کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں اگر وہ اس کے اندر پائی جائیں ۔ تو اس کو اصلی ۔ سچا ۔ کھرا اور صحیح معنی میں انسان کہا جائے گا ۔ اور اگر وہ نہ پائی جائیں ۔ تو اصلی نہیں ۔ بلکہ نقلی انسان ہو گا ۔ دربارِ الٰہی میں انسان وہی سمجھا جائیگا جو اصلی ہو ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دُنیا میں عزّت بھی فقط اُس شخص کو ملے گی ۔ جو اصلی ہو ۔ قبر بھی اسی انسان کی بہشت بنے گی ۔ جو اصلی ہو ۔ قیامت کے روز رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوضِ کوثر سے بھی اسی کو پانی پلایا جائیگا ۔ جو اصلی ہو ۔ جہنّم سے بچا کر جنّت کا ٹکٹ بھی اسی کو دیا جائے گا ۔ جو اصلی ہو ۔

بارگاہِ الٰہی میں اصلی انسان کی صفات

(۱) (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ)

سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے ۔ تو صرف اپنی بندگی کے لئے ۔

اس شاہنشاہی اعلان کے

لحاظ سے اصلی انسان فقط وہ ہو گا ۔ جس کی زندگی کا نصب العین فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو ۔ مقصود بالذات فقط یہی ہو گا ۔ ہاں کسب معاش کے لئے خواہ کوئی صورت اختیار کرے ۔ تجارت کرے ۔ زراعت کرے ۔ دستکاری کرے ۔ ملازمت کرے ۔ یہ ذرائع تابع رضاء الٰہی کے ہونگے انسان یہ کام ہمت اور شوق اور تندہی سے کرے گا ۔ بشرطیکہ عبدیت کے نصب العین سے نہ ٹکرائیں ۔ جہاں ٹکراؤ پیدا ہو ۔ اس کام کو فوراً چھوڑ دے ۔ خواہ لاکھوں اور کروڑوں روپے کا نقصان کیوں نہ ہو ۔

نقلی انسان کا خُدا

(اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۖ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ۖ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ)

سورہ الجاثیہ رکوع ۳ پارہ ۲۵

ترجمہ ۔ بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ۔ اور اللہ نے باوجود سمجھ کے اسے گمراہ کر دیا ۔ اور اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی ۔ اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت کر سکتا ہے ۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ۔

حاشیہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔ "جو شخص محض خواہش نفسانی کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے ۔ جدھر اس کی خواہش لے چلے ۔ ادھر ہی چل پڑے ۔ اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہ ہی خواہش نفس رہ جائے ۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے ۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے ۔ کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے ۔ نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے ۔ ظاہر ہے ۔ اللہ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے ۔ کونسی طاقت ہے جو اس کے بعد اسے راہ پر لے آئے ۔"

حاصل

یہ نکلا کہ دُنیا میں ایسے انسان بھی ہیں ۔ جن کا خدا اصلی اور حقیقی خدا نہیں رہا ۔ بلکہ اُنہوں نے محض اپنی خواہش نفسانی ہی کو خدا تعالےٰ کا درجہ دے رکھا ہے ۔ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اسی بناوٹی معبود کے تابع فرمان رہتے ہیں ۔

اپنے علماء اور اپنے پیروں کو خُدا بنانے والے

(اِتَّخَذُوْٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰

ترجمہ ۔ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے ۔ اور مسیح مریم کے

بیٹے کو بھی۔ حالانکہ انہیں حکم بھی ہُوا تھا۔ کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے +

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح لکھتے ہیں " ان کے علماء و مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے۔ خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے۔ کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہوگیا۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا۔ محض احبار و رہبان کے احکام پر چلتے تھے۔ اور ان کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا۔ اور حکم شریعت کو بدل ڈالا۔"

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اس قسم کے انسانوں نے اپنے علماء اور اپنے پیروں کو خُدائی والا درجہ دے رکھا ہے۔ یہ بھی اصلی انسان کی صفت میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہیں۔

اصلی انسانوں کی دوسری صفت

(رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۣ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سُنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے۔ اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری بُرائیاں دُور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے۔ اور ہمیں دے جو تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرو۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

ان کے مقابل نقلی انسان

جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لاتا۔ بلکہ آپ پر اعتراض کرتا ہے۔ (وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝

سورہ الفرقان رکوع ۱۰ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہوگیا کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرانے والا ہوتا۔

اصلی انسانوں کا دستور العمل

(اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝

سورہ الرعد رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس عہد کو نہیں توڑتے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی اللہ سے جو عہد ازل ہوچکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے۔ اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں۔ بشرطیکہ معصیت نہ ہو اُس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

(آیت) وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝ سورہ الرعد رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں۔ جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے۔ اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور بُرے حساب کا خوف رکھتے ہیں + یعنی صلہ رحمی کرتے ہیں یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے۔ کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں جل جلالہ کی عظمت اور جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔ کیا صورت پیش آتی ہے۔

(آیت) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا۔ اور نماز قائم کی کی۔ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا۔ اور بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی مصائب اور شدائد اور دُنیا کی مکروہات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر اطاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا۔ نہ معصیت کی طرف جھکے۔ اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالےٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا۔ اس لئے نہیں کہ دُنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا۔ مجبور ہوگئے۔ تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔ پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم رکھا۔ کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ الآیہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔ (اور) بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے۔ یہ معاف کرتے ہیں۔

(آیت) جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۭ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سورہ الرعد رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور اُن کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں۔ اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے۔ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

آباء کا لفظ تغلیباً کہا ہے۔ جس میں امہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سُنائی۔ کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اُوپر بیان ہُوئیں۔ جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی۔ کہ وہ اور اُن کے ماں باپ، اولاد، بیویاں جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں۔ سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ ہوگا تو حق تعالےٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اس مرد کامل سے نزدیک کر دے گا۔ " وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور رکوع ۱)

اس سے معلوم ہُوا - کہ بدوں ایمان و عمل صالح کے محض کاملین کی قرابت کافی نہیں ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلقِ قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے - واللہ اعلم - صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں - مطلب یہ کہ ان کاملین کی تعظیم و تکریم کے لئے خُدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایات لے کر حاضر ہونگے - احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اوّل وہ فقراء مہاجرین جنّت میں داخل ہونگے - جو سختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوئے - اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے - جو حکم ان کو ملتا اس کی تعمیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے - دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لے کر یہاں سے رخصت ہو گئے - قیامت کے دن حق تعالےٰ فرمائیگا - میرے وہ بندے کہاں ہیں - (حاضر ہوں) جو میرے راستہ میں لڑے - میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور جہاد کیا - جاؤ - جنّت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ - پھر ملائکہ کو حکم ہوگا - کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو - وہ عرض کریں گے خداوندا ہم تیرے بہترین مخلوق ہیں - کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں - کہ ان میں زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں ارشاد ہو گا - ہاں - یہ میرے وہ بندے ہیں - جنہوں نے توحید پر جان دی - دُنیا کے سب ارمان سینوں میں لے کر چلے آئے - میرے راستہ میں جہاد کیا - اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے - یہ سُن کر فرشتے ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے - سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ -

حدیث میں ہے - کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے آغاز میں قبور شہدا پر تشریف لے جاتے - اور فرماتے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ - یہ ہی طرز عمل حضرات ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا -

نقلی انسانوں کا دستور العمل

(آیت) وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ - اور جو لوگ اللہ کا عہد مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں - اور اس چیز کو توڑتے ہیں - جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم فرمایا - اور ملک میں فساد کرتے ہیں - ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے بُرا گھر ہے - اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے - روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے - اور دُنیا کی زندگی پہ خوش ہیں - اور دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں - مگر تھوڑا سا اسباب -

حاشیہ شیخ الاسلام

"سعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات خصال اور آخری انجام بتلایا ہے ان کا کام یہ ہے کہ حق تعالےٰ سے بد عہدی کریں - جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں - ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں - دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکیں - یہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دُور پھینک دیئے گئے - اور سب سے زیادہ بُرے مقام پر پہنچنے والے ہیں - دُنیا کی عیش کو فراخی کو دیکھ کر سعادت اور شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا - نہ یہ ضروری ہے کہ جن کو دُنیا میں خُدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے - وُہ اس کی بارگاہ میں مقبول ہو - بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں - اور مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے - وہ مرنے اُڑاتے ہیں - یہ ہی دلیل اس کی ہے - کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جہاں ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پھل مل کر رہے گا - بہر حال دُنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا - یعنی (یہ لوگ) اسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں - حالانکہ یہ آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کی زندگی محض ہیچ ہے - جیسے ایک شخص اپنی اُنگلی سے سمندر کو چھوئے - تو وہ تری جو اُنگلی کو پہنچتی ہے - سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے - دُنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں - لہٰذا عقلمند کو چاہئے - کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے - حقیقت یہ ہے کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے - بذات خود مقصود نہیں - یہاں کے سامانوں سے اس طرح تمتع کرو - جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے - جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا -"

دُعا

اے اللہ ہمیں اصلی مسلمان بنا - جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو - آمین یا الٰہ العالمین -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۷- ذیقعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۷- جون ۱۹۵۷ء

اولیاء کرام کا ارشاد

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو پہچانا

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

قرآن مجید سے اس کا ثبوت

(وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ سورہ المومنون رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ - اور البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ (کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے۔ اور ویسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔ شیخ الاسلام) پھر ہم نے اسے حفاظت کی جگہ میں نطفہ بناکر رکھا۔ (یعنی ماں کے رحم میں جہاں سے کہیں ہل [illegible]) پھر ہم نے نطفہ کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی بنائی۔ پھر ہم نے اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت پہنایا (یعنی کچھ حصہ گوشت کا سخت کرکے ہڈیاں بنا دیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا۔ شیخ الاسلام) پھر اُسے ایک نئی صورت میں بنا دیا (یعنی روح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا) سو اللہ بڑی برکت والا سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء و قویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا۔ اور اس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔ شیخ الاسلام)

اللہ تعالیٰ کے مٹی سے لے کر زندہ انسان بننے تک کے احسانات

(۱) مٹی سے غذا بنانا۔

(۲) غذا سے نطفہ بنانا۔

(۳) ماں کے رحم میں نطفہ رکھنا۔

(۴) نطفہ سے علقہ (خون کا لوتھڑا) بنانا۔

(۵) خون کے لوتھڑے کو گوشت بنانا۔

(۶) گوشت میں پھر ہڈیاں بنانا۔

(۷) پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھانا

(۸) پھر اس تیار شدہ ڈھانچے میں رُوح پھونکنا۔

(۹) آنکھوں میں بینائی ڈالنا۔

(۱۰) کانوں میں سُننے کی طاقت ڈالنا۔

(۱۱) زبان میں بولنے کی طاقت ڈالنا۔

(۱۲) دماغ میں عقل ڈالنا۔

(۱۳) ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت ڈالنا۔

(۱۴) ٹانگوں میں چلنے کی طاقت ڈالنا۔

(۱۵) ناک میں سُونگھنے کی طاقت ڈالنا۔

(۱۶) سارے بدن میں ایک حس کا رکھنا۔ جس سے انسان ہر اس چیز کو معلوم کرسکے۔ جو بدن پر لگ جائے۔ کہ گرم ہے یا سرد۔

یہی میرا رب ہے

جب انسان کو معلوم ہوگا کہ مٹی سے لے کر انسان بننے تک میرے اندر یہ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ تو یقین کر لیگا۔ کہ یہی میرا رب ہے۔ جس نے مجھے مٹی سے لے کر اپنی قدرت کاملہ سے اتنی منزلیں طے کر کے جیتا جاگتا انسان بنا دیا

حیوانات میں بھی ممنون احسان ہونے کا احساس

اگر آپ غور کرکے دیکھیں۔ تو حیوانات میں بھی اپنے محسن کے ممنونِ احسان ہونے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اور تو اور درندوں میں بھی یہ احساس پایا جاتا ہے۔ لاہور کے چڑیا گھر میں جاکر تماشا دیکھئے۔ کہ شیر کی خدمت پر جو خادم مامور ہے۔ جب وہ پنجرے کے پاس جاکر کھڑا ہوتا ہے اور شیر کو بلاتا ہے۔ تو لیٹا ہُوا بھی ہو تو فوراً اُٹھ کر پنجرے کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خادم اس کی گردن پر اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا رہتا ہے۔ شیر اس طرح چپکے سے کھڑا رہتا ہے جس طرح گائے یا بھینس خاموش کھڑی ہو۔ یہ کیوں کھڑا ہے۔ اپنے محسن کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

الانسان عبید الاحسان

حیوانات میں اپنے محسن کے احسان کے شکریہ ادا کرنے کا جذبہ اتنا کامل نہیں پایا جاتا۔ جتنا انسان میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ زبان عرب میں یہ ضرب المثل ہے۔ اَلْاِنْسَانُ عَبِيْدُ الْاِحْسَانِ۔ ترجمہ۔ انسان احسان کا غلام ہو جاتا ہے۔ یعنی اپنے محسن کا بے دامول خرید کردہ غلام بن جاتا ہے۔ زبانِ عرب میں ایک

دُوسری ضرب المثل

ملاحظہ ہو۔ شعر

اَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّيْ ثَلٰثَةً

يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرَ الْمُحَجَّبَا

ترجمہ۔ (اے میرے محسن) تیرے احسانوں نے میری تین چیزیں تیری کر دی ہیں۔ میرا ہاتھ اور میری زبان اور (میرا) دل چھپا ہُوا۔ یعنی میرا دل بھی تیرا شکرگزار ہے اور میرا ہاتھ بھی تیرے شکریہ کے لئے اُٹھتا ہے۔ اور میری زبان بھی تیرا شکر ادا کرتی ہے۔

مٹی سے زندہ انسان بنانے والے کو تو معبود بنائے گا

جب فطرۃ سلیمہ والا انسان ایک انسان محسن کا اتنا شکرگزار ہوتا ہے۔ تو مٹی سے لے کر جیتا جاگتا انسان بنانے والے کو تو اپنا معبود بنائے گا کہ جب مجھ میں سب کچھ تیری ہی قدرت کا کرشمہ ہے تو میں بھی دُنیا میں فقط تیرا ہی ہو کر رہوں گا۔ یعنی جب دُنیا میں تیرے سوا میرا کوئی محسن نہیں ہے تو میرا بھی تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر فطرۃ سلیمہ والا انسان یہ فیصلہ اپنی عقل سے کرسکتا ہے۔ اِسی لئے

ہمارے محققین اسلاف کا فیصلہ یہی ہے۔ کہ بعثتِ انبیاء علیہم السلام سے پہلے کے انسانوں کو بھی شرک پر مواخذہ ہوگا۔ یعنی توحید خداوندی کو چھوڑ کر مَعْبُوْدٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنانے پر مواخذہ ہوگا۔ اور شرک میں مبتلا رہنے کے جرم میں دوزخ میں داخلہ ہوگا۔

بعد از بعثت مواخذہ

ہاں شریعت کے مکمل قانون کا مواخذہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے بعد ہوگا۔ جس میں عبادات کے علاوہ اخلاقی معاشرتی اقتصادی۔ سیاسی معاملات میں مکمل راہنمائی ہوگی۔

معبود ماننے کے بعد ہدایات کا مطالبہ

جب فطرت سلیمہ والا انسان خدا تعالےٰ کو اپنی عقل کی راہ نمائی سے معبود مان چکا۔ اولیاء کرام کے اس فقرے "من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہ" کا یہی مطلب تھا۔ تو اب اس کی فطرۃ کا یہ پُر زور مطالبہ ہوگا۔ کہ مجھے اپنے معبود کو راضی رکھنے کے لئے کوئی پروگرام (نظام الاوقات) چاہیئے تاکہ اس پروگرام کے مطابق زندگی بسر کرکے اپنے معبود کو راضی کرسکوں۔ وہ پروگرام کبھی بصورت توراۃ نازل ہُوا جو موسیٰ ع کے ذریعہ سے خلق خدا کو دیا گیا۔ اور کبھی بصورت انجیل نازل ہُوا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے انسانوں کو دیا گیا۔ سب سے آخری۔

نظام الاوقات عبدیت قرآن مجید

ہے۔ جو سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے انسانوں کو دیا گیا۔ اب سطح دنیا پر فرائض عبدیت کی راہ نمائی کرنے والا فقط قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید کی راہ نمائی کا نمونہ

(قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سورہ الانعام رکوع ۱۹ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہدو۔ آؤ میں تمہیں سُنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور تنگدستی کے سبب اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دینگے۔ اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ۔ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو۔ جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے۔ تمہیں یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے۔ اور ماپ اور تول کو انصاف سے پُورا کرو۔ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کہو۔ تو انصاف سے کہو۔ اگرچہ رشتہ دار ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پُورا کرو۔ تمہیں یہ حکم دیا ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ سو اسی کا اتباع کرو۔ اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

سابقہ بیان شدہ قانونِ الٰہی کا حاصل

خالق اور مخلوق دونوں سے تعلقات درست رکھو

خالق سے تعلق درست رکھنے کا طریقہ

(۱) اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔ یعنی جو تعلق بندے کا اللہ تعالےٰ ہی سے ہونا چاہیئے وہ تعلق کسی دوسرے سے نہ رکھا جائے۔

قرآن مجید کی روشنی میں خدا تعالےٰ کے تعلق کی تفصیل

ا۔ راحت و رنج فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

ب۔ اولاد کا دینا فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ج۔ رزق کی تنگی یا کشادگی فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

د۔ ہر وقت اور ہر حالت میں حاضر و ناظر فقط اللہ تعالےٰ ہے۔

ہ۔ سجدہ فقط اللہ تعالےٰ ہی کو کرنا چاہیئے۔

و۔ جب ظاہری اسباب ہماری مطلب براری سے عاجز آجائیں۔ تو فقط اللہ تعالےٰ ہی سے امداد کی درخواست کی جائے۔

ز۔ اللہ تعالےٰ سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں۔

ح۔ جس کو چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے۔ جس کو چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔

ط۔ جسے چاہے بادشاہ بنا دے۔ جسے چاہے بادشاہی سے معزول کر دے۔

ی۔ ہر چیز کی زندگی اور موت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

ک۔ انبیاء علیہم السلام کو نبوت کا عہدہ عطا فرمانا۔ اور اولیاء کرام کو ولایت کا عہدہ عطا فرمانا اسی کے اختیار میں ہے۔

مذکورۃ الصدر چیزیں مشتے نمونہ از خروار ہیں

(۲) اللہ تعالےٰ سے جو عہد کیا ہے۔ اُسے پُورا کرو۔

بندے کا اللہ تعالےٰ سے یہ عہد ہے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ تو میرا خدا

بندے کا فرض

یہ ہے۔ کہ جس طرح مجازی غلام مجازی آقا کی اجازت کے سوا کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اسی طرح حقیقی بندہ اپنے حقیقی آقا (خدا تعالےٰ) کی اجازت کے سوا کوئی بھی کام نہ کرے۔ مثلاً کھانے پینے پہننے۔ جاگنے سونے۔ کمانے۔ خرچ کرنے میں اسی اللہ کی رضا کا تابع ہو جائے۔ اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کا اتنا پابند ہے تو اسے مسلم یا وفادار[۴] اور غدار سے ایک جیسا تو سلوک نہیں کیا جاتا۔ اگر انسان

اللہ تعالےٰ کا وفادار بندہ

بننا چاہتا ہے تو عبدیت (بندگی) کا جو نظام الاوقات اللہ تعالےٰ نے تجویز فرمایا ہُوا ہے۔ خواہ وہ بدنی عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا مالی سے۔ اسے دل و جان سے

[۴] کہا جائیگا۔ اور اگر وہ رضا الٰہی کا پابند نہیں ہے۔ تو فاسق یا غدار کہلائیگا۔ پھر آپ جانتے ہیں۔ کہ وفادار۔

بجا لائے - اللّٰھم اجعلنا منھم

مخلوق سے تعلق درست رکھنے کے متعلق ہدایات

مذکورہ بالا نظام الاوقات میں ماں باپ سے تعلق-اولاد سے تعلق -یتیموں سے تعلق- تمام مسلمانوں سے تعلق - باہمی تجارتی تعلقات درست رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اخلاق درست کرنے کی تلقین

مذکورہ بالا نظام الاوقات میں بے حیائی کے کاموں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ

ناحق کسی انسان کی جان نہ لی جائے

مذکورہ بالا نظام الاوقات میں کسی انسان کے ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ناحق قتل کرنے والے کی پانچ سزائیں

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝

سورہ النساء رکوع ۱۳ پارہ ۵

ترجمہ - اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان کر قتل کرے [redacted] دوزخ ہے - جس میں وہ ہمیشہ رہے گا - اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے - اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے محبت

انسانی فطرۃ کا طبعی تقاضا ہے جو اسے اس کے محبوب سے ملائے - وہ بھی محبوب ہو جاتا ہے - مثلاً ایک شخص کا بیٹا گم ہو جائے اور وہ تلاش کرکے تھک جائے - پھر مایوس ہوکر ایک جگہ پریشان ہوکر بیٹھا ہوا ہو - ایک شخص آکر اسے کہے - کہ میں تمہارے بیٹے کو دیکھ آیا ہوں - چلو - تمہیں ملا دوں - وہ شخص کتنا خوش ہوگا - اور دکھانے والے کو کتنی دعائیں دے گا۔

انسان نے اپنی فطرت سلیمہ کی راہ نمائی سے اپنے معبود کو تو پا لیا

مگر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی کمتری کے باعث اس سے کوئی نظام الاوقات نہیں لے سکتا - اس لئے جب پیغمبرِ خدا آئے گا - اور وہ اس کو احکامِ الٰہی لے کر دے گا - تو انسان پیغمبر کا بے حد ممنون ہوگا - اور جان دل سے اس پر قربان ہوگا - چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ الفاظ عام طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے -

"بابی انت و امی" (یا رسول اللہ)

میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں

یعنی ان کے دل میں حضورِ انور کی محبت ماں باپ سے بھی بدرجہا زیادہ تھی -

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار سے کہتے ہیں - شعر

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وِقَاءُ

ترجمہ - پس تحقیق میرا باپ اور میری ماں اور میری عزت محمدؐ کی عزّت کے بچانے کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے +

صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ کی یہ عزّت اور عظمت پیغمبرِ خدا ہونے کے لحاظ سے ہے - ورنہ آپ کے خاندان میں اور بھی تو ہزاروں آدمی تھے۔

اصل بات یہ ہے

کہ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے محبوب ہیں - جو خدا تعالےٰ کا محبوب ہوگا وہ عاشقانِ الٰہی کا بطریق اولیٰ محبوب ہوگا -

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت کا مذکور الصدر تعلق قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴- ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴-جون ۱۹۵۷ء

کھری اور ہمیشہ رہنے والی عزّت فقط اللہ والوں کو نصیب ہوتی ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام اور معزز خواتین۔
آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک انسان عزّت کا آرزو مند اور ذلّت سے متنفر اور بیزار ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس جہان میں ہر چیز کے حاصل کرنے کے لئے اسباب تجویز فرمائے ہیں۔ انسان جس قسم کے اسباب میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے مناسب نتیجہ نکل آتا ہے۔ لہٰذا اگر عزّت دلانے والے کاموں میں ہاتھ ڈالے گا۔ تو اُس کے حق میں نتیجہ عزّت نکلے گا۔ اور اگر ذلّت والے کاموں میں ہاتھ ڈالے گا تو ذلّت نصیب ہوگی۔ یہ یاد رہے کہ قانونِ قدرت یہی ہے۔ جو عرض کیا گیا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کام تو وہ کرے جن کا نتیجہ ذلّت ہو اور تمنّا یہ ہو کہ اس کام کے کرنے سے مجھے عزّت نصیب ہو۔ مصرعہ

ایں خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ۔ یہ خیال محال ہے اور پاگل پنا ہے۔ (فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحۡوِیۡلًا ۝)

سورہ فاطر رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ پس تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تغیّر نہیں پائے گا۔

ہر چیز کی دو قسمیں

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے (وَمِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ۝) سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔

اس قاعدے کی بناء پر عزّت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کھری اور دُوسری کھوٹی۔ اس عاجز نے خطبہ کے عنوان میں یہ عرض کی ہے۔ کہ "کھری اور ہمیشہ رہنے والی عزّت فقط اللہ والوں کو نصیب ہوتی ہے"۔

کھری عزّت فقط اللہ تعالےٰ کے ہاں سے ملتی ہے

شاہنشاہی اعلانات

۱

(مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا ؕ)

سورہ فاطر رکوع ۲ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ جو شخص عزّت چاہتا ہو۔ سو اللہ ہی کے لئے سب عزّت ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص عزّت چاہتا ہے تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے والے کام کرے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ان نیک کاموں کی برکت سے اسے عزّت عطا فرمائے۔

حدیث شریف کی شہادت

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبۡدًا دَعَا جِبۡرَئِیۡلَ فَقَالَ اِنِّیۡ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبۡرَئِیۡلُ ثُمَّ یُنَادِیۡ فِی السَّمَاءِ فَیَقُوۡلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوۡہُ فَیُحِبُّہٗ اَھۡلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوۡضَعُ لَہُ الۡقَبُوۡلُ فِی الۡاَرۡضِ وَاِذَا اَبۡغَضَ عَبۡدًا دَعَا جِبۡرَئِیۡلَ فَیَقُوۡلُ اِنِّیۡ اُبۡغِضُ فُلَانًا فَاَبۡغِضۡہُ قَالَ فَیُبۡغِضُہٗ جِبۡرَئِیۡلُ ثُمَّ یُنَادِیۡ فِیۡ اَھۡلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰہَ یُبۡغِضُ فُلَانًا فَاَبۡغِضُوۡہُ قَالَ فَیُبۡغِضُوۡنَہٗ ثُمَّ یُوۡضَعُ لَہُ الۡبَغۡضَاءُ فِی الۡاَرۡضِ رواہ مسلم

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بیشک اللہ جب کسی بندے کو دوست بنا لیتا ہے۔ تو جبرئیل کو بلاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ بیشک مَیں فلاں (شخص) سے محبّت رکھتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے پھر آسمان میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ بیشک اللہ نے فلاں کو دوست بنا لیا ہے۔ پس تم بھی اس سے دوستی رکھو پھر اس سے آسمان والے محبت رکھتے ہیں پھر اس کی قبولیت کا اثر زمین پر پہنچ جاتا ہے۔ اور جب اللہ کسی بندے کو مبغوض سمجھتا ہے۔ جبرئیلؑ کو بُلاتا ہے پھر کہتا ہے۔ بیشک فلاں کو مبغوض سمجھتا ہوں تم بھی اُس سے بُغض رکھو۔ آپ نے فرمایا۔ پھر اسے جبرئیل مبغوض سمجھتا ہے۔ پھر آسمان والوں کو پُکار کر کہتا ہے۔ بے شک اللہ فلاں سے بُغض رکھتا ہے۔ پس تم بھی اُس سے بُغض رکھو۔ آپ نے فرمایا۔ پھر آسمان والے اس سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر اُس کے متعلق زمین پر بغض نازل کر دیا جاتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جس سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے۔ اس سے آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے سب راضی ہو جاتے ہیں۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ اس سے آسمان اور زمین والے سب ناراض ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص عزّت چاہتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ایسے کام کرے۔ جن سے اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو جائے۔ جب اللہ تعالےٰ کی نظر میں اس کی عزّت ہوگی تو ساری دُنیا اسے عزّت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

اعلان ۲

(بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ بِاَنَّ لَھُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمَا ۙ الَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَھُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ۝)

سورہ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۵

منافقوں کو تو خوشخبری سنا دے کہ ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے ہاں سے عزّت چاہتے ہیں۔ سو ساری عزّت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ منافق کافروں کے ساتھ اس لئے دوستی رکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ مسلمانوں کی نظروں میں ہماری کوئی عزّت نہیں ہے مگر کافروں کے ساتھ دوستی کے راہ و رسم رکھنے میں ہماری عزت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کافروں کی نظروں میں بھی یہ ذلیل ہی ہوں گے۔ جب اللہ تعالےٰ کی نظر میں یہ ذلیل ہیں تو اور کون ان کی عزّت کرسکتا ہے۔

انجامِ بد

بارگاہِ الٰہی سے عزّت دلانے والے اسباب کو نظر انداز کرکے کافروں سے دوستی رکھ کر عزّت حاصل کرنے کے خواہاں جو ہیں۔ ان کا انجام بد ملاحظہ ہو۔ (اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا ۙ) سورہ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۵ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ اکٹھا کرے گا۔

یہ کس قسم کے لوگ تھے

جن مسلمانوں کو منافق کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور قیامت کے دن انہیں کافروں کے زمرے میں شامل کرکے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ اگر آپ معلوم کرنا چاہیں یہ کس قسم کے لوگ تھے۔ ان کے اوصاف سُنئے۔

(اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ۘ) سورہ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اِن کے اِس بیان کی تردید

(وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝)

سورہ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق جھوٹے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

"یعنی جھوٹ کہتے ہیں۔ کہ ان کو (آپ کے رسول ہونے کا) دل سے اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں۔ محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان سے باتیں بناتے ہیں۔ اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

آج کل پاکستان میں منافق موجود ہیں

جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ کو ایسے آدمی ملیں گے۔ کہ اگر آپ ان سے تبادلہ خیالات کریں تو ان کے دل میں اسلام کی کوئی اہمیّت اور وقعت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے کئی احکام پر نکتہ چینی کریں گے۔ اور آپ ہزار سمجھائیں مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہیں گے۔ کہ جو ہم نے اندازہ لگایا ہُوا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ کہ اس قرآن میں کئی خامیاں ہیں۔ جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ باوجود اس بد باطنی کے محض اس لئے اسلام کا نام لیتے ہیں کہ سرکاری عہدہ داروں میں کوئی عزّت کا عہدہ مل جائے۔ یا اگر مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کا شوق ہے۔ تو امیدوار بن کر سامنے آئیں اور ووٹروں سے ووٹ حاصل کر کے کامیاب ہو جائیں۔

بھانت بھانت کی بولیاں

پاکستان میں یہی منافق بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں کوئی کہتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں جو چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے یہ وحشیانہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو سود حرام کیا گیا ہے یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو پردے کا حکم ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط میں کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے

ایمان کیسے سلامت رہ سکتا ہے

قرآن مجید پر نکتہ چینی کرنے والے اللہ تعالےٰ پر اعتراض کرنے والے ہیں۔ کہ اس کی مقدس کتاب میں فلاں فلاں چیزیں غلط ہیں۔ قرآن مجید کے بعض حصّوں پر اعتراض کرنے سے ان کا ایمان مخلوط بالکفر ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں۔ کلمہ پڑھتے ہیں مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں نہ تو علی الاعلان کافر کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ پکا مسلمان ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ان کی دو رنگی چال کے باعث ان کا نام منافق ہے۔

دُعا

ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہر فرمان کو دل و جان سے صحیح اور سچّا تسلیم کریں۔ تو مومن ہو جائیں گے۔ ورنہ قیامت کے دن یہ لوگ مشرکین اور کافرین کے زمرہ میں شامل ہو کر میدانِ محشر میں آئیں گے۔ اللّٰھم اھدھم الصراط المستقیم

اعلان ۳

(یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝)

سورہ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے۔ تو اس میں سے عزّت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اور عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا حاشیہ

"ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے۔ ایک مہاجرین میں کا ایک انصار کا پھر ان کو حضرتؐ نے ملا دیا۔ منافق پیٹھ کے پیچھے کہنے لگے۔ ہم ان کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے۔ ایک نے کہا تم ہی خبر گیری کرتے ہو۔ تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں۔ خبر گیری چھوڑ دو۔ آپ ہی متفرق ہو جائیں ایک نے کہا۔ اب کہ سفر سے ہم مدینہ پہنچیں۔ تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ چاہیئے بے قدروں کو نکال دے۔ ایک صحابی نے یہ باتیں سُنیں حضرتؐ پاس نقل کیں۔ حضرتؐ نے بُلایا پُوچھا تو قسمیں کھا گئے کہ اس نے ہماری دُشمنی سے جھوٹ کہا اللہ تعالےٰ نے یہ نازل کیا۔"

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا اس آیت پر یہ حاشیہ ہے۔ "یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور آور اور عزت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزّت تو اللہ کی ہے۔ اس کے بعد اسی سے تعلق

رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی (منافق) کے وہ الفاظ (کہ عزّت والا ذلیل کو نکال دیگا جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو پہنچے۔ (جو مخلص مسلمان تھا) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہوگئے۔ بولے جب تک اقرار نہ کر لیگا۔ کہ رسول اللہ عزّت والے ہیں۔ اور تو ذلیل ہے۔ زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور مدینہ میں گھسنے نہ دونگا۔ آخر اقرار کرہ اکر چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ "

عبرتناک نتیجہ

مذکور الصدر حاشیہ سے عبرتناک نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی منافق نے جس تعلّی اور تکبر اور دنیا داری کے ساز و سامان کی کثرت کے بھروسہ پر اپنے آپ کو معزز کے نام سے تعبیر کیا تھا۔ اور نعوذ باللہ من ذالک نقل کفر کفر نباشد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ذلیل کے لقب سے تعبیر کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ہاتھوں پر سرسوں جماکر دکھا دی۔ کہ اس کا بیٹا تلوار لیکر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے باپ سے کہا۔ تو زبان سے کہہ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ ورنہ مار ڈالوں گا۔ اور مدینہ میں بھی گھسنے نہیں دونگا۔ بالآخر اس بے ایمان کو اپنے مُنہ سے اقرار کرنا پڑا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اور یہ اقرار بھی اسی کے بیٹے کے ذریعہ سے کرایا۔ ظاہر داری کے لحاظ سے جس بیٹے کو اس کا معاون ہونا چاہیئے تھا۔ اُلٹا اسی کے ہاتھوں سے اسے ذلیل کرایا

لہٰذا ثابت ہُوا

کہ عزّت وہ ہے جو دربار الٰہی سے عطا ہو۔ اور جس شخص کو اس کے دربار سے عزّت نہ ملے۔ وُہ آج نہیں تو کل ذلیل ہوگا۔ ایسے شخص کی عزّت کبھی پائیدار نہیں ہوسکتی۔

ایک بناوٹی معزز کی ذلّت جو اپنے کو رب بھی کہلاتا تھا

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۳۵ پارہ ۳

ترجمہ۔ کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا۔ جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا۔ اس لئے کہ اللہ نے اُسے سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا۔ بیشک اللہ سورج مشرق سے لاتا ہے۔ تو اسے مغرب سے لے آ۔ تب وہ کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

جتنے نمبر کا معزز تھا اتنا ہی ذلیل ہُوا

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس کا نام نمرود ہے۔ وہ عراق عرب کا بہت بڑا بادشاہ ہے۔ شہر بابل اس کا دارالسلطنت ہے بادشاہی کے نشہ میں مغرور ہوکر اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا۔ اس متکبر کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی عزّت نہیں۔ اللہ تعالےٰ جس کو ذلیل کرنا چاہے اسے کون بچا سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دو باتیں کرکے لاجواب کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے مناظرہ میں جیت گئے۔ اور عزّت پائی۔ اور وہ خدائی کا دعویدار مُنہ کی کھاکر ذلیل ہُوا۔

خدا تعالیٰ کا ایک اور باغی معزز ہونیکا دعویدار ایک اعلان

گزشتہ قوموں کے معززین میں سے ایک سب سے بڑے معزز ہونے کے دعویدار کا اعلان ملاحظہ ہو۔

(وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝

سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا۔ اے سردارو میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا اور کوئی معبود ہے۔ پس اے ہامان تو میرے لئے گارا پکوا (یعنی پختہ اینٹیں تیار کر) پھر میرے لئے ایک بلند محل بنوا۔ کہ میں موسیٰ کے خدا کو جھانکوں اور بے شک میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

دوسرا اعلان

(فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝

سورہ النّٰزعات رکوع ۱ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس نے سب کو جمع کیا۔ پھر پکارا۔ پھر کہا۔ کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

تیسرا اعلان

(وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۝) سورہ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرکے کہدیا۔ اے میری قوم۔ کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہیں۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے۔ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں۔ جو ذلیل ہے۔ اور صاف بات بھی نہیں کرسکتا۔

اس سب سے بڑے معزز آدمی کی ذلّت کی موت

(فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۝

سورہ الاعراف رکوع ۱۶ پارہ ۹

ترجمہ۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ اور وہ ان سے غافل تھے۔

ذلّت کی موت کا سبب

یہ ہے کہ فرعون کے ذہن میں جو اپنی عزّت تھی۔ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل شدہ نہیں تھی۔ وہ اپنی دُنیاوی بادشاہت کے نشہ میں اپنے آپ کو معزز خیال کر رہا تھا۔ اگر اسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عزّت کا تمغہ حاصل شدہ ہوتا۔ تو وہ کبھی ذلّت کی موت سے نہ مرتا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

دولت کے لحاظ سے سب سے بڑا معزز

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۚ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

سورہ القصص رکوع ۸ پارہ ۲۰

ترجمہ - بیشک قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ پھر ان پر اکڑنے لگا۔ اور ہم نے اسے خزانے دیئے تھے۔ کہ اس کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اُٹھانی مشکل ہوتیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا۔ اترا مت بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر۔ اور اپنا حصّہ دُنیا میں سے نہ بھول۔ اور بھلائی کر۔ جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا۔ جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہیں میں سے بعض افراد کو اپنا آلۂ کار بنا لیتی ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اس وقت موقع پاکر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی۔ اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے زیرِ حکم آئے اور فرعون غرق ہُوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے۔ اور سرداری جاتی رہی۔ اس حسد و غیض میں حضرت موسیٰؑ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہُوا تھا۔ تورات بہت پڑھتا۔ اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی خداداد عزّت و وجاہت دیکھ کر جلتا کہ آخر میں بھی انہیں کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور نبی سردار بن جائیں۔ مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا۔ کہ انہیں نبوت مل گئی۔ تو کیا ہُوا۔ میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں۔ جو کسی کو میسّر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا۔ تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے۔ مگر کیا تم یہ بھی برداشت کرلوگے۔ کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا۔ نہیں ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہلا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں۔ تو اپنے ساتھ انہیں متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گزری۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس کو شدید قسمیں دیں۔ اور اللہ کے غضب سے ڈرایا۔ تو اس کا دل ڈرا۔ تب اس نے صاف کہہ دیا۔ کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کی بد دُعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ بعض سلف نے مفاتح کی تفسیر خزائن سے کی ہے۔ یعنی اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اُٹھا سکتی ہے۔ لیکن اکثر مفسرین نے مفاتح کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے یعنی مال کے صندوق اتنے تھے۔ جن کی کنجیاں اُٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستبعد نہیں جیسا کہ بعض تفاسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔"

اتنے بڑے معزز دولت مند کی ذلّت کی موت

قارون کے خیال میں جو اپنی عزّت تھی۔ اس کا مدار دولت پر تھا۔ اور یہ خود ساختہ عزّت تھی۔ نہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہُوئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مع دولت اور ساز و سامان کے اسے زمین میں غرق کر دیا۔ یہ معزز آدمی اور بہت بڑا دولتمند دُنیا سے لعنت کی موت سے مرا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ٹکٹ لے کر گیا۔ بخلاف اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام دُنیا میں بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے اپنا نیک نام چھوڑ کر گئے۔ اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی ان کی مداح اور ثناخواں رہے گی۔ اور محشر سے گزر کر ابدالآباد کے لئے بہشت میں جا داخل ہوں گے۔ فاعتبروا یا اُولی الابصار۔

پائیدار عزّت والے

فقط وہ اللہ تعالےٰ کے بندے ہوتے ہیں۔ جنہیں اس کے دربار سے عزّت کا تمغہ ملے۔ اس کی بارگاہ سے عزّت ملنے کی شرط نہ بادشاہی ہے۔ نہ دولت ہے۔ مثلاً آج سے ۱۳۷۶ سال پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام میں سے بلالؓ حبشی۔ ابو ہریرہؓ۔ صہیبؓ رومی۔ سلمانؓ فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہم مسلمانوں کی نظر میں معزز شمار کئے جا رہے ہیں۔ مسلمان جب ان کا نام لیتے ہیں انہیں دُعا ساتھ دیتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ ان میں سے ہر ایک سے راضی ہو۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام بالکل مسکین تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بعض اوقات میں بھوک کی وجہ سے بدحواس ہو جاتا تھا۔ لوگ مجھے پاگل خیال کرتے تھے۔ اے اللہ تو سچا ہے تیرا ہی فرمان ہے۔ تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیٍٔ قدیر۔

وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۱ - ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۱ - جون ۱۹۵۷ء

مسلمانوں کی بے دینی کا سب سے بڑا سبب خورد و نوش کا حرام ہونا ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

مبلغ قرآن مجید کا فرض ہے کہ مسلمانوں کا جو قدم اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف اُٹھے۔ اس کی علت اور سبب کو معلوم کرے اور پھر مسلمانوں کو اس بُرائی کے پیدا کرنے والے سبب کے متعلق اطلاع دے۔ تاکہ جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچانا ہے۔ وہ اس اطلاع کے باعث بچ جائیں۔ اور جنہوں نے سُننے کے بعد بھی لاپرواہی کی۔ اور اسی گناہ کے مرتکب ہوتے رہے۔ وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں یہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔ کہ اے اللہ ہمیں تو آپ کے اس حکم کا علم نہیں تھا۔ ورنہ ضرور تعمیل کرتے۔ حکم الٰہی کے ایسے طریقہ سے پہنچا دینے جس کے بعد طبیعت میں شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اسی کا نام شریعت میں اتمام حجّت ہے۔ اتمام حجّت کے بعد شریعت کی مخالفت کرنے والے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے جب

مَیں نے دیکھا

کہ آج کے دور میں بے دینی کا دَور دورہ ہے۔ مسلمانوں کا $\frac{9}{10}$ حصّہ بے دین ہے۔ اور $\frac{1}{10}$ بھی بمشکل دیندار ہوگا۔ ورنہ دیندار طبقہ کی نسبت اس سے بھی بہت کم ہے۔ جب مَیں نے غور کیا تو ایک چیز سمجھ میں آئی۔ کہ جس چیز نے جس قسم کی غذا سے تربیت پائی ہو۔ اس غذا کا اثر اس چیز میں لازمی طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ

نباتات میں بھی یہ قاعدہ جاری ہے

لاہور میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ لاہور میں پیدا شدہ سبزی بدمزہ ہوتی ہے۔ اور شہر سے دور دیہات کی سبزی مزیدار ہوتی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ شہر لاہور کی سبزی کے بدمزہ ہونے اور دیہات کی سبزی کے مزیدار ہونے کا اصلی سبب یہ ہے۔ کہ لاہور کے ہر گلی کوچہ میں پکی نالیاں بنی ہیں جو ہر قسم کے گندے اور بدبودار پانی کو نکال کر باہر لے جاتی ہیں۔ اس گندے بدبودار پانی کی ایک نہر لاہور سے باہر کھیتوں میں جاتی ہے۔ جو سبزی اس بدبودار گندے پانی سے تربیت پاتی ہے وہ اپنی پلید اور بدبودار پانی کی خوراک کے باعث بدمزہ ہوتی ہے۔ گویا وہ کھانے والے کو زبانِ حال سے بتلاتی ہے۔ کہ میری خوراک ناپاک اور گندی تھی۔ اور دیہات میں چونکہ کنوؤں کا نہایت لطیف اور پاک پانی ہوتا ہے وہاں کی سبزی کی خوراک وہ پانی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ زبانِ حال سے بتلاتی ہے۔ کہ مَیں اس لئے مزیدار ہوں۔ کہ میری خوراک پاک تھی۔

ایک عجیب مثال

تحقیق سے معلوم ہے کہ ہندوستان میں بعض آموں کے شوقین پانی میں دودھ ملا کر آم کی جڑ میں ڈالتے ہیں۔ جب اس آم کو پھل لگتا ہے۔ تو اس میں سے دودھ کی خوشبو آتی ہے۔ گویا کہ آم اپنے کھانے والے کو زبانِ حال سے بتلا رہا ہوتا ہے۔ کہ میری خوراک میں دُودھ بھی ڈالا جاتا ہے۔

انسان مُنہ سے بولتا ہے

حرام کی خوراک سے پرورش یافتہ پودا تو زبانِ حال سے بولتا تھا۔ مگر حرام کی خوراک سے تربیت یافتہ انسان گوشت کی زبان سے بولتا ہے۔

بے دینوں کی بھانت بھانت کی بولیاں

کوئی کہتا ہے۔ مذہب کی کیا ضرورت ہے مذہب تو انسان کی ترقی کے راستہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مذہب طرح طرح کی جکڑ بندیوں میں جکڑ دیتا ہے کہ یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ۔ یہ پیو یہ نہ پیو یہ پہنو یہ نہ پہنو۔ فلاں مجلس میں بیٹھو۔ فلاں میں نہ بیٹھو۔ کوئی کہتا ہے کہ نماز کی کیا ضرورت ہے۔ اس طرح اوندھے پڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ زمین پر ٹکریں مارنے سے کیا ہوتا ہے کوئی کہتا ہے۔ مولوی بڑے بے ایمان ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ داڑھیوں والے بڑے بے ایمان ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ میرے دوستو۔ مذہب اسلام کے خلاف جتنے بکواس آپ نے سُنے ہیں۔ ان سب کا ایک بہت بڑا سبب

مال حرام سے پرورش

پانا ہے۔ جن دنیا داروں کی زندگی کا مقصد ہی دولت کمانا ہو۔ انہیں حلال و حرام کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ جس طرح آج کل سرکاری ملازمین کا حال ہے۔ ان میں کوئی شاذ و نادر ہی ایسے اللہ تعالےٰ کے بندے ہونگے۔ جو خدا کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ اور اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ رشوت نہیں لیتے۔ میرا یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ساری گمراہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے گورنمنٹ کے ہر شعبہ میں ایسے ضرور اللہ کے بندے ہونگے۔ مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے۔ جن کے مظالم سے لوگ بے حد نالاں ہیں۔

سرکاری ملازمین میں حرام خوری کا ایک اور طریقہ

سرکاری ملازمین گورنمنٹ کو اپنے روزانہ کے اوقات میں سے مثلاً ۶ گھنٹے دیتے ہیں اور گورنمنٹ سے ۶ گھنٹے کا معاوضہ بصورت تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ اگر ان ۶ گھنٹوں میں گورنمنٹ کا کام میز

پر ہونے کے باوجود آپس میں باتیں کریں یا سگریٹ پیتے رہیں۔ تو روزانہ جتنا وقت انہوں نے کام نہیں کیا۔ اس کی تنخواہ لینی ان کے لئے حرام تھی۔ اب یہ حرام کی تنخواہ بیوی بچوں کو کھلائینگے تو ان کے خیالات حرام کی طرف زیادہ مائل ہونگے۔ اور حرام کے کام شوق سے کریں گے۔ اور نیکی کے کاموں سے دور بھاگیں گے۔ مثلاً نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ تو جی چرائینگے۔ اور سینما دیکھنے کے لئے بڑی خوشی اور شوق سے جائیں گے۔

تجارت پیشہ لوگوں میں حرام خوری

برادران اسلام۔ میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان کو صحیح معنی میں انسان فقط خوفِ خدا بناتا ہے۔ اگر انسان کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو۔ تو اس جیسا ظالم اور شریر اور کوئی جانور خدا نے پیدا نہیں کیا۔ لاہور میں بکثرت ایسی چیزیں بازار میں ملتی ہیں۔ جنہیں دکاندار کھری کہہ کر گاہک کو دیتا ہے۔ حالانکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس میں اتنا کھوٹ ملا ہوا ہے۔ مثلاً شیر فروش مکھرا دودھ کہہ کر دیتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے۔ کہ اس میں اتنا پانی ہے۔ یہ عام مشہور ہے کہ مرچوں میں سُرخ اینٹیں پیس کر ملائی جاتی ہیں۔ لاہور میں کیکر کے چھلکے کو مشین میں باریک کرکے چائے کہکر ڈبوں میں بند کرکے بیچی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر چیزوں میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ جتنا حصہ کھوٹی چیز کا کھری میں ملایا جائے گا۔ اور اس کی قیمت کھری کی لی جائے گی۔ اتنی ہی قیمت حرام ہو جائے گی جس تاجر کے بیوی بچوں کے پیٹ میں وہ حرام کا مال جائیگا۔ اُن کا بھی وہی حال ہوگا۔ کہ حرام اور گناہ کے کاموں سے محبت اور دلچسپی۔ اور نیکی کے کاموں سے نفرت ہوگی۔

سینما کی رونق

ہر روز سینما میں مردوں اور عورتوں کی ہزارہا کی تعداد میں جمع ہونا۔ یہ در اصل حرام کی خورد و نوش کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ سینما والوں کی طرف سے کوئی بلند آواز سے یہ ڈھنڈورا نہیں دیتا کہ سینما میں آؤ۔ بلکہ فقط ایک کاغذ یا کپڑے پر لکھ کر رہڑی پر چسپاں کرکے بازار اور گلی کوچوں میں رہڑی پھرا دی جاتی ہے۔ کہ آج فلاں سینما میں دو گھڑی کی موج، یا کس کی پیاری یا شادی کی پہلی رات کا منظر دکھایا جائے گا۔ بس اتنا معلوم ہونے پر ہزارہا کی تعداد میں مرد اور عورتیں شام کو اُٹھ دوڑتی ہیں۔ اور نماز کی آذان مؤذن بلند سے بلند آواز سے مسجد کی چھت پر کھڑا ہوکر دیتا ہے مگر دولتمند اور سرمایہ دار گھر والوں کے مردوں اور عورتوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یادِ الٰہی کے لئے آنے میں یہ بے توجہی اور لاپرواہی اسی حرام خوری کا نتیجہ ہے۔ ان حرام خوریوں کا نتیجہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب

حرام خوروں کی آخرت ملاحظہ ہو

عن جابرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یدخل الجنۃ لحم نبت من السُّحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ بہ۔ رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں وہ گوشت نہیں جائے گا۔ جو حرام سے پیدا ہو۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوگا۔ آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ جو گوشت حرام کے مال سے بنا ہے۔ وہ دوزخ میں جائیگا۔ یعنی وہ شخص جائے گا۔ جس کے بدن میں وہ گوشت ہوگا۔

اس کا سبب

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حلال چیز پاک ہوتی ہے۔ اور حرام چیز باطن کے نقطۂ نگاہ سے ناپاک ہوتی ہے۔ اگر ایک پاک چیز میں ناپاک کی ملاوٹ ہو جائے تو ایک شریف انسان اسے ہرگز استعمال نہیں کرسکتا۔ مثلاً دودھ کے گھڑے میں ایک تولہ نجاست پڑ جائے یا مثلاً پلاؤ کی ایک دیگ پک رہی تھی۔ ایک کوا اس درخت پر آکر بیٹھ گیا۔ جس کے نیچے دیگ پک رہی تھی۔ اور اس کے مُنہ میں ایک تولہ نجاست تھی اس کے مُنہ سے گری اور دیگ میں پڑ گئی کیا کوئی شریف آدمی اس دیگ میں سے ایک دانہ بھی کھائے گا۔ ہرگز نہیں۔ تو جس انسان کے وجود میں حرام کے مال کا پلید گوشت ہو اسے اللہ تعالےٰ کس طرح جنت میں داخل فرمائیگا۔

حرام خوروں کی تینوں زندگیاں برباد

(۱) دُنیا میں غافلوں اور کھیل و تماشہ والوں کے ساتھ زندگی بسر کی (۲) ان کی قبر دوزخ کا گڑھا بنی (۳) قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہونگے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوسکتی ہے۔ کہ آئے اور دوزخ کا ایندھن بن کر دُنیا سے رخصت ہوئے۔

ایک ولی اللہ کا فرمان

حرام کا مال کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

ور بخواندی بر خمیرش بیصد
فاتحہ یا قل ہو اللہ احد
اگرچہ اس کو گوندھتے وقت بے شمار مرتبہ تو فاتحہ یا قل ہو اللہ احد پڑھے۔
ور بود از شاخ طوبیٰ کشش
ور بود روح الامیں ہیزم کشش
اگرچہ طوبیٰ کی لکڑی کی آگ پر روٹی پکائی جائے۔ اگرچہ آگ جلانے والا جبرئیلؑ ہو
ور تو بر خوانی ہزاراں بسملہ
بر سر آں لقمۂ پُر دلولہ
اگرچہ تم اس مشکوک لقمے پر ہزار مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔
عاقبت خاصیتش قاہر شود
نفس زاں لقمہ ترا قاہر شود
بالآخر اس (حرام کے لقمہ) کی خاصیت ظاہر ہوگی۔ اس لقمہ (کے کھانے سے) تیرا نفس غالب ہو جائے گا۔
در رہ طاعت ترا بے جاں کند
خانۂ دین ترا ویراں کند
عبادت کے حق میں تمہیں مردہ کردیگا تیرے دین کے گھر کو برباد کردیگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ حرام مال کے کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہو جائے گی۔ ہاں نفس تم پر غلبہ پائے گا۔ (جس طرح بچہ کو قلندر نچاتا ہے۔ اسی طرح تمہیں اپنی خواہش کے مطابق نچائیگا۔ کبھی سینما میں لے جائیگا۔ کبھی عورتوں کے ساتھ ڈانس کرائے گا)

قرآن مجید میں ایک حرام خور تجارت پیشہ قوم کا عبرتناک انجام

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ
بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ
مُّحِیْطٍ ۝ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ
بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ بَقِیَّتُ
اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَاۤ
اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ۝ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ
تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ
اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ
لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ
اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ
وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ
اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ
اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا
تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ
اُنِیْبُ ۝ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ
یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ
هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ
بِبَعِیْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ
اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا
نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا
ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ
اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ
عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ
ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝ وَ
یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ
یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ
مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا
شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا
فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝

سورہ ہود رکوع ۸ پارہ ۱۲

ترجمہ - اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ماپ اور تول کو نہ گھٹاؤ۔ میں تمہیں اچھی حالت دیکھتا ہوں۔ اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اے میری قوم انصاف سے ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔ اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ اللہ کا دیا جو باقی بچ رہے۔ وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو۔ اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ اے شعیب کیا تیری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں۔ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں۔ بے شک تو البتہ بردبار نیک چلن ہے۔ کہا۔ اے میری قوم دیکھو تو سہی۔ اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے سمجھ آگئی ہے۔ اور اس نے مجھے عمدہ روزی دی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ جس کام سے تمہیں منع کروں۔ میں اس کے خلاف کروں۔ میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے توفیق اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم کہیں میری ضد سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا۔ کہ جس سے وہی مصیبت آپڑے۔ جیسی کہ قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر پڑی تھی۔ اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں۔ اور اللہ سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے شعیب ہم بہت سی باتیں نہیں سمجھتے۔ جو تم کہتے ہو۔ اور بیشک ہم البتہ تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں۔ اور اگر تیری برادری نہ ہوتی۔ تو تجھے ہم سنگسار کر دیتے۔ اور ہماری نظر میں تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔ کہا اے میری قوم کیا میری برادری کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے۔ اس کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ بیشک میرا رب تمہارے سب اعمال پر احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ۔ میں بھی کام کرتا ہوں۔ آئندہ معلوم کر لوگے۔ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے۔ اور جھوٹا کون ہے۔ اور انتظار کرو۔ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور ان ظالموں کو کڑک نے آپکڑا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے تیس پاروں کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انسان کو خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست رکھنا چاہیئے۔ خالق سے بعبادت اور مخلوق سے بلحدمت۔ شعیب علیہ السلام کی قوم دولت کے نشہ میں مخمور ہے۔ اور ان کے تعلقات دونوں طرف کشیدہ ہیں۔ شعیب علیہ السلام ان کے تعلقات دونوں طرف سے درست کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ ان کی کوئی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ہلاک ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حرام خوروں کے لئے تنبیہ

آج کل کے دور میں میرے پاکستان میں حرام خوری کی اس قدر کثرت ہے کہ خدا کی پناہ یہ لوگ یاد رکھیں۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ وَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ۝

سورہ فاطر رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ - پس تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔

اپیل

اپنے پاکستانی بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ سے ڈریں۔ معاملات میں فریب کاری۔ دھوکہ بازی۔ بددیانتی سے باز آئیں۔ ورنہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے محفوظ نہ سمجھیں۔ یہ الگ چیز ہے کہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہونے کے لحاظ سے ہم پر گزشتہ قوموں کی طرح عذاب نہ آئے کہ ساری کی ساری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ہاں اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔ کہ بددیانتی اور حرام خوری کے باعث تمہیں دنیا میں انفرادی طور پر طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی رہیں اور بقیہ سزا قبر میں جاکر بھگتیں۔ کہ قبر جہنم کا گڑھا بن جائے۔

دنیاوی اور اخروی تکالیف سے بچنے کے لئے فقط ایک تدبیر

ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اعلان ملاحظہ ہو۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

سورہ ابراہیم رکوع ۱ پارہ ۱۳

ترجمہ - اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ

وامنتم ط وکان اللہ شاکرا علیما ○
سورہ النساء رکوع ۲۱ پارہ ۵
ترجمہ - اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کریگا۔ اگر تم شکرگزار بنو - اور ایمان لے آؤ - اور اللہ قدر دان ہے - جاننے والا ہے -

اللہ تعالےٰ کے وعدے سچّے

ہوتے ہیں - جب گزشتہ آیت میں اُس نے اعلان فرمایا ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ - اور اللہ تعالےٰ کے شکرگزار بندے بنو - یعنی اس کے احکام کی اس کی مرضی کے مطابق تعمیل کرو - تو اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہیں سزا دے -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سراسر پردہ ہے۔ اس لیے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا (اپنی نظروں کا نشانہ بناتا) ہے۔ (ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ (بد نظری کی نیت سے) دیکھنے والے شخص پر بھی لعنت فرماتے ہیں اور جس عورت کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی لعنت فرماتے ہیں۔ (یعنی اگر اس عورت نے خود مرد کو دیکھنے کا موقع دیا ہو) (سنن بیہقی: ۱۳۵۶۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! (اگر کسی نامحرم عورت پر نظر پڑ جائے تو) دوبارہ نظر مت ڈالو کیونکہ تمھارے لئے پہلی نظر جو بغیر ارادہ کے پڑی تھی جائز ہے لیکن دوسری نظر جائز نہیں۔ (ابوداؤد: ۲۱۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۸-ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸-جون ۱۹۵۷ء

رزق کی فراوانی خوش نصیبی یا رضا الٰہی کی علامت نہیں ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - میرا فرض ہے کہ اگر مسلمانوں میں کوئی غلطی دیکھوں تو کتاب و سُنّت کی روشنی میں اپنی اصلاح کی بھی کوشش کروں - اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی اس غلطی پر آگاہ کروں - تاکہ کتاب و سنۃ کی روشنی میں اپنی اس غلطی کی اصلاح کر لیں -

آج کل خوش نصیبی کا معیار

جس دورِ زمانہ میں ہم اس وقت جا رہے ہیں اس میں انسان کی خوش نصیبی کا یہی معیار سمجھا جاتا ہے - اگر تاجر ہے تو اس کی دُکان اور اس کا گودام مال سے بھرپور ہو - تو لوگ اسے بڑا خوش نصیب خیال کرتے ہیں - اگرچہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں نماز تو بجائے خود رہی ایک دفعہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہوتا ہو - اور اگر زمیندار ہے تو زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہو - خواہ ۲۴ گھنٹے میں نماز تو بجائے خود رہی ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی اسے نصیب نہ ہوتا ہو - اور وہ بڑا خوش نصیب خیال کیا جاتا ہے - اور اگر سرکاری عہدہ دار ہے تو اس کی معقول تنخواہ (مثلاً دو ہزار روپیہ ماہوار) ہو - اور سرکاری بنگلہ میں رہنے - اور آمد و رفت کے لئے اس کے پاس موٹر ہو - تو اس ملازم کو بڑا خوش نصیب سمجھا جاتا ہے - آج عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خوش نصیبی کے یہ سب معیار غلط ہیں

صحیح معیار

خوش نصیبی کا صحیح معیار یہ ہے کہ اس خوش نصیبی کا نتیجہ بدنصیبی نہ نکلے - اس عزّت کا نتیجہ ذلّت نہ نکلے - اس آرام کا نتیجہ بے آرامی نہ نکلے - اس راحت کا نتیجہ رنج نہ نکلے - اس آزادی کا نتیجہ قید و بند نہ نکلے -

نتیجہ پر نظر نہیں کی جاتی

آج کل کے دَور میں سوائے چند خدا پرست - متبع شریعت - دیندار انسانوں کے عام طور پر نتیجہ پر نظر نہیں کی جاتی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف بے چینی - بیقراری - پریشانی کا دور دورہ ہے - اللہ جلّ شانہٗ کا اعلان ہے -

(وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ)

سورہ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵

ترجمہ - اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے - اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے -

مثالیں

(۱) ٹھیکیدار نے غریب مزدوروں اور کاریگروں سے کام کرایا - اور روپیہ وصول ہونے پر ان مسکینوں کو نہ دیا - اپنا مکان بنوا لیا - بیوی کو زیور بنا کر دیتا رہا - اس حرام کے مال سے بڑی عزّت بنالی - بالآخر ایک ٹھیکہ میں ایسا گھاٹا پڑا کہ مکان بھی بک گیا - زیور بھی سب بیچ ڈالے - پھر بھی گھاٹا پورا نہ ہوا حرام خوری کے انجام پر نظر نہ کرنے کے باعث ٹھیکیدار نے یہ ذلّت اُٹھائی -

(۲) رشوت خوار ملازم نے رشوت کے ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کیا - پنشن پانے کے بعد مثلاً پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ کے خزانہ سے جمع شدہ ملا - کوئی تجارت شروع کی - پہلے سال ہی گھاٹا پڑا - پچاس ہزار روپیہ کے پینتیس ہزار روپے رہ گئے - دوسرے سال پینتیس ہزار روپے سے پچیس ہزار روپیہ رہ گیا - حتیٰ کہ اسی قدر گھاٹا پڑتے پڑتے چند ہی سالوں میں روپیہ ختم ہو گیا اور گھر میں فاقے آنے شروع ہو گئے - اور یہ ساری بے برکتی اس حرام مال کا اثر ہے - رشوت خوار نے نتیجہ پر نظر نہ کرنے کے باعث یہ ذلّت اُٹھائی -

(۳) تقسیمِ مُلک سے پہلے ہزارہا مسلمان ایسے تھے - جنہوں نے انجام پر نظر نہ کرتے ہوئے بیٹے بیٹی کے بیاہ میں ہندو سے سودی روپیہ لے کر بڑی دھوم دھام سے شادی کی - بالآخر نتیجہ یہ نکلا - کہ ہندو نے مکان بھی قرق کرا لیا اور مسلمان کو جدی مکان سے بیک بینی و دو گوش ذلیل کر کے نکال دیا -

(۴) آپ لاکھوں ماں باپ دلوں کے دکھیا پائیں گے - جنہوں نے بڑے شوق اور خوشی سے بیٹے کو اسکول اور کالج کی تعلیم دلائی - باپ نے جو کمایا بیٹے کی تعلیم پر لگایا کہ بیٹا تعلیم سے فارغ ہو کر خوب روپیہ کمائے گا - اور ہم عزّت سے زندگی بسر کریں گے چونکہ بیٹے کو فقط دُنیا کی تعلیم دلائی گئی تھی - اور دینِ الٰہی کی تعلیم سے ناآشنا رکھا گیا تھا - جس سے ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کا احساس ہوتا ہے - نتیجہ پر نظر نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے - کہ بیٹا عیش و عشرت کی زندگی میں مست اور ماں باپ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں -

یہ چند مثالیں

جو مسلمانوں کی بد نصیبی کی دی گئی ہیں - انہیں پر اکتفا کرتا ہوں - ورنہ لاہور کے موجودہ تمدّن میں اخلاقی پستی اور بے غیرتی کی ایسی مثالیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں - جنہیں صفحۂ کاغذ پر لانا ایک شریف انسان کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی - اور وہ سب اخلاق سوز

مثالیں مسلمان کے دل میں خوش نصیبی کے غلط مفہوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قرآن مجید کے اعلانات
رزق کی فراوانی بھی اور بدنصیبی بھی

اعلان اوّل

(وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کا وعدہ دیا ہے۔ وہی انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے طاقت میں زیادہ تھے۔ اور مال اور اولاد میں بھی زیادہ تھے۔ پھر وہ اپنے حصّہ سے فائدہ اُٹھا گئے۔ اور تم نے اپنے حصّہ سے فائدہ اُٹھایا۔ جیسے تم سے پہلے لوگ اپنے حصّہ سے فائدہ اُٹھا گئے۔ اور تم بھی انہیں کی سی چال چلتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے اعمال دُنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ اور وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

حالات مذکورہ کا خلاصہ

(۱) وہ لوگ بڑے طاقتور تھے۔
(۲) بڑے دولتمند تھے۔
(۳) اولاد بھی بہت تھی
(۴) ان کے اعمال کی بارگاہ الٰہی میں نہ دُنیا میں کوئی قدر ہوئی اور نہ آخرت میں ہو گی۔
(۵) اُنہوں نے دُنیا میں پیدا ہو کر نقصان ہی اُٹھایا۔
یعنی دُنیا میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو کر لعنت کی موت سے مرے۔ اور آخرت میں دائمی دوزخ میں رہنے کا ٹکٹ لے کر گئے۔

حاصل

یہ نکلا کہ دُنیا میں زور آور بھی۔ دولتمند بھی۔ صاحب اولاد بھی اور بدنصیب بھی

اعلان دوم

(وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝

سورہ الانبیاء رکوع ۱۰ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت بستیوں کو جو ظالم تھیں۔ غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

ان آیات پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا۔ تو چاہا۔ کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچائیں۔ اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا۔ کہ بھاگتے کہاں ہو۔ ٹھہرو۔ اور ادھر ہی واپس چلو۔ جہاں عیش کئے تھے۔ اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے۔ کہ حضرت وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا۔ وہ سامان کدھر گئے۔ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں۔ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا۔ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی۔ اب بھی وہیں چلئے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ تا لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورے کر سکیں۔ اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں (یہ سب باتیں تحکما کہی گئی ہیں۔)"

حاصل

یہ نکلا کہ باوجود دولتمند ہونے۔ سازوسامان عشرت کی فراوانی کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر دُنیا سے لعنت کی موت سے مرے۔ اور آخرت کے لئے دوزخ میں سدا رہنے کا ٹکٹ لے کر گئے۔ اس سے واضح ہو گیا۔ کہ دُنیا کے مال و متاع اور ساز و سامان کی فراوانی خوش نصیبی کی علامت نہیں ہے ورنہ یہ لوگ باوجود ان تمام سازوسامان کے لعنت کی موت سے کیوں مرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اعلان سوم

(فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝)

سورہ التوبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دُنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے۔ اور کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکلیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ منافقوں کو جو مال اور اولاد دی گئی ہے۔ یہ چیزیں ان کے آرام پانے کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کو سزا دینے کے لئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ بعض اوقات بعض نافرمانوں کو مال اور اولاد ان کی بدنصیبی کی بنا پر عطا فرماتا ہے۔ تاکہ وہ عمر بھر مال اور اولاد کا دُکھ اُٹھاتے رہیں اور انہیں مرتے دم تک چین نصیب نہ ہو۔

لہٰذا

یہ نظریہ غلط ثابت ہوا کہ مال کی بہتات اولاد کی کثرت ساز و سامان کی فراوانی خوش نصیبی

کی علامت ہے۔ اس خطبہ کے ابتدا میں عنوان بھی یہی تجویز کیا گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو اس غلط نظریہ سے دست بردار ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

خوش نصیب کون ہے

جب دُنیا داروں کے خوش نصیبی کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا گیا تو ایک عقلمند انسان کے دل میں لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ پھر دُنیا میں خوش نصیب کون لوگ ہیں۔ کلام الٰہی میں اس سوال کا جواب موجود ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ سورہ البینہ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔

بہترین مخلوقات ہونے کے دو سبب

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان شدہ انسانوں کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کے باعث ان حضرات کو اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوقات میں سے بہترین مخلوقات کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ ان دو صفتوں میں سے پہلی ایمان اور دوسری عملِ صالح ہے۔

ایمان دل میں ہوتا ہے

(قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ)

سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ بدویوں نے کہا۔ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دو۔ تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو۔ کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ایمان کا ٹھکانا دل میں ہے

دل میں کس چیز پر ایمان لانا

(اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اُترا ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے کو الگ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے سُنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جو حکم ملے۔ اس کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں گویا کہ ان کے دل کا معاملہ تو اللہ تعالےٰ سے صاف ہو گیا۔

عمل صالح

خیر البریہ کا تمغہ پانے والے حضرات کی دوسری صفت عمل صالح ہے یعنی وہ نیکیاں کرتے ہیں۔ ہر وہ کام نیکی میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس میں فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کی رضا مطلوب نہ ہو۔ نیکی کی اس تعریف میں انسان کا ہر کام آسکتا ہے۔ مثلاً کھانا اس لئے کھایا جائے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد کے لئے وجود میں طاقت پیدا ہو۔ تو یہ کھانا نیکی ہے۔ اس نیت سے سویا جائے۔ کہ نماز میں نیند نہ آئے۔ یہ سونا بھی نیکی ہے۔ بیت الخلاء اس نیت سے جائے، تاکہ طبیعت صاف ہو جائے۔ اور نماز اطمینانِ قلب سے ادا ہو۔ تو بیت الخلاء جانا بھی نیکی ہے۔

غرضیکہ

جن حضرات کو خیر البریہ (بہترین مخلوقات) کا تمغہ دیا گیا ہے۔ ان کے ہر عمل حیات میں محض رضاء مولیٰ مطلوب ہوتی ہے۔ پھر کیوں نہ

خیر البریہ کہلائینگے

جب ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کے رسول کے اتباع کا جذبہ موجزن ہے۔ اور جو کام وہ کرتے ہیں۔ اس میں فقط رضاء مولیٰ مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہوتی ہے۔ تو پھر کیوں نہ بہترین مخلوقات شمار کئے جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے

یہی حضرات خوش نصیب

ہوں گے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین یا الٰہ العالمین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۳-ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۲-جولائی ۱۹۵۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

آپ کا نسب نامہ

عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی الاموی ابوعمر عرف ابوعبداللہ و ابولیلیٰ۔

آپ کی ولادت

آپ چھ سال بعد از واقعہ فیل پیدا ہوئے۔ اور ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسلام کی طرف بلایا تھا۔

آپ کی ہجرت اور حضورِ انور کی دو صاحبزادیوں سے نکاح

آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک مرتبہ حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل از نبوت ان کا نکاح ہوا تھا۔ جنہوں نے اتمام غزوۂ بدر میں آپ کے پاس انتقال کیا۔ اور بوجہ تیمار داری حضرت رقیہؓ کے باجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حصہ عطا کیا۔ اور اجر دیا۔ اسی وجہ سے آپ اہل بدر میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس وقت فتح بدر کی خبر لے کر لوگ آئے۔ اس وقت حضرت رقیہؓ کو مدینہ میں دفن کیا گیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ وسلام نے حضرت ام کلثوم۔ رقیہ کی ہمشیرہ سے آپ کا نکاح کیا۔ جنہوں نے ۹ سنہ ہجری میں انتقال کیا۔

آپ کی خصوصیت

علماء کرام کا بیان ہے کہ سوائے حضرت عثمانؓ کے کوئی شخص ایسا نہیں ہوا۔ جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں اسی لئے آپ کا نام ذی النورین رکھا گیا ہے۔

آپ کے مناقب

آپ سابقین اولین اور پہلے مہاجرین سے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور ان چھ آدمیوں میں سے ہیں۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریف کے وقت تک خوش تھے۔ آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے قرآن شریف کو جمع کیا۔ بلکہ ابن عبادہ کا تو یہ قول ہے کہ سوائے حضرت عثمانؓ اور مامون کے اور کسی نے قرآن شریف جمع نہیں کیا۔

حضورِ انورؐ کی حیات طیبہ میں خلافت کا عطا ہونا

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع اور غطفان کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت عثمانؓ ہی کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ تجویز کر کے چھوڑ گئے تھے۔

آپ کتنی احادیث کے راوی اور آپ سے روایت کرنے والے

آپ نے ایک سو چھیالیس حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ اور آپ سے روایت کرنے والے مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔

زید بن خالد جہنی۔ ابن زبیر۔ سائب بن یزید۔ انس بن مالک۔ زید بن ثابت۔ سلمہ بن اکوع۔ ابو امامہ باہلی۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ عبداللہ بن مغفل ابو قتادہ۔ ابوہریرہ اور دیگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ پر حدیث شریف کی ہیبت

عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ بڑی خوبصورتی کے ساتھ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ پر حدیث کی سخت ہیبت پڑا کرتی تھی۔

ملأ اعلیٰ میں آپ کا لقب ذوالنورین

خیثمہ نے فضائل صحابہ میں عساکر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت عثمانؓ کا حال پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ان کا کیا پوچھنا ہے۔ وہ ملأ اعلیٰ میں ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہیں۔ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رہی ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی والدہ رسول اللہؐ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تھا۔ اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب عبد شمس اور ان کی والدہ (حضرت عثمانؓ کی نانی) حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ لہٰذا اس رشتہ سے حضرت عثمانؓ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔

ابتدائی اسلام لانے والوں میں آپ کا نمبر چوتھا ہے

ابن اسحٰق کی روایت ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بعد آپ ایمان لائے تھے۔

آپ کا حلیہ

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ آپ میانہ قد اور خوبصورت تھے۔ سرخی مائل زرد رنگ کا چہرہ کا تھا۔ جس پر چیچک کے نشانات تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ ہڈی چوڑی

تھی - رنگ میں سرخی بہت چمکتی تھی - دونوں شانوں میں بہت فاصلہ تھا- پنڈلیاں بھری بھری تھیں - ہاتھ لمبے لمبے تھے - اور ان پر بال تھے - سر پر گھونگر والے بال تھے - دانت بہت خوبصورت تھے - کن پٹی کے بال بہت نیچے آئے ہوئے تھے -

آپ کی خوبصورتی کی تعریف

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن حزم مازنی کہتے ہیں کہ میں نے کسی مرد یا عورت کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا - ایسا ہی موسےٰ بن طلحہ کا قول ہے کہ آپ سب سے زیادہ خوبصورت تھے -

آپ کی استقامت

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کو آپ کے پھوپھا حکم بن العاص پکڑ کر لے گئے- اور ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا - اور کہا کہ چونکہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے - اس لئے خدا کی قسم میں تجھے بالکل نہیں چھوڑوں گا - تاوقتیکہ تم نئے دین سے نہ پھر جاؤ - حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی یہ دین نہیں چھوڑونگا حکم نے آپ کا یہ استقلال دیکھ کر آپ کو چھوڑ دیا -

حبشہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت

ابولیلی بذریعہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے - آپ کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا عثمانؓ کے ساتھ ہو -

رحمۃ للعالمین کی زبان سے آپ کی تعریف

ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا تو آپ نے صاحبزادی سے فرمایا کہ تمہارے شوہر تمہارے دادا ابراہیمؑ اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت مماثل ہیں

آپ کے فضائل

امام ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خبابؓ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا - اس وقت آپ لشکر عسرت کی تیاری میں مصروف تھے - حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ مع پالان گلیم وغیرہ فی سبیل اللہ کے دیتا ہوں - چنانچہ لشکر میں اونٹ پیش کر دیئے - اور تھوڑی دیر میں اور دو سو اونٹ مع سامان پالان وغیرہ پیش کئے - پھر کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آٹھ سو اونٹ مع پالان وغیرہ فی سبیل اللہ اور دیتا ہوں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ اگر اب عثمانؓ کوئی نفلی کام نہ بھی کرے تو اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے -

ترمذی نے انسؓ سے اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ جب لشکر عسرہ کی تیاری ہو رہی تھی تو حضرت عثمانؓ نے ہزار دینار لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دیئے - حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دیناروں کو الٹاتے اور فرماتے تھے - کہ اگر اب کوئی نفلی کام عثمانؓ نہ کرے - تو کوئی مضائقہ نہیں ہے -

ترمذی نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور ایلچی کے مکہ معظمہ میں گئے ہوئے تھے - لوگوں نے جب بیعت کی - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ خدا اور خدا کے رسولؐ کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور اپنا ہاتھ بمنزلہ ہاتھ عثمانؓ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر گویا ان سے بیعت لی - ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ کا دست مبارک حضرت عثمانؓ کے دست مبارک سے کہیں بہتر تھا - اور اس سے آپ کی کتنی بڑی فضیلت نکلتی ہے -

ترمذی اور حاکم نے روایت کی - کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) عطا کرے گا - جب منافق اسے اتار دینے کو کہیں - تو نہ اتارنا - یہاں تک کہ تو مجھ سے آملے -

بروایت ترمذی از حضرت عثمانؓ اسی بناء پر آپ نے جس روز کہ آپ محصور ہوتے ہیں - فرمایا تھا - کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لے لیا ہے - اور میں اسی پر صابر ہوں -

حاکم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ (حضرت عثمانؓ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دفعہ جنت مول لے لی ہے - ایک جب چاہ رومہ کھودا گیا - دوئم جب لشکر عسرہ کی تیاری ہوئی -

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مسند احمد میں ابی وائل سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے پوچھا گیا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ سے کن وجوہات پر بیعت کی اور حضرت علیؓ کو کن دلائل سے ترک کیا - انہوں نے کہا کہ میں نے اولاً حضرت علی سے پوچھا - کہ میں آپ سے حکم اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خطاب کے مطابق بیعت کروں آپ نے جواب دیا کہ جیسے تمہاری مرضی - پھر میں نے یہی بات حضرت عثمانؓ سے پوچھی انہوں نے جواب دیا - ہاں - ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے علیحدہ بھی لے جا کر پوچھا - کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں - تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں - آپ نے کہا کہ علیؓ سے - پھر میں نے حضرت علیؓ سے یہی سوال کیا - انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا - پھر میں نے زبیرؓ سے پوچھا - تو انہوں نے کہا - کہ علیؓ یا عثمانؓ سے - پھر سعد کو بلا کر ان سے بھی یہی سوال کیا - اور کہا - کہ تم جانتے ہو - کہ میرا یا تمہارا تو کوئی ارادہ خلافت کا نہیں ہے - انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا - پھر اور اعیان امت سے پوچھا تو ان کی کثرت رائے حضرت عثمانؓ ہی کی طرف تھی -

حضرت عثمانؓ سے بیعت کا سن

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کے دفن سے تیسرے روز آپ سے بیعت کی گئی -

آپ کے زمانہ کی فتوحات

۲۴ھ میں رے اور ملک روم کے بہت سے قلعے فتح ہوئے۔ حضرت عثمان رض نے مغیرہ کو حکومت کوفہ سے معزول کرکے سعد بن وقاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس سال لوگوں کی نکسیریں بہت جاری ہوئیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رض بھی اس میں مبتلا ہوگئے اور حج کو نہ جاسکے۔ بلکہ مایوس ہوکر آپ نے وصیت بھی کر دی۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام اہل عرب نے نکسیر کا سال رکھ دیا۔

۲۶ھ میں سابور فتح ہوا اور حضرت عثمان رض نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو وسیع کیا۔

۲۷ھ میں معاویہ رض نے جہاز پر فوج لے جاکر قبرص پر حملہ کیا۔ اس لشکر میں عبادہ بن الصامت مع اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاری کے شامل تھے۔ آپ کی بیوی گھوڑے سے گر کر انتقال کرگئیں اور وہیں قبرص میں دفن ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ان کو خبر دے چکے تھے کہ تم فلاں جگہ مروگی۔ اور اس لشکر کے لئے دعا فرما چکے تھے۔ اسی سال ارجان اور دارابجرد فتح ہوا۔ اور حضرت عثمان رض نے حضرت عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کرکے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بھیجا۔ انہوں نے وہاں جاکر افریقہ پر حملہ کیا۔ اور کل کوہ دشت وغیرہ کو فتح کرکے تمام ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس میں مسلمانوں کو مال غنیمت بہت ہاتھ آیا۔ حتی کہ فی سپاہی بقول ہزار و بقول تین ہزار دینار حصہ میں آئے۔ پھر اسی سال اندلس کو فتح کیا۔

۲۹ھ میں اصطخر اور قساء وغیرہ ممالک ملحقہ فتح ہوئے۔ اور اسی سال میں حضرت عثمان رض نے مسجد مدینہ منورہ کو وسیع کیا۔ اس میں منقوش پتھر لگائے۔ اور پتھر ہی کے ستون بنائے۔ چھت میں ساگوان کی لکڑی لگائی۔ اور مسجد کو طولاً ایک سو ساٹھ گز اور عرضاً ڈیڑھ سو گز کر دیا۔

۳۰ھ میں جور اور خراسان کا اکثر حصہ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو۔ اور بیہق فتح ہوئے۔ ان فتوحات سے مال کی آمد کی ہر جانب سے ایسی کثرت ہوئی۔ کہ خزانے بنانے پڑے۔ اور حضرت عثمان رض نے دل کھول کر روپیہ لوگوں کو بانٹا۔ یہاں تک کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جن میں چار چار ہزار اوقیہ تھے۔

۳۱ھ سے ۳۴ھ تک کے واقعات مفصل معلوم نہیں ہوسکے۔

۳۵ھ میں حضرت عثمان رض شہید کئے گئے۔

حضرت عثمان رض سے لوگوں کی ناراضگی کا سبب

زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رض نے بارہ سال خلافت کی۔ چھ سال تک کسی کو کوئی شکایت آپ سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کو قریش حضرت عمر رض کی نسبت بھی زیادہ اچھا سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضرت عمر رض کی مزاج میں شدت زیادہ تھی۔ لیکن پھر آپ نے بہت نرمی کرنی اور اپنے اعزہ و اقربا کو عامل بنانا شروع کیا۔ اور مروان کو ملک افریقہ کا خمس معاف کر دیا اور اپنے اقربا کو بہت سا مال دے ڈالا۔ اور اس کی تاویل میں فرمایا کہ گو حضرت ابوبکر رض و عمر رض نے نہیں کیا۔ مگر میں حکم خدا کے موافق صلہ رحم کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں آپ کے خلاف شورش پیدا ہوگئی (ابن سعد)

حضرت عثمان رض کی شہادت کا حسرتناک واقعہ

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ زہری کہتے ہیں۔ کہ میں نے سعید بن مسیب سے حضرت عثمان رض کی شہادت کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت بعض صحابہ کو کو ناگوار ہوئی۔ کیونکہ یہ سب کو معلوم تھا کہ آپ اپنے اعزہ و اقربا کی بہت رعایت کرتے ہیں۔ آپ بارہ برس خلیفہ رہے۔ اس وقت اس قسم کے کئی ایک بنی امیہ سے عامل تھے۔ جو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نہ تھے۔ اور جن کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا نہ جانتے تھے۔ مگر آپ چھ برس برابر ان صحابہ کی تالیف قلوب کرتے رہے۔ جو آپ کے خلاف تھے۔ اور ان کو معزول نہ کیا۔ لیکن پچھلے چھ برسوں میں اپنے چچا کی اولاد پر مہربان ہوئے۔ اور ان کو مع ان کے ہم خیال و شرکاء کے عامل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ عبداللہ ابو سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اس کو وہاں دو ہی برس ہوئے تھے کہ اہل مصر ان کی شکایت ظلم کرنے کے لئے دارالخلافہ میں آئے۔ اس سے پہلے عبداللہ بن مسعود۔ ابوذر۔ اور عمار بن یاسر کے معاملات میں بنو ہذیل بنو زہرہ کے دلوں میں اور ابن مسعود کے معاملہ کی نسبت بنو غفار اور اس کے اخلاف کو حضرت عثمان رض سے شکایت پیدا ہوچکی تھی۔ اہل مصر کی شکایت نے اور بھی بارود کا کام دیا۔ جس نے ابی ذر کے دل میں بہت رنجش ڈال دی اور بنو مخزوم کے متعلق عمار بن یاسر آپ سے بہت خشمناک ہوئے۔ اہل مصر ابن ابی سرح کے ظلم سے روتے ہوئے پھر آپ کے پاس آئے۔

پس حضرت عثمان رض نے عبداللہ بن ابو سرح کو تہدیدی نامہ لکھا۔ مگر اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور ممنوعہ امورات کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور جو لوگ دارالخلافہ میں شکایتیں کرنے آئے تھے ان کو مارا پیٹا۔ اور بعض کو قتل کرا دیا۔ یہ حالت دیکھ کر مصر کے سات سو آدمی دارالخلافہ میں آئے۔ اور صحابہ سے عبداللہ بن ابو سرح کی شکایتیں کیں۔ اور خاص کر یہ کہ اس نے اوقات نماز میں تبدیلیاں کر دی ہیں۔ طلحہ بن عبداللہ نے حضرت عثمان رض سے اس معاملہ میں سختی سے گفتگو کی۔ اور حضرت عائشہ نے آپ سے کہلا بھیجا کہ صحابہ آپ سے چاہتے ہیں کہ آپ اپنے عامل کو موقوف کر دیں۔ مگر باوجود اس کے کہ اس پر قتل کے الزام لگائے گئے ہیں آپ اس کو معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اس کو سزا دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ سے کہا۔ کہ یہ لوگ عامل پر خون کا دعویٰ کرتے ہیں اور معاوضہ قتل چاہتے ہیں اور صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ

عبداللہ بن ابو سرح کی جگہ دوسرا آدمی مقرر کر دیں - بہتر یہ ہے کہ آپ اس کو معزول کر دیں - اور اگر بعد تحقیقات ان کا دعویٰ صحیح معلوم ہوتا ہو تو انصاف کریں - حضرت عثمانؓ نے فرمایا - کہ بہتر ہوگا کہ یہی لوگ خود اپنے لئے کوئی عامل منتخب کرلیں - مَیں اسی کو بھیج دونگا - اور عبداللہ بن ابو سرح کو معزول کر دوں گا - چنانچہ لوگوں نے محمد بن ابوبکرؓ کو منتخب کیا حضرت عثمانؓ نے ان کی تقرری اور عبداللہ کی معزولی کا فرمان لکھ دیا - اور محمد بن ابوبکرؓ مصر کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ عبداللہ بن ابو سرح اور ان کے درمیان جو کچھ واقعات گزریں - ان کو بچشم خود دیکھ آئیں -

یہ قافلہ تیسری منزل پر ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک حبشی غلام ملا - جو نہایت تیزی کے ساتھ اپنی سانڈنی کو اُڑائے لئے جاتا تھا اور اس کی چال ڈھال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یا تو وہ کسی کا قاصد ہے یا فراری - صحابہ نے اس کو پکڑ لیا - اور اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے - کیونکہ تو یا فراری ہے یا کسی کا قاصد - اس نے کہا کہ مَیں غلام امیرالمومنینؓ کا ہوں - اور آپ نے مجھے عامل مصر کے پاس خط دے کر بھیجا ہے لوگوں نے کہا - عامل مصر تو یہ ہیں - اس نے جواب دیا کہ میرا مدعا ان سے نہیں ہے - پھر محمد بن ابوبکر کو اس حال سے اطلاع دی گئی - اُنہوں نے ایک شخص کو اس کے لانے کے لئے بھیجا - چنانچہ اس کو پکڑ کر پیش کیا گیا - آخر محمد بن ابوبکر نے خود اس سے دریافت کیا - کہ تو کون ہے - وہ غلام کچھ ایسا گھبرا گیا - کہ کبھی تو کہتا تھا کہ مَیں امیرالمومنین کا غلام ہوں - کبھی مروان کا - مگر ایک شخص نے پہچان کر کہا - کہ یہ امیرالمومنین ہی کا غلام ہے - محمد بن ابوبکر نے پوچھا کہ تجھے کس کے پاس اور کیوں بھیجا ہے - اس نے کہا - کہ عامل مصر کے پاس خط دے کر بھیجا ہے - انہوں نے کہا کہ اچھا وہ خط دکھا - اس نے کہا کہ میرے پاس خط نہیں ہے - اس کی تلاشی لی - تو خط نہ ملا - لیکن اس کے خشک مشکیزہ میں کچھ ہلتا ہُوا معلوم ہُوا - اُنہوں نے اس کو ہلا کر نکالنا چاہا - مگر نہ نکلنے پر اس کو چیرا - تو اس میں سے حضرت عثمانؓ کا خط بنام ابو سرح نکلا - محمد بن ابوبکرؓ نے اپنے تمام ہمراہیوں مہاجرین وغیرہ کو جمع کیا اور ان سب کے روبرو خط کو کھولا - جس میں عبداللہ بن ابو سرح کو لکھا تھا کہ جب محمد بن ابوبکر اور فلاں فلاں اشخاص وہاں پہنچیں تو ان کو کسی حیلہ سے قتل کر ڈال اور ان کے فرمان تقرر کو باطل سمجھ - اور تا ہدایت ثانی اپنی حکومت پر قائم رہ اور جو تیرے ظلم کی شکایتیں لے کر یہاں آئے تھے - ان کو قید کر دے - مَیں تیرے لئے انشاء اللہ تعالےٰ تجاویز سوچ کر تحریر کروں گا - یہ خط پڑھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے - اور وہیں سے فوراً مدینہ شریف لوٹ جانے کا قصد کر لیا - اور محمد بن ابوبکر نے اس خط پر حاضرین کی مہریں کر کے پھر بند کر دیا - اور اس خط کو اپنے ہمراہیوں میں سے ایک کے حوالہ کیا - اور مدینہ کو واپس ہوئے - ان لوگوں نے مدینہ شریف پہنچ کر طلحہؓ - زبیرؓ - علیؓ - سعدؓ اور دیگر موجودہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا - اور مہر توڑ کر خط ان کو ملاحظہ کرایا - اور غلام کا تمام قصہ بیان کیا - اور خط پڑھ سُنایا گیا - سب لوگوں کو سخت غُصّہ حضرت عثمانؓ پر آیا - اور ابن مسعودؓ اور ابوذرؓ اور عمار کے معاملات یاد کر کے یہ آگ اور بھڑک اُٹھی - اور لوگوں نے ہمراہی محمد بن ابوبکرؓ بنی تیم وغیرہ نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا - حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یہ دیکھ کر مع طلحہؓ و زبیرؓ و سعدؓ - عمارؓ و دیگر بدری صحابہ اور غلام خط اور اونٹنی کے وہاں پہنچ گئے - پھر حضرت علیؓ نے آپ سے پوچھا کہ یہ غلام اور اونٹنی کس کی ہے - حضرت عثمانؓ نے فرمایا - کہ میری - پھر خط دکھلا کر پوچھا گیا - کہ یہ آپ نے لکھا تھا - حضرت عثمانؓ نے بحلف کہا - کہ نہ مَیں نے یہ خط لکھا - نہ لکھوایا - نہ مجھے کچھ اس کا علم ہے - حضرت علیؓ نے پوچھا کہ اس پر مہر کس کی ہے - آپ نے فرمایا - کہ مہر بیشک میری ہے - حضرت علیؓ نے پوچھا کہ غلام بھی آپ کا اُونٹنی بھی آپ کی - خط پر مہر بھی آپ کی - اور آپ کو اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو - یہ کیونکر ہو سکتا ہے - ہماری سمجھ میں نہیں آتا - حضرت عثمان نے پھر قسم کھائی - کہ نہ مَیں نے یہ خط لکھا - نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا - نہ مَیں نے غلام کو دے کر جانبِ مصر بھیجا ہے - بعد میں مروان کی تحریر پہچانی گئی - اور حضرت عثمانؓ پر اس معاملہ میں شک ہُوا - اور آپ سے کہا گیا کہ مروان کو ہمارے سپرد کر دیں - مگر آپ نے اس کے سپرد کر دینے سے انکار کر دیا - حالانکہ مروان آپ کے مکان میں موجود تھا -

آخر تمام صحابہ سخت ناخوش ہو کر وہاں سے شکایت کرتے ہوئے چلے آئے - آپ کو اس بات کا یقین کامل تھا کہ حضرت عثمان کبھی جھوٹی قسم نہ کھائینگے - مگر بعض نے کہا کہ ہمارے دلوں کا غُصّہ دُور نہیں ہو سکتا ہے - اور حضرت عثمانؓ شک سے بری نہیں ہو سکتے - تاوقتیکہ مروان کو ہمارے سپرد نہ کریں - تاکہ ہم اس معاملہ کی نسبت دریافت کریں - اور معلوم کر لیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا حکم ناحق کیوں دیا گیا - اگر اس میں حضرت عثمانؓ کا قصور معلوم ہو - تو ہم ان کو معزول کر دیں گے - اگر مروان ہی کی شرارت معلوم ہو اور اس نے خود حضرت عثمان کی جانب سے لکھ دیا ہے - تو اس کو الزام دے کر سزا دیں - مگر حضرت عثمان نے بخوفِ قتل مروان اس کو سپرد کرنے سے قطعی انکار کر دیا - اس پر لوگوں نے پوری طرح محاصرہ کر لیا - اور پانی کا اندر جانا بند کر دیا - حضرت عثمانؓ نے دیوار پر سے جھانک کر پوچھا - کہ یہاں علیؓ بھی ہیں - لوگوں نے کہا کہ نہیں - پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے درمیان سعدؓ ہیں - انہوں نے کہا نہیں، پس آپ خاموش ہو رہے - اور کچھ تامل کے بعد آپ نے فرمایا - کہ کوئی اتنا کام کرے - کہ حضرت علیؓ کو اس حال سے خبر دیدے اور ہم پیاسوں کو پانی پلا دے - چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خبر دی گئی - آپ نے فوراً تین مشکیزے پانی کے آپ کے یہاں بھیجدیئے - (یہ پانی بھی حضرت عثمانؓ کو اس وقت تک نہ ملا - کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند غلاموں کو خم اس کے پہنچانے کے باعث نہ پہنچ گئے) اس سعی سے آخر پانی پہنچایا گیا - پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اطلاع ملی کہ اگر سپرد نہ کیا گیا - تو حضرت عثمانؓ ضرور

قتل ہو جائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو آپ سے مروان کے دینے کے لئے کہا تھا نہ کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا منشا تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حکم دیا۔ کہ تم تلواریں لئے ہوئے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اور کسی کو اندر نہ گھسنے دو۔ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ و دیگر حضرات نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو اسی ہدایت کے ساتھ۔ وہاں بھیج دیا۔ ان سب نے کسی کو اندر نہ گھسنے دیا۔

محمد بن ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کر مع دیگر ہمراہیوں کے حضرت عثمانؓ کی طرف تیر چلانے شروع کئے۔ یہاں تک کہ حضرت حسنؓ آپ کے دروازہ پر زخمی ہوئے۔ اور آپ کا روئے مبارک خون سے رنگین ہوگیا اور مروان کو مکان کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہوا۔ نیز حضرت علیؓ کے غلام کا سر پھٹ گیا۔ محمد بن ابوبکرؓ ڈر گیا۔ کہ کہیں حسنؓ و حسینؓ کا حال دیکھ کر بنو ہاشم نہ بگڑ بیٹھیں اور فتنہ برپا ہو جائے۔ اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو کہا کہ اگر بنو ہاشم نے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کے روئے مبارک کو خون آلود دیکھا تو غضب ہی ہو جائے گا۔ وہ تو عثمانؓ کو بھول جائیں گے اور الٹی آنتیں ہمارے گلے میں پڑیں گی۔ ہمارے ارادے بھی باطل ہو جائیں گے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ ہم دوسرے گھر میں سے ہو کر پس پشت مکان سے حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود جائیں۔ اور ان کو قتل کر آئیں۔ کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اس مشورے کے موافق محمد بن ابوبکرؓ اور ان کے دونوں ساتھی ایک انصار کے گھر سے ہو کر حضرت عثمانؓ تک پہنچ گئے۔ اس وقت آپ اور آپ کی حرم محترم تنہا مکان میں تھے۔ باقی سب لوگ کوٹھے پر تھے۔ اس لئے کسی کو معلوم نہ ہوا کہ آپ کے پاس کون آیا تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عثمان کی بیوی ان کے پاس ہیں۔ اس کو روک رکھوں۔ تو تم آنا۔ تاکہ جو کام ہم نے خفیہ طور پر شروع کیا ہے۔ اسی طرح ختم بھی ہو جائے۔ اور جب میں ان کو روک لوں تو تم فوراً جست کر کے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دینا۔ چنانچہ محمد بن ابوبکرؓ تنہا پہنچے اور حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر تیرا باپ تجھ کو اس حالت میں دیکھتا تو کیا کہتا۔ یہ سنتے ہی محمد بن ابوبکرؓ کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا اتنے میں وہ دونوں آدمی آگئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی طرف جھپٹے۔ اور آپ کو قتل کر کے اسی راستہ سے (جس سے آئے تھے) بھاگ گئے۔

حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ چیخنے لگیں لیکن چونکہ شور و غوغا بہت ہو رہا تھا۔ ان کی آواز کسی نے نہ سنی۔ آخر وہ کوٹھے پر چڑھیں اور بآواز بلند کہا۔ کہ امیرالمومنین قتل کر دیئے گئے۔ لوگ دوڑ پڑے۔ دیکھا تو واقعی حضرت عثمانؓ مذبوح پڑے ہیں۔

اس خبر کے بعد

جب یہ خبر حضرت علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور سعدؓ اور دیگر اہالیانِ مدینہ کو پہنچی۔ تو وہ بھی مدہوشانہ بھاگے ہوئے آئے۔ اور حضرت عثمانؓ کے پاس گئے تو ان کو مقتول پایا۔ پھر واپس آئے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے صاحبزادوں سے پوچھا۔ کہ جب تم دونوں دروازے پر موجود تھے تو امیرالمومنین کیسے قتل کر دیئے گئے۔ اور یہ فرما کر حضرت حسنؓ کے منہ پر تھپڑ اور حضرت حسینؓ کی چھاتی پر مکا مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی بہت سخت سست کہا۔ اور سخت غصہ میں اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

تاریخِ شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کی تاریخ ایام تشریق ۳۵ھ میں ہوئی۔ اور بقول بعض راویوں کے بروز جمعہ ۱۸- ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی (نوٹ سارے مضمون کا ماخذ تاریخ الخلفا ہے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۰- ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء

دُنیا میں بہشت کے باغ

اور

حضور انورؐ کی زبان سے مسائل متعلقہ مسجد

قرآن مجید میں سب سے بڑھ کر متبرک دو مسجدوں کا ذکر

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

نمبر اول متبرک مسجد

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○) سورہ آل عمران رکوع ۱۰ پارہ ۴

ترجمہ - بیشک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہُوا - یہی ہے جو مکّہ میں برکت والا ہے - اور جہاں کے لوگوں کے لئے راہنما ہے - اس میں ظاہر نشانیاں ہیں - مقام ابراہیمؑ کا ہے - اور جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے - اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے - جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو - اور جو انکار کرے تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پروا ہے -

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام پاکستان تحریر فرماتے ہیں - "یہود مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے اشبہ اور اقرب ہیں - یہود کو یہ بھی اعتراض تھا - کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطن اصلی عراق چھوڑ کر شام کو ہجرت کی - وہیں رہے - وہیں وفات پائی - بعدہٗ ان کی اولاد شام میں رہی - کتنے انبیاءؑ اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے - سب کا قبلہ بیت المقدس رہا کیا - پھر حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے - اور سرزمین شام سے دُور ایک طرف پڑے ہو، کس مُنہ سے دعوے کر سکتے ہو - کہ ابراہیمؑ و ملت ابراہیمؑ سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے - اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہُوئے ہیں - دُنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لئے مقرر کیا گیا، وہ یہ ہی کعبہ شریف ہے - جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہُوا ہے - حق تعالےٰ شروع سے اس گھر کو ظاہری باطنی حسّی و معنوی برکات سے معمور کیا - اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے - روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے - اسی بیت مقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہیئے - یہیں سے رسول الثقلینؐ کو اُٹھایا - مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی - عالمگیر مذہب اسلام کے پیروؤں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہُوا - اس کے طواف کرنے والوں پر عجیب و غریب، برکات و انوار کا افاضہ فرمایا - انبیاءؑ سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے - اور طرح طرح کی ظاہر و باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھ دیں - اسی لئے ہر زمانہ میں مختلف مذاہب والے اس کی غیر معمولی تعظیم اور احترام کرتے رہے - اور ہمیشہ وہاں داخل ہونے والے کو مأمون سمجھا گیا - اس کے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی پتہ دے رہی ہے - کہ یہاں ابراہیمؑ کے قدم آئے ہیں - اور اس کی تاریخ جو تمام عرب کے نزدیک بلا نکیر مسلّم چلی آ رہی ہے - بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے - کہ جس پر کھڑے ہو کر ابراہیمؑ علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا - اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیمؑ کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آتا ہے - گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل اس کی ہے کہ یہ گھر طوفان نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے پاک ہاتھوں سے تعمیر ہُوا - جن کی مدد کے لئے حضرت اسماعیلؑ شریک کار رہے - جیسا کہ پارہ الم کے آخر میں گزر چکا - اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے - جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اسے مخصوص کیا گیا - کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے - پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا دعویٰ ہو - اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیار محبوب میں حاضری دے - اور دیوانہ وار وہاں کا چکّر لگائے (اس مضمون کو حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہٗ نے قبلہ نما میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے) جو مدعی محبّت اتنی تکلیف اُٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے - اختیار ہے جہاں چاہے دھکّے کھاتا پھرے - خود محروم و مجبور رہے گا - اس محبوب حقیقی کو کسی کی کیا پروا ہے - کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اس کا کیا بگڑتا ہے -"

نمبر دوم متبرک مسجد

دُنیا کی کروڑوں مسجدوں میں سے نمبر اوّل

مکہ معظمہ کی مسجد (خانۂ کعبہ) کا تھا۔ نمبر دوم مسجد اقصا (مسجد بیت المقدس) کا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱ پارہ ۱۵۔ ترجمہ۔ وہ پاک ہے جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے۔ وہاں حق تعالےٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی افراط۔ اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاءؑ و رسل کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا۔ کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیلؑ وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے۔ آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے۔ کہ "بیت المقدس" میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضورؐ کو جو سیادت و امامت انبیاءؑ کا منصب دیا گیا تھا۔ اس کا جسمی نمونہ آپ کو اور مقربین بارگاہ کو دکھلایا گیا۔"

مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت بمقابلہ دوسری مسجدوں کے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِہٖ بِصَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ صَلٰوۃً وَصَلٰوتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُجَمَّعُ فِیْہِ بِخَمْسِمِائَۃِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ

رواہ ابن ماجۃ (ترجمہ) انسؓ بن مالک سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کی گھر میں نماز ایک نماز ہوتی ہے۔ اور قبیلے کی مسجد (یعنی محلے کی مسجد) میں پچیس نمازوں کا ثواب دلاتی ہے اور اس مسجد میں نماز جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ پانچ سو نمازوں کا ثواب دلاتی ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں نماز پچاس ہزار نماز کا ثواب دلاتی ہے اور نمازی کی میری مسجد میں نماز پچاس ہزار نماز کا ثواب دلاتی ہے۔ اور نمازی کی مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں نماز ایک لاکھ نماز کا ثواب دلاتی ہے۔

مسجد کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور دربار الٰہی میں مسجد کا مرتبہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شہروں میں سے سب سے محبوب جگہیں اللہ کے ہاں وہاں کی مسجدیں ہیں اور شہروں میں سب سے مبغوض جگہیں اللہ کے ہاں وہاں کے بازار ہیں۔

نتیجہ

یہ نکلتا ہے۔ کہ کسب معاش وغیرہ ضرورتوں کے لئے آدمی ابغض البلاد یعنی بازار میں جائے۔ اور اس ضرورت کے پورا ہونے کے بعد دوسرے حوائج سے فارغ ہونے کے بعد احب البلاد یعنی مسجدوں میں گزارے۔ اگر نماز کا وقت نہیں ہے تو فقط وضو کر کے خاموش ہو کر بیٹھ جانے پر بھی ثواب ملتا رہے گا۔ فرشتے اس کے حق میں یہ دعا کرتے رہیں گے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ۔ ترجمہ۔ اے اللہ اس شخص کو بخش دے۔ اے اللہ۔ اس کی توبہ قبول فرما۔

مسجد کے بنانے کا ثواب

عَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ متفق علیہ۔ ترجمہ۔ عثمانؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد بنائی۔ اللہ اس کے لئے بہشت میں گھر بنائے گا۔

اللہ تعالےٰ کے لئے مسجد بنانے

کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے بنانے میں فقط اللہ تعالےٰ کی رضا پیش نظر ہو۔ لوگوں سے تعریف کرانی یا واہ واہ کرانا یا یہ کہ میرے مرنے کے بعد بھی لوگوں میں یہ مشہور رہے گا۔ کہ فلاں شخص مسجد بنوا گیا تھا۔ اس قسم کے خیالات سے نیت پاک ہو۔

مسجد میں آنے والوں میں سب سے زیادہ ثواب پانے والے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ مَمْشًی وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ متفق علیہ ترجمہ۔ ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں میں سے نماز میں سب سے زیادہ اجر پانے والا سب سے زیادہ دور سب سے زیادہ دور سے چل کر آنے والا ہے۔ اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے امام کے ساتھ پڑھے وہ اس سے زیادہ اجر پانے والا ہے۔ جو نماز پڑھے اور سو جائے۔

نماز کے ثواب کے مختلف درجے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَفِیْ سُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ

ضَعْفًا وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَتُهٗ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِيْ دُعَاءِ الْمَلٰٓئِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَالَمْ يُؤْذِ فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کی جماعت میں نماز اُس کے گھر میں اور اس کے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گناہ ثواب میں بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ جب اس نے وضو کیا۔ پھر عمدہ وضو کیا۔ پھر مسجد کی طرف نکلا۔ وہ نماز کے سوا کسی کام کے لئے نہیں نکلا۔ کوئی قدم نہیں اُٹھائے گا۔ مگر اس قدم کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جائیگا۔ اور اسی قدم کے سبب سے اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جائے گا پھر نماز پڑھی۔ فرشتے اس کے حق میں دُعا پڑھتے رہیں گے۔ جب تک وُہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے گا۔ (دُعا یہ ہوگی) اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما۔ اے اللہ اس پر رحم کر اور ایک تمہارا اس وقت تک نماز ہی میں رہے گا۔ جب تک نماز کا انتظار کرے گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب آدمی مسجد میں داخل ہو۔ نماز ہی اُسے روکے ہوئے ہو۔ (یعنی نماز جماعت پڑھے تب جائے) اور فرشتوں کی دُعا میں یہ لفظ زیادہ آتے ہیں۔ اے اللہ اسے بخش دے۔ اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما۔ جب تک وہاں وضو نہ توڑے۔

مسجد میں داخل ہونے یا باہر نکلنے کے وقت کی دُعا

عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ ابی اُسید سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ یہ کہے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو کہے۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

گم شدہ چیز کے مسجد میں اعلان کرنے کی ممانعت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ ابیؓ ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی آدمی سے سُنے۔ کہ وہ اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کر رہا ہے پھر اسے یہ کہنا چاہیئے۔ کہ اللہ اسے تمہیں لوٹا کر نہ دے۔ کیونکہ مسجدیں اس کام کے لئے تو بنائی نہیں گئیں۔

حاصل

یہ ہے کہ مسجدیں عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ نہ کہ گم شدہ چیزوں کے تلاش کرنے کے لئے مسجدوں میں شور مچانے کے لئے اس قسم کے اعلانات تم مسجدوں سے باہر بھی کر سکتے ہو۔

کچّے پیاز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیئے

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ متفق علیہ

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز) سے کھائے۔ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ کیونکہ فرشتوں کو اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے کہ انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

یعنی

جس طرح انسانوں کو کچّے پیاز کی بُو سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح فرشتوں کو بھی اس کی بُو سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کچّا پیاز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیئے۔

دربار رسالت سے پیغمبروں کی قبروں پر سجدہ کرنے والوں پر لعنت

عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ متفق علیہ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس مرض میں جس سے آپ نہیں اُٹھے (یعنی شفایاب نہیں ہوئے) اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (یعنی نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرنے لگ گئے۔)

مسجدوں کو صاف اور سُتھرا رکھنے کا حکم

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ يُّنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور (انہیں) صاف اور سُتھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔

اندھیری رات میں مسجدوں کی طرف آنے والوں کو خوشخبری

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رواہ الترمذی وابوداؤد ورواہ ابن ماجۃ

ترجمہ۔ بریدہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اندھیروں میں چل کر مسجدوں کی طرف آنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری سُنا دو۔

اس سے معلوم ہُوا

کہ اندھیری راتوں میں چل کر مسجد میں آنے کا زیادہ ثواب ہے۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اندھیری رات میں چل کر آنے سے تکلیف زیادہ ہوگی۔ شریعت میں قاعدہ یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کی راہ میں جس قدر تکلیف زیادہ اُٹھائے اُسی قدر ثواب زیادہ ملتا ہے۔

واللہ اعلم

مسجد کی آبادی کا خیال رکھنے والے کا ثواب

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی -

ترجمہ - ابو سعید الخدری سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو - کہ وہ مسجد کے نظم و نسق کا خیال رکھتا ہے - تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو - کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے - کہ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں -

مسجدیں بہشتوں کے باغ ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِیْلَ وَمَا الرَّتْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ رواہ الترمذی

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جب تم بہشت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو - آپ سے عرض کی گئی - یا رسول اللہ بہشت کے باغ کون سے ہیں - آپ نے فرمایا مسجدیں - آپ سے عرض کی گئی - یا رسول اللہ ان میں کھانے پینے کا کیا مطلب - آپ نے فرمایا - سبحان اللہ - والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر -

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ مسجدوں میں جاکر اللہ تعالےٰ کا ذکر کریں گے - اس کے صلے میں اللہ تعالےٰ انہیں بہشت میں داخل فرمائیں گے - لہٰذا مسجدوں میں حاضر ہوکر نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور اذکار الٰہیہ کے کرنے سے بہشت کے داخلہ کا حق حاصل ہوتا ہے - اللّٰھم اجعلنا منھم

مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَّبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَکَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَنْشُدُ فِیْہِ ضَالَّۃً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ -

رواہ الترمذی والدارمی -

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے - تو کہدو - اللہ تیری سوداگری میں نفع نہ دے - اور جب تم دیکھو کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز کے طلب کرنے کے متعلق اعلان کر رہا ہے - تو کہدو - اللہ تمہیں واپس نہ دلائے -

بد دعا کا سبب

یہ ہے کہ مسجد اللہ تعالےٰ کی یاد کے لئے بنائی گئی ہے - نہ کہ خرید و فروخت کی منڈی بنائی گئی ہے - اور نہ ہی گم شدہ چیزوں کی تلاش کا اڈا بنائی گئی ہے -

پیاز اور لہسن کھاکر مسجد میں آنیکی ممانعت

عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ قُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ھَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ یَعْنِی الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَکَلَھُمَا فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ کُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰکِلِیْھِمَا فَاَمِیْتُوْھُمَا طَبْخًا رواہ ابو داؤد

ترجمہ - معاویۃ بن قرۃ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے - بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں یعنی پیاز اور لہسن سے منع فرمایا ہے - اور فرمایا ہے - جو شخص ان دو درختوں کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے - اور فرمایا - اگر تم نے ان درختوں کو ضرور ہی کھانا ہو - تو پکاکر ان کی بو ختم کر لو -

قبرستان اور حمام کے سوا ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃَ وَالْحَمَّامَ رواہ ابو داؤد والترمذی والدارمی -

ترجمہ - ابی سعیدؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - سوائے قبرستان اور حمام کے ساری زمین مسجد ہے -

(یعنی ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے -)

سات جگہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْ سَبْعَۃِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَۃِ وَالْمَجْزَرَۃِ وَالْمَقْبَرَۃِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَفِی الْحَمَّامِ وَفِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَھْرِ بَیْتِ اللّٰہِ -

رواہ الترمذی و ابن ماجۃ -

ترجمہ - ابن عمرؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے - گوبر وغیرہ کوڑا پھینکنے کی جگہ اور جانوروں کے ذبح کئے جانے کی جگہ اور قبرستان اور سڑک کے درمیان میں اور حمام میں اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اور بیت اللہ کی چھت پر -

مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنے والوں سے ناراضگی

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ رواہ البیھقی فی شعب الایمان

ترجمہ - حسن سے بطریق مرسل روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا - کہ اپنی مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے - پس ان کے پاس مت بیٹھو - اللہ کو ان میں کوئی حاجت نہیں ہے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۷- ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶- جولائی ۱۹۵۷ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

ہر فرقہ کے علماء کرام

اور

ہر فرقہ کے دیندار عوام

سے ایک دردمندانہ اپیل

کہ

مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کو بدنام نہ کریں۔ ہر عالم کو حق ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں جس چیز کو اسلام کا صحیح نقشہ سمجھتا ہے وہی اپنے معتقدین کو سمجھائے۔ البتہ کسی دوسرے فرقہ کا نام لے کر مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا نہ کرے۔ ورنہ یاد رکھئے۔ اس طرزِ عمل سے اسلام کو بجائے فائدہ کے یقیناً نقصان پہنچتا ہے۔

مثلاً

آج کل لاہور میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی زبان سے یہ فقرہ عام طور پر سُنا جاتا ہے کہ مولوی آپس میں لڑتے ہیں ان لوگوں کے اس فقرے کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمان دین باوجود عالمِ دین ہونے کے ایک دوسرے کے ساتھ دست بگریباں رہتے ہیں۔ اس لئے اسلام کی تعلیم سے دُور ہی رہنا بہتر ہے تاکہ کہیں ہم بھی علمِ دین سیکھ کر آپس میں ہاتھا پائی نہ کرنے لگ جائیں۔

اے علماء کرام

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انگریز کے دورِ حکومت میں اسلام کے احکام کی اتنی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی جتنی کہ پاکستان بننے کے بعد ہو رہی ہے۔

مثلاً

(۱) کیا انگریز کے زمانہ میں سرکاری طور پر اسلامی ثقافت کے نام پر سرکاری خرچ سے رقص و سرود کے میلے کئے جاتے تھے۔ کہ ان میلوں میں ٹرکی۔ شام۔ عراق اور ایران وغیرہ ممالک سے گانے والے اور گانے والیاں بلائی جائیں۔

(۲) کیا لاہور میں جتنی شراب مسلمان پاکستان بننے کے بعد پیتا ہے۔ انگریز کے وقت میں بھی پیتا تھا؟ اب لاہور میں یہ فقرہ زبان زد خلائق ہے کہ پہلے جتنی تینوں قومیں ہندو۔ سکھ اور مسلمان پیتے تھے اب اکیلا مسلمان اتنی پیتا ہے

(۳) کیا کبھی انگریز کے وقت میں بھی یہ سُنا تھا۔ کہ لاہور میں پانچ ہزار اڈے پرائیویٹ زنا کے ہیں۔ یعنی یہ اڈے لائسنسدار بازاری عورتوں کے علاوہ ہیں۔

(۴) رشوت ستانی کا جتنا دور دورہ اب ہے کیا انگریز کے وقت میں بھی تھا؟

(۵) کیا پاکستان میں اب جتنی چوری کی وارداتیں ہیں انگریز کے وقت میں تھیں؟

(۶) کیا پاکستان میں جتنے اب خون ہوتے ہیں۔ انگریز کے وقت میں اتنے ہوتے تھے؟

اے علماء کرام

سب سے بڑی خیر خواہی اور سب سے بڑا کام تو یہ ہے کہ آپ حضرات اپنے اثر و رسوخ سے اپنے اپنے حلقہ میں اپنے وعظوں اور اپنے ارشادات سے ان خرابیوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اگرچہ

نمبر اوّل

ان بُرائیوں کا دُور کرنا حکام کا فرض ہے

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برسراقتدار طبقہ اپنی پارٹی بازی کی جنگ میں اُلجھا رہتا ہے۔ کبھی مسلم لیگ اور عوامی لیگ میں ٹکر تھی۔ تو کبھی مسلم لیگ اور ری پبلکن پارٹی میں رسہ کشی ہو رہی تھی۔ ہمارے حکمراں طبقہ کو اپنی اپنی پارٹی کو برسراقتدار لانے کی فکر رہتی ہے۔ باقی ملک اور رعایا کا خدا حافظ۔

مذکورۃ الصدر سطور کی شہادت

۲۱- جولائی ۱۹۵۷ء کے نوائے پاکستان

کے ایڈیٹوریل میں ملاحظہ ہو۔ "لیکن بایں ہمہ نئے وزیر اعلےٰ سردار عبدالرشید کی نیت پر شبہ نہ کرتے ہوئے ہمیں ان کی روایتی دیانت اور مسلمہ اخلاص پر اعتماد کرتے ہوئے اس بات کا یقین کرنا چاہئے کہ سردار عبدالرشید صاحب اپنے دور اقتدار میں اپنے پیش رو حضرات کی طرح محض باتیں نہیں کرینگے بلکہ وہ عملی طور پر بھی کوئی ٹھوس اور مفید کام انجام دینے کے لئے سرگرمی دکھائیں گے۔ سردار عبدالرشید نے اپنے دور اقتدار میں کوئی ایک آدھا کام بھی مکمل کر لیا تو ہم ان کی بڑی کامیابی پر محمول کریں گے۔ اور سمجھیں گے۔ کہ سردار صاحب نے اپنے دعاوی کو فی الواقع پُورا کیا ہے۔ اور وہ اس قابل ہیں کہ عوام کے ایک اعلےٰ نمائندہ کی حیثیت سے زمام کار انہیں کے سپرد رہے۔ لیکن اگر اُنہوں نے بھی سیاسی جوڑ توڑ میں ہی اپنا تمام وقت صرف

کر دیا۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا دورِ اقتدار آج بھی ختم ہُوا - اور کل بھی "

حاصل

ایڈیٹر دیل کے اس نقل کردہ حصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ذرداً تک سیاسی جوڑ توڑ ہی میں اپنا وقت صرف کرتے رہتے ہیں - ان حالات میں اگر سردار عبدالرشید صاحب سے ایک آدھ کام بھی عوام کی خیر خواہی کا ہوگیا۔تو ہم انہیں کامیاب خیال کریں گے۔

نمبر دوم علماء کرام کا فرض

اے ہر فرقہ کے علماء کرام - جب مملکت پاکستان کے سیاسی راہ نما اپنا فرض انجام نہیں دے رہے - تو نمبر دوم آپ کا فرض ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کی ایسی راہ نمائی فرمائیں - جس سے مسلمانانِ پاکستان کے اخلاق بلند ہوں - آپس میں رشتہ اتحاد مضبوط ہو - ہر ایک کے دل میں دوسرے بھائی کی خیر خواہی کا جذبہ پایا جاسے - جس طرح لاکھوں اینٹیں اکٹھی ہوکر ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح پاکستان کے مسلمان آپس میں شیروشکر ہوکر رہیں اور دشمنانِ پاکستان کے مقابلہ میں ایک ناقابلِ تسخیر فوج کی صورت بن کر سامنے آئیں - جب بھی پاکستان کا دشمن حملہ آور ہو - تو مُنہ کی کھاکر لوٹ جائے۔

اے ہر فرقہ کے علماء کرام

اگر آپ مہربانی فرماکر اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر یہ کام کریں - جو مَیں نے عرض کیا ہے - اور آپ بفضلِ خدا یقیناً یہ کر سکتے ہیں - تو قوم کا بھلا ہو - ملک کا بھلا ہو - اسلام کا بول بالا ہو - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہو جائیں - اللہ تعالےٰ بھی راضی ہو جائے -

علماء کرام کی دو قسمیں

نمبر اوّل اعتدال پسند

ہیں - علماء کرام کا ایک طبقہ اعتدال پسند ہے - وہ اپنا دینی مسلک معقول طریقہ سے مسلمانوں پر واضح کرتا ہے - جن مسلمانوں کو ان کا مسلک پسند آجاتا ہے - وہ ان کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں - نہ کسی سے جھگڑا - نہ کسی سے لڑائی - چپکے سے ان کا کام ہو رہا ہے - جماعت کی توسیع ہو رہی ہے - لوگ ان کی رواداری کو دیکھ کر ان کے حلقہ میں شامل ہو جاتے ہیں - یہ مسلک نہایت ہی محبوب اور قابلِ ستائش ہے -

نمبر دوم انتہا پسند

علماء کرام کا یہ طبقہ سیاسی حضرات کی طرح فقط اپنی پارٹی کا تفوق چاہتا ہے - اور چاہتا ہے کہ مَیں ہی رہوں۔ اور باقی سب مٹ جائیں - پھر اپنے مخالفین کے خلاف وہ پروپیگنڈا کرتا ہے - جس سے عوام کے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق نفرت پیدا ہو جائے۔ اور اس اشتعال انگیزی کرنے والے علماء کرام کے گروہ میں بعض ایسے ناعاقبت اندیش بھی ہوتے ہیں جو اشتعال میں آکر مخالفین پر قاتلانہ حملہ کر دیتے ہیں - چنانچہ اس قسم کے قاتلانہ حملوں کے کئی واقعات اخباروں میں آچکے ہیں اور یہ سب فقط ایک ہی گروہ کے علماء کرام کے متبعین کی طرف سے ہو رہا ہے -

قاتلانہ حملہ کا ایک تازہ واقعہ

اگرچہ مَیں حنفی مسلک کا پابند ہوں اور قاتلانہ حملہ کا جو واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ ایک اہلحدیث جماعت کے امام اور خطیب پر ہے - مجھے اس حملے سے یقیناً اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جس طرح کہ میرے مسلک کے کسی خطیب پر ہو - اس لئے اس حملے کے متعلق اظہار نفرت کرنا فقط میرا ہی فرض نہیں - بلکہ ہر فرقہ کے اعتدال پسند عالم کا فرض عین ہے کہ ایسے حملوں سے اظہار نفرت کرے - اگر اظہارِ نفرت نہ کیا گیا - تو سارے معاشرے میں یہ آگ پھیل سکتی ہے - اور ممکن ہے کہ اس کی لپیٹ میں ہزاروں جانیں آجائیں - اور کئی گھر برباد اور کئی سوہاگنیں بیوہ اور کئی بچے یتیم ہو جائیں - اس لئے حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ فوراً اس آگ کو بجھائے ورنہ یاد رہے کہ ایسے علماء کرام کی یہ تحریک پاکستان کی رعایا میں تفرقہ انداز کر کے پاکستان کی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کر دے گی -

افسوسناک تازہ واقعہ

منقول از الاعتصام لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء

" حافظ مشتاق احمد پر قاتلانہ حملہ - انجمن اہلحدیث رجسٹرڈ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ کی طرف سے ہمیں ایک اطلاع موصول ہوئی ہے - جس میں وہاں کی جامع مسجد اہلحدیث کے خطیب حافظ مشتاق احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ کے متعلق کچھ تفصیلات درج کی گئی ہیں - اس اطلاع کا تعجب خیز پہلو یہ ہے کہ اس میں واقعات کی روشنی میں پولیس کے رویّہ کو بھی جانبدار ثابت کیا گیا ہے - سانگلہ ہل کا واقعہ چونکہ بہت ہی سنجیدہ غور و فکر کا طالب ہے - اس لئے ہم یہ خبر پوری کی پوری یہاں نقل کر رہے ہیں - اس سے قبل بھی اس نوعیت کے واقعات متعدد مقامات میں رونما ہو چکے ہیں - لہٰذا ہم متعلقہ محکمہ سے گزارش کریں گے - کہ وہ اس کا کوئی مستقل اور قابلِ عمل حل تلاش کرے - اور فسادی گروہ کو پوری سختی سے اس فعل مذموم سے روک دے - اگر حکومت نے فوری طور پر اس مسئلہ کو خاص اہمیت نہ دی - تو خطرہ ہے کہ ملک کے حالات خراب ہو جائیں گے اور فسادی عنصر ہر جگہ شرفاء کی بیعزتی کرنے پر اُتر آئے گا - ان الفاظ کے بعد آپ وہ خبر ملاحظہ فرمائیے - جو ہمیں سانگلہ ہل کی انجمن اہلحدیث کی طرف سے " حافظ مشتاق احمد پر قاتلانہ حملہ " کے عنوان سے موصول ہوئی ہے

" ملک پاکستان میں لاقانونیت اور غنڈہ گردی کی بھی انتہا ہو چکی ہے - مورخہ ۱۲/۵۷ بروز جمعۃ المبارک کو جبکہ حافظ صاحب خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے - ایک اجنبی پٹھان صفوں کو چیرتا ہُوا حملہ کی صورت میں منبر کے قریب پہنچ رہا تھا - لیکن حافظ صاحب نے دو تین قدم پیچھے ہی اس کی بدنیتی کو محسوس کرتے ہوئے ڈانٹا - مگر ابھی وہ اپنے آپ کو عاشقِ رسول کہلا حملہ آور ہُوا ہی چاہتا تھا - کہ سامعین نے فوراً

اُٹھ کر پکڑ لیا۔ افراتفری پھیل جانے کی وجہ سے اسی وقت نماز جمعہ پڑھ لی گئی اور اور پولیس کو بُلا کر ابھی اس ملزم کو ان کے حوالے نہیں کیا تھا کہ باہر سے سو ڈیڑھ سو بریلوی حضرات آکر کہنے لگے کہ ہمارا آدمی ہمارے حوالہ کر دو۔ معتبرین مسجد نے کہا کہ غیر آئینی طور پر ملزم کو کیسے چھوڑ دیا جائے لیکن انہوں نے جوابی صورت میں مسجد کے نمازیوں پر خشت باری شروع کر دی۔ ایسا سنگین اور صحیح واقعہ پولیس کے گوش گزار کرنے کے باوجود پولیس نے معمولی اور رسمی ڈانٹ ڈپٹ کئے بغیر چھوڑ دیا۔ درانحالیکہ ملزم پولیس کے رو برو اپنے آپ کو غازی کہہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ بریلوی پارٹی کی منظم سازش کے تحت ہُوا۔"

انتہا پسند علماء کرام کی چشم بصیرت کیلئے ایک نور افزا مرمہ

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گروہ بظاہر مسلمان اور اور دل میں مخالف اسلام تھا۔ جسے منافق کے نام سے قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے اور ان کے دل میں جو اسلام سے دشمنی تھی۔ اس کا اعلان بھی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آچکا ہے

مثلاً ۱

اللہ تعالےٰ کا ارشاد کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝)

سورہ البقرۃ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔

۲ وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں

(يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝)

سورہ البقرۃ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اللہ اور ایمانداروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے۔

حاشیہ شیخ الہند رح

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ "یعنی ان کی فریب بازی نہ خدا تعالےٰ کے اُوپر چل سکتی ہے کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور نہ مومنین پر کہ حق تعالےٰ مومنین کو بواسطہ پیغمبر اور دیگر دلائل و قرائن کے منافقین کے فریب سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ بلکہ ان کی فریب بازی کا وبال اور اس کی خرابی حقیقت میں ان ہی کو پہنچتی ہے۔ مگر وہ اس کو اپنی غفلت اور جہالت اور شرارت سے نہیں سوچتے۔ اور نہیں سمجھتے۔ اگر غور کریں تو سمجھ لیں کہ اس فریب بازی سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کا نتیجہ خراب ہم کو پہنچ رہا ہے۔"

۳ وہ لوگ مفسد بھی ہیں

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝)

سورہ البقرۃ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ ملک میں فساد نہ ڈالو۔ تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار بیشک وہی لوگ فسادی ہیں۔ لیکن نہیں سمجھتے۔

حضرت شیخ الہند رح کا حاشیہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح کا حاشیہ "خلاصہ یہ ہے۔ کہ منافقین بچند وجوہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اوّل تو خواہشات نفسانیہ میں منہمک تھے۔ اور انقیاد احکام شرعیہ سے کاہل اور متنفر تھے۔ دوسرے مسلمانوں اور کافروں دونوں کے پاس آتے جاتے تھے تیسرے کفار سے نہایت مدارات و مخالفت سے پیش آتے تھے۔ اور امور دین کی مخالفت پر کفار سے اصلاً مزاحمت نہ کرتے تھے۔ اور کفار کے اعتراضات و شبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے رو برو نقل کرتے تھے۔ تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں۔ اور جب کوئی ان فسادات سے ان کو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانۂ سابق شیر و شکر ہو کر رہیں۔ اور دین جدید کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ گئی ہے۔ بالکل جاتی رہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں دُنیا طلب ہوا پرست ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔"

۴ منافق سچے مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے تھے حالانکہ وہ خود بیوقوف تھے

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝)

سورہ البقرۃ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے۔ ایمان لاؤ۔ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں؟ خبردار وہی بیوقوف ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔

حاشیہ شیخ الہند رح

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رح فرماتے ہیں۔ "سفہاء کہا سچے مسلمانوں کو کہ احکام خداوندی پر دل سے ایسے فدا تھے کہ لوگوں کی مخالفت اور اس کے نتائج بد سے اور انقلاب زمانہ کی مضرات گوناگوں سے اپنا بچاؤ نہ کرتے تھے۔ بخلاف منافقین کے کہ مسلمانوں کفار سب سے ظاہرا بنا رکھا تھا اور اغراض نفسانی کے سبب آخرت کا کچھ فکر نہ تھا۔ مصلحت بینی اس درجہ غالب تھی کہ ایمان و پابندی شرع کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ دعوئی زبانی اور ضروری اعمال بمجبوری ادا کر لینے پر قناعت تھی یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالح و اغراض دنیوی پا در ہوا کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا۔ فانی کو لینا اور باقی کو چھوڑنا کس قدر حماقت ہے۔ اور مخلوقات سے ڈرنا کہ جن سے ہزار طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ اور علام الغیوب سے نہ ڈرنا کہ جہاں کسی طرح کوئی امر پیش ہی نہ جا سکے۔ کتنی جہالت ہے۔ اور صلح کل کیسے کہ جس میں احکم الحاکمین اور اس کے مقبول بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے۔ مگر منافقین اس درجہ بیوقوف ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔"

۵۔ ہم تو مسلمانوں پر تمسخر کرتے ہیں اور وہ ہمیں اپنی بیوقوفی کی بناء پر مسلمان سمجھتے ہیں

(وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور جب ایمانداروں سے ملتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف ہنسی کرنے والے ہیں۔"

۶۔ منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں

(اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۘ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝) سورہ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

منافقین کے متعلق مذکورۃ الصدر چھ شکایتیں

(۱) اگرچہ بظاہر مسلمان ہیں۔ اندر سے بے ایمان ہیں۔ (۲) اللہ تعالےٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں (۳) وہ لوگ مفسد ہیں (۴) منافق سچے مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں (۵) مسلمانوں پر تمسخر کرتے ہیں (۶) منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

اے انتہا پسند علماء کرام

آپ نے کچھ سمجھا۔ باوجودیکہ منافق بے ایمان ہیں۔ دھوکے باز ہیں۔ مفسد ہیں۔ مسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں مسلمانوں کا مسخر اڑاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟

کیوں قتل نہیں کیا

کہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ مسجد میں آکر نماز بھی پڑھتے ہیں اگرچہ دکھلاوے کی پڑھتے ہیں۔ بظاہر اسلام کو ماننے کے باعث انہیں قتل نہیں کیا گیا۔

اے انتہا پسند علماء کرام

تم جن مسلمانوں کو قتل کرا رہے ہو اور یہ تحریک جو تم نے چلا رکھی ہے۔ کبھی کسی عالم پر حملہ ہو جاتا ہے کبھی کسی عالم پر حملہ ہو جاتا ہے۔ تمہیں کلمہ گو مسلمانوں کو قتل کرنے کے جواز کا فتویٰ کہاں سے مل گیا۔ تمہیں یہ حق کس نے دیا۔ جو لوگ اسلام کے ہر حکم کو ماننے کا اقرار کریں۔ اور حتی الوسع عمل کرتے بھی نظر آئیں۔ آپ عوام مسلمانوں کو اشتعال میں لاکر ان پر حملے کرا دیں۔

اے انتہا پسند علماء کرام

یاد رکھو۔ تمہاری یہ روش اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اور اپنے بزرگوں فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالےٰ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ کیا ثابت کر سکتے ہو کہ وہ حضرات اپنے وقت میں اپنے مخالفوں کو قتل کرانے کے لئے اپنے تابعداروں سے ایسے حملہ کرایا کرتے تھے؟

اے انتہا پسند علماء کرام

کان کھول کر سنو۔ کہ فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالےٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے بھی کافر نہ کہا جائے۔

اے انتہا پسند علماء کرام

جن لوگوں پر تم قاتلانہ حملے کرا رہے ہو کیا تمہیں ان میں کوئی وجہ اسلام کی نظر نہیں آتی۔ کیا وہ لوگ کلمہ نہیں پڑھتے۔ کیا وہ لوگ نمازیں نہیں آتی۔ کیا وہ لوگ رمضان مبارک کے روزے نہیں رکھتے۔ کیا وہ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ کیا وہ لوگ حج نہیں کرتے۔ کیا وہ لوگ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔

اے انتہا پسند علماء کرام

شرعی نقطۂ نگاہ سے آپ کے پاس اس مسلم کش تحریک کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے آپ کے اس طرزِ عمل سے اسلام کی توہین ہے۔ دین سے نا آشنا طبقہ یہی خیال کرے گا۔ کہ اسلام ہی نے ان علمائے کرام کو اس فرض کے انجام دینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طبائع میں یہ گمان پیدا ہو جائے گا۔ کہ ان تقدس مآب علماء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تعلیم دی ہوگی کہ جو شخص تمہارا ہمخیال نہ ہو اس کی گردن اڑا دو۔ علاوہ اس کے مملکت پاکستان کی بدنامی ہے کہ پاکستان میں ایسے تنگدل علماء کرام رہتے ہیں۔ جو فقط اپنی پارٹی کو زندہ رکھ کر باقی سب پارٹیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں۔

کیا آپ حضرات کی اس میں بدنامی نہیں ہے

اے انتہا پسند علماء کرام مہربانی فرما کر اپنے مسلم کش فیصلے پر نظر ثانی کیجئے اور اس تحریک کو فوراً بند کر دیجئے۔ اور مسلمانانِ پاکستان میں اتحاد و اتفاق اور باہم ہمدردی کی روح پھونکئے۔

وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۵- محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲- اگست ۱۹۵۷ء

سیّد اہل الجنّۃ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ

مندرجہ ذیل آیت کی عملی تفسیر ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ - کہدو - بیشک میری نماز اور میری عبادت کے سب کام اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے - جو سارے جہان کا پالنے والا ہے -

برادرانِ اسلام - اگر آپ غور کرینگے تو آپ کو یہ قاعدہ کلیہ نظر آئے گا - کہ دُنیا میں جو واقعہ بھی ہوتا ہے اس کے واقع ہونے سے پہلے اسباب کی چند کڑیاں ہوتی ہیں - جس طرح کئی کڑیاں ملنے کے بعد ایک زنجیر بنجاتی ہے - اسی لئے چند اسباب کے یکے بعد دیگرے مرتب ہونے پر ایک واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے -

مثلاً

ایک لڑکے کی ایک لڑکے کے ساتھ شادی ہوتی ہے - اب اس شادی پر غور کیجئے - تو آپ کو اس شادی ہونے سے پہلے واقعات کا ایک سلسلہ نظر نظر آئے گا - مثلاً پہلے لڑکے کے ماں باپ نے خیال کیا - کہ اگر ہم اپنے لڑکے کا فلاں لڑکی سے رشتہ کر لیں - تو امید ہے کہ موزوں ہوگا - اس خیال کے پختہ ہونے کے بعد نمبر دوم یہ خیال آئے گا - کہ لڑکی کے ماں باپ کے ہاں اس خیال کا اظہار کس طرح کیا جائے - آیا لڑکے کا باپ کہے یا لڑکے کی ماں جاکر اظہار خیال کرے - یا کسی اور آدمی کو لڑکی کے ماں باپ کے ہاں ہمارے اس خیال کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے - اس کے بعد جانبین میں ایک عرصہ تک شرائط طے ہوتی رہیں گی - شرائط طے ہونے کے بعد ایک دن مقرر کیا جاتا ہے - جس میں جانبین کے اعزہ و اقرباء جمع کئے جاتے ہیں اس اجتماع میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس لڑکے کا فلاں لڑکی سے رشتہ جانبین نے بطیب خاطر منظور کر لیا ہے - اس کا نام عرف عام میں منگنی کرنا ہے - منگنی ہونے کے بعد فریقین اپنی اپنی شرائط کے پورا کرنے کی تیاری کرنی شروع کر دیتے ہیں جب شرائط پوری ہو جاتی ہیں - مثلاً کپڑا یا زیور یا مکان وغیرہ کی تیاری - اس کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے ص تاکہ سب حاضر ہوکر اس تقریبِ سعید کی خوشی میں شامل ہوں - پھر اس تاریخ معین پر نکاح ہوتا ہے - اور لڑکی والے لڑکی کو سسرال روانہ کر دیتے ہیں - اس آخری دن میں جو نکاح اور رخصتی ہوتی ہے - اسے شادی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے - آپ نے ملاحظہ فرمایا - اس شادی کے دن سے پہلے واقعات کی کتنی کڑیاں جُڑی ہیں - تب شادی کا دن آیا ہے علی ہذالقیاس ہر واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے واقعات کی بہت ساری کڑیاں ہوتی ہیں - جن کی ترتیب سے وہ واقعہ ظاہر ہوتا ہے - اسی قاعدہ کے ماتحت ایک جلیل القدر مسلّم التعظیم واجب الاحترام شخصیت یعنی گوشۂ جگر رحمۃ للعالمین کے نور العین اعنی سیدنا و سید اہل الجنۃ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی ہے -

اس درد انگیز داستان ظلم و ستم کی کڑیاں ملاحظہ ہوں -

پہلی کڑی

ماہ رجب ۶۰ھ کو دمشق میں یزید بن معاویہؓ کی خلافت کا اعلان ہُوا - حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا - چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا - یہ واقعہ ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہُوا - یزید نے تمام مُلکوں میں اپنے حکّام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت لی جائے - اسی ضمن میں اس نے مدینہ منوّرہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے -

دوسری کڑی

امام حسینؓ کا بیعت سے انکار اور مکّہ معظّمہ کو روانگی

امام حسینؓ نے بیعت نہ کی - کیونکہ یزید فاسق - شرابی اور ظالم تھا - اس کے بعد امام حسینؓ ۴- شعبان ۶۰ھ کو مکّہ معظّمہ روانہ ہو گئے - اور وہیں جاکر قیام فرمایا -

تیسری کڑی

کوفہ والوں کی طرف سے تشریف آوری کی دعوت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ کوفہ اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا - اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی - انہوں نے امام حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیے - ہماری جان اور مال

ص پھر شادی کی مقررہ تاریخ کی فریقین کے رشتہ داروں کو اطلاع دی جاتی ہے -

آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔

چوتھی کڑی

حضرت امامؓ کا اپنے چچیرے بھائی کو کوفہ بھیج کر اپنے لئے بیعت لینا

حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہلِ کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے۔ اور امام حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیر صحابی کو اس کا علم ہُوا۔ جو کہ کوفہ کے حاکم تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا۔

پانچویں کڑی

نعمان بن بشیر حاکمِ کوفہ کی معزولی اور عبیداللہ بن زیاد کا تقرر

مسلم بن زیاد مضری اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے حاکم کو مقرر کر دیا۔

چھٹی کڑی

عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کی حکمت عملی سے حضرت امام کے اکثر فدائیوں کا فرار

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا۔ اور رات کے وقت اہلِ حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہُوا۔ تاکہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں۔ کہ امام حسینؓ لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا۔ اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی۔ انہیں دھمکی دی۔ اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور مسلم بن عقیل کی حمایت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کرا لیا۔ مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیر خواہوں کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا۔ کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو۔ کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں۔ ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے۔ باقی سب بھاگ گئے۔ . . . . .

. . . . . سی کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ اب وہ متحیّر ہوئے۔ کہ کیا کریں۔ ایک عورت کے گھر میں آئے۔ اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا۔ اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا۔ اس نے جا کر اشعث سے کہدیا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔

ساتویں کڑی

حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل اور اس کے دونوں بیٹوں کا قتل کیا جانا

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کو توال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن عقیل تلوار سوت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دیدی۔ اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا اور ہانیؒ (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳۔ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دیئے۔ اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آٹھویں کڑی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا حضرت امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہُوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے۔ یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بیوفائی اور غدّاری سے واقف تھے۔ اور بنی امیّہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے۔ سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ لوگ یہ سُن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ اور ملک پر اپنا تسلّط جما لیا ہے۔ اب آپ کو نظام حکومت درست کرنے کے لئے بُلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بے شک تشریف لے جائیے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بُلانا جنگ کے لئے بُلانا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں۔ اور جب آپ کے دشمن کو طاقتور دیکھیں گے۔ تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت امام ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور روانگی کے ارادہ

پر قائم رہے۔

نویں کڑی
دوبارہ روکنا

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بالکل تیار ہوگئے۔ پھر حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ دوڑے ہوئے آئے اور بہت وساجت کہا۔ کہ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا۔ مَیں اس سفر میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جائیے۔ اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے۔ عراق والے اگر آپ کو بُلانا بھی چاہتے ہیں۔ تو انہیں کہیے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بُلائیے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جائیے۔ وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے خیرخواہ ہیں۔ وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہونگے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ کہ مَیں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ اگر آپ نہیں تو پھر عورتوں اور بچّوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔

دسویں کڑی
حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا ایک خطرہ سے آگاہ کرنا

مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں۔ جس طرح عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا۔ لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی + گیارھویں کڑی

حضرت امامؓ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ کا کوفہ جانے سے روکنا

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ سے خط لکھا۔ مَیں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی آپ اپنے ارادہ سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائیگا اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور اربابِ ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے۔ مَیں آتا ہوں۔

بارھویں کڑی
حاکم مدینہ منورہ کا کوفہ جانے سے روکنا

عبداللہ بن جعفرؓ نے اس کے علاوہ والیٔ مدینہ منوّرہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

"مَیں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے۔ جس میں ہلاکت ہے۔ اور اس راستہ کی راہنمائی فرما دے۔ جس میں سلامتی ہے مجھے معلوم ہُوا ہے کہ آپ عراق جارہے ہیں۔ مَیں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ مَیں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ مَیں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ ان کے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن و سلامتی۔ نیکی۔ احسان اور حُسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل۔ نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام۔"

اس کے بعد بھی آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

تیرھویں کڑی
فرزدق شاعر کا ایک طرح پر روکنا

جب آپ مکّہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو "صفاح" نام مقام پر اہل بیت کا مشہور محب شاعر آپ سے ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ ہمارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ فرزدق نے جواب دیا۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے۔ اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کرینگے۔ اور اگر امید کے خلاف ہو۔ تو بھی نیک نیتی اور تقوےٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

چودھویں کڑی
مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی کوفہ جانے پر ضد

"زرود" نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہُوا۔ کہ یزید کے گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو علانیہ قتل کر دیا ہے۔ اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی۔ اب وقت ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ خاموش ہو گئے۔ اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا۔ واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے۔ اور اپنا انتقام لینگے۔ یا اپنے بھائی کی طرح مر جائینگے۔ اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا۔ اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

پندرھویں کڑی
کوفہ کے گورنر کی طرف سے ایک ہزار فوج کا آنا

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے۔ اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے۔ تو حُر بن یزید عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آملا۔ اور ساتھ ہولیا۔ اُس نے امام حسینؓ سے کہا۔ کہ عبیداللہ بن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا

ہے۔ کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں۔ اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا۔ یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں۔ اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آتے ہیں۔ اور تم کوفے کے رہنے والے ہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو۔ تو میں تمہارے شہر میں جاؤنگا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا۔ اس پر حُرّ نے کہا۔ آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسینؓ نے عقبہ بن سلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے۔ جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُرّ نے کہا۔ لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے۔ کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد تک پہنچا کر چھوڑیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔ پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ حُر نے جواب دیا۔ میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا۔ واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑونگا۔ جب گفتگو زیادہ بڑھی۔ تو حُر نے کہا مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے۔ تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو۔ نہ مدینہ۔ بات زیادہ لمبی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستہ سے ہٹ گئے۔

سولھویں کڑی

امام حسینؓ کا کوفہ کے راستہ سے ہٹ کر میدان کربلا میں اُترنا۔

میدان کربلا میں ۱۰۔ محرم ۶۱ھ کو جا اترے۔ جب اس میدان میں اترے تو اس کا نام دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا۔ ھٰذَا مَوْضِعُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ۔ یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

سترھویں کڑی

حضرت امام حسینؓ کا واپس جانے کا ارادہ ظاہر فرمانا

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آپہنچا عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی۔ کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آتے۔ اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ اُس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ اور دریافت کیا۔ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ جو حُر بن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بُلایا تھا۔ اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں۔ تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

اٹھارھویں کڑی

گورنر کوفہ کا یزید بن معاویہ کی بیعت پر اصرار اور حضرت امامؓ کے پانی بند کرنے کا حکم

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی۔ اس نے فوراً عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب دیا۔ حسینؓ کو کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں۔ جس طرح عثمانؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا۔ آپ نے اسے پڑھا۔ اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا۔ میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب سے اس کا غصّہ اور بھڑکا۔ اس نے فوج کو جمع کیا۔ اور فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو تجویز کیا۔ جو ری کا حاکم تھا۔

اُنیسویں کڑی

گورنر کوفہ کے جرنیل فوج کا حضرت امام کے ساتھ لڑنے سے انکار۔ پھر ایک دھمکی سے آمادہ ہو جانا

عمر بن سعد نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلوتہی کی۔ تب عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا۔ یا تو لڑنے کو جا یا ری کی حکومت سے دستبردار ہو جا۔ اور اپنے گھر جا بیٹھ۔ عمر بن سعد نے ری کی حکومت کو ترجیح دی۔ اور امام حسینؓ سے لڑنے کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبیداللہ بن زیاد ایک ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ اور دریائے فرات کے کنارے پر جا اُترے۔ اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رُکاوٹ کر دی۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی۔ اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ جب امام حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔

بیسویں کڑی

حضرت امامؓ کا اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوانا

امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں۔ اور ایک ہی دروازہ اس خندق کا رکھا جائے۔ تاکہ اس دروازے سے نکل کر لڑ سکیں۔

اکیسویں کڑی

عمر بن سعد کے لشکر کا حرکت میں آنا اور امام حسینؓ کو نرغہ میں لینا

[illegible] عمر بن سعد نے اپنے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جس مسلمان کی نظر کسی عورت پر پہلی دفعہ پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت کی توفیق نصیب فرمائے گا جس کی لذت و حلاوت کو وہ محسوس کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۴۹)

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۸ سے آگے

لشکر کو حرکت دی - جب لشکر قریب پہنچا- تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا- اور لڑائی شروع کر دی -

بائیسویں کڑی

حضرت امام کے پچاس آدمیوں کا قتل ہونا

امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے ایک ایک قتل ہونے لگے - یہاں تک کہ ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے -

تئیسویں کڑی

امام حسینؓ کی صدا پر حر بن یزید کا مدد کے لئے آنا

عین لڑائی کے وقت میں امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا- آیا کوئی خدا واسطے فریادرس ہے - آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے - یہ سُن کر حُر بن یزید (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) اپنے گھوڑے پہ امام کی طرف آیا- اور آکر کہا- اے رسول اللہ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا- اور اب میں ہی تیری جماعت میں آگیا ہوں - تاکہ تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو - اس کے بعد اس نے عمر بن سعد کے لشکر پہ حملہ کیا- اور اس وقت تک لڑتا رہا- جب تک شہید نہیں کیا گیا - اور ۴ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی شہید ہو گئے -

چوبیسویں کڑی

حضرت امام کے سارے ساتھی شہید ہو گئے اس کے بعد آپ نے تنہا دشمنوں کا مقابلہ کیا اور جام شہادت پی کر روح مبارک جنّت میں جا پہنچی

پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ حضرت امام کے سارے ساتھی شہید ہو گئے - اس کے بعد امام ممدوح ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر تنہا مقابلے کے لئے میدان میں آئے- اور دشمنوں سے لڑتے رہے- اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا- اسے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا - اور آپ کو ان زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آ رہے تھے - اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا- امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں - تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو کیونکہ وہ تو تم سے نہیں لڑ رہیں- تب شمر نے اپنی فوج سے کہا- عورتوں سے باز آجاؤ - اور اسی شخص کا مقابلہ کرو- پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا - یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گرے -

انا للہ و انا الیہ راجعون - باقی باقی

واقعہ کربلا کا رنج و الم

ہر کلمہ گو کو خواہ وہ شیعہ ہو یا سُنّی اس وحشتناک اور درد انگیز واقعہ سے بے انتہا رنج و الم ہے - کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو- اور اس کا دل ان مظالم کو سُن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو - تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک درد انگیز مصیبت خیز - پریشان کن دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھولنے نہیں پائے شیعہ صاحبان کے علاوہ سُنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں - اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غمکدہ بنا دیتی ہیں- انا للہ و انا الیہ راجعون -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۲- محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۹- اگست ۱۹۵۷ء

دربارِ الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا ہے

رحمۃ للعالمین کی شان کے شواہد

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی صفات حمیدہ سے متصف فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک رحمۃ للعالمین ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوقات کے لئے رحمت ہیں۔ آج کی صحبت میں آپؐ کی شانِ رحمت کے نمونے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کی امت بھی آپ کے اتباع میں ان نمونوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ اور آپ کی [illegible] الٰہی میں مقبول اور محبوب ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِاتِّبَاعِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ آمِیْن یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْن

شواہد

۱

(وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝)

سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے۔ جو اچھی ہو۔ پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی۔ ایسا ہو گا۔ کہ وہ مخلص دوست ہے۔ اور یہ بات نہیں دیجاتی مگر اس کو جو صابر ہوتے ہیں۔ اور یہ بات نہیں دیجاتی مگر اس کو جو بڑا بخت والا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی نیکی کر۔ یہ تلقین بھی اسی جذبے کے ماتحت ہے۔ کہ آپ بحیثیت رحمۃ للعالمین ہونے کے دشمن سے بھی حسن سلوک کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے والوں کو دو تمغے عطا ہوئے ہیں ایک صابر۔ اور دوسرا بڑا بخت والا۔ اللھم اجعلنا منھم

۲

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ایک عجیب شان دیکھئے۔

(لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝)

سورہ الممتحنہ رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔ اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو۔ اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگرچہ وہ لوگ کافر ہیں مگر تم سے کسی قسم کی دشمنی کا سلوک نہیں کرتے۔ تو تمہیں بھی ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

گرفتار شدہ دشمنوں پر رحمۃ للعالمین کی شفقت

غزوۂ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد گرفتار شدہ کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار گرفتار شدہ مرد و زن کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد کر دیا۔ حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم سے ۸۰ مسلح آدمیوں کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد کر دیا۔

کیا کوئی شخص کسی فاتح کی مفتوح دشمنوں پر اس شفقت کے نمونے دکھا سکتا ہے

یہ رحمۃ للعالمین کی شان ہے۔ کہ وہ دشمن جو حضورؐ کے اور حضورؐ کے فدائیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ جب لڑتے لڑتے شکست خوردہ ہو کر حضورؐ کے حلقۂ قید میں آئے تو آپؐ نے ایسی شفقت فرمائی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ کہ انہیں بلا شرط اور جرمانہ لئے آزاد کر دیا۔

شان رحمۃ للعالمین کا ایک عجیب و غریب منظر

قریش مکہ اگلے سال (یعنی جنگ بدر کے بعد) پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزہ شاعر نے تمام میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار اشتر سوار دو سو اسب سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہو گا۔ باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی۔ اور اپنے تین سو شخصوں کو

راہ ہی سے پھیر کر لے گیا۔ اس لئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصّہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور ان کے بارہ مشہور علمبردار (جن میں آٹھ) علیؓ مرتضیٰ کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے) لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا۔ اور چکّر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اُس وقت سخت نقصان ہُوا۔ اور لشکر کا بڑا حصّہ تتر بتر ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس صرف ۱۲ صحابی ابوبکرؓ۔ عمرؓ علیؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ سعدؓ بن وقاص طلحہؓ بن عبداللہ۔ زبیرؓ بن عوام۔ ابوعبیدہؓ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی۔ ابن ہشام کے پتھر سے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بازو زخمی ہُوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم

فاطمہ زہراء و عائشہ طیبہ کی خدمات میدانِ جنگ میں

خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آکر فاطمہؓ بتولؓ نے باپ کے زخموں کو دھویا پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علیؓ مرتضیٰ اُس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیمؓ نے مشکیزے اُٹھائے۔ اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں۔ میدانِ جنگ میں ستّر صحابہ شہید ہُوئے تھے۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا۔ کہ مصعبؓ بن عُمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہُوئے تھے۔ شہید ہُوئے ان کی بیوی کا نام حمنہؓ بنت جحش تھا۔ اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

اس نے اِنّا للہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دُعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا۔ یہ سُنتے ہی اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔

اسی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضا کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔

مائی صفیہ کا استقلال

جنگ کے بعد صفیہ مادرِ زبیرؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیرؓ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤں گی۔ چلاؤنگی صرف دُعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔

انسؓ بن نضر کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضرؓ نے جامِ شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ انسؓ نے نہایت جوش سے کہا۔ مُوتُوا عَلٰی مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ آؤ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ جاں نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہُوئے ۷۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔

اسی جنگ میں سعدؓ بن ربیع شہید ہُوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا۔ زخمیوں میں پڑے ہوئے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعدؓ نے کہا۔ تم مجھے اب مُردہ ہی سمجھو۔ لیکن مہربانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام

بھی گزارش کرنا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو وُہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں ابوبکرؓ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جسے وہ بار بار چُومتے اور پیار کرتے تھے۔ میں نے پُوچھا۔ یہ کون ہے۔ فرمایا یہ سعدؓ بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی بہتر تھا۔ اور قیامت کے دن وہ نقیبانِ محمدیؐ میں شمار کیا جائے گا۔

عمارہؓ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارہؓ بن زیاد شہید ہُوئے تھے۔ جنہوں نے جان دیتے ہُوئے اپنے رخسارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔ اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیرِ پا رکھ دیا
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ابودجانہؓ حنظلہؓ علی مرتضیٰؓ۔ طلحہؓ کی شجاعت و مردانگی

ابودجانہؓ۔ حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) طلحہؓ علی مرتضیٰؓ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جاں نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔

بنو دینار کی عورت کی قوتِ ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی، جس کا باپ - بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے - وہ کہتی تھی - کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بتاؤ - لوگوں نے کہا - وہ بفضلِ خدا صحیح وسالم ہیں - کہا مجھے دکھا دو - جب دُور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اُٹھی - کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ - اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے -

رحمۃ للعالمین کی درگزر معافی اور ظالموں کے لئے دُعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضورؐ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا - کاش آپؐ ان مشرکین پر بددُعا فرمائیں -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَلٰکِنْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً - اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ - مَیں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا - مجھے تو خدا کی طرف بُلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے - اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما - کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے

(ماخوذ از رحمۃ للعالمین جلد اول)

مذکور الصدر جواب اور اپنے اور اپنے جان نثاروں کے خون کے پیاسوں کے حق میں یہ دُعا یقیناً آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا بیّن اور واضح ثبوت ہے - کہ جس طرح آپ اپنے جان نثاروں کے خیرخواہ ہیں - اسی طرح آپ اپنے دشمنوں کے بھی خیرخواہ ہیں -

رحمۃ للعالمین کی حیوانات پر شفقت

۱

طبرانی اور ابو نعیم نے بروایت یعلیٰؓ بن مرہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے - تو ایک اُونٹ کو چلاتے ہوئے دیکھا - اُونٹ نے آپؐ کو سجدہ کیا - صحابہؓ نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اُونٹ کی بہ نسبت زیادہ حق حاصل ہے - آپؐ نے فرمایا کہ اگر مَیں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا - تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں تم لوگ جانتے ہو - کہ یہ اُونٹ کیا کہہ رہا ہے ؟ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی ہے اب جبکہ مَیں بوڑھا ہو گیا ہوں تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی ہے - اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا - اب ان کے یہاں ایک تقریب ہے تو اُنہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے - حضورؐ نے اُونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی - اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا - آپ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو - آپ نے اس کو لے کر بے مہار چھوڑ دیا تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا -

۲

بیہقی اور ابو نعیم نے بروایت زیدؓ بن ارقم بیان کیا ہے کہ مَیں مدینہ کی کسی گلی میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا - کہ ہمارا گزر ایک اعرابی کے خیمہ کی طرف سے ہُوا - وہاں دیکھا کہ ایک ہرنی خیمے کی چوبوں سے بندھی ہوئی ہے - اس نے آپؐ کو دیکھتے ہی عرض کیا - کہ یا رسول اللہؐ - اس اعرابی نے مجھ کو پکڑا ہے - اور جنگل میں میرے دو بچّے ہیں - میرے تھنوں میں دُودھ بھرا ہُوا ہے - یہ نہ تو مجھ کو ذبح کرتا ہے کہ اس مصیبت سے چھوٹوں - اور نہ آزاد کرتا ہے کہ مَیں اپنے بچوں کے پاس جنگل میں پہنچ جاؤں - آپؐ نے اس سے فرمایا - کہ اگر مَیں تیری رسّی کھول دوں تو تُو لوٹ کر آ جائے گی - اس نے عرض کی - کہ ضرور آ جاؤں گی - اور اگر وعدہ خلافی کروں تو اللہ تعالےٰ مجھ کو عشار (محصول لینے والا) کا سا عذاب دے - آپؐ نے یہ سُن کر اس کو چھوڑ دیا - تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ اپنی زبان چاٹتی ہوئی واپس آ گئی - آپؐ نے اس کو پھر خیمہ سے باندھ دیا - اس کے بعد اعرابی اپنے ساتھ پانی کی مشک لئے ہوئے آیا - حضورؐ نے اس سے ارشاد فرمایا - کہ کیا تم اس ہرنی کو ہمارے ہاتھ بیچو گے - وہ بولا - یا رسول اللہؐ مَیں یہ آپؐ ہی کو دیئے دیتا ہوں - آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا - راوی فرماتے ہیں کہ مَیں نے خود دیکھا کہ وہ جنگل میں سبحان اللہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی - کذا فی لامیۃ المعجزات

رحمۃ للعالمین کا مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں کو معاف کرنا

۸ھ میں مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ معظمہ پر فوج کشی کرنی پڑی - وجہ یہ ہوئی کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقام حُدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ یہ تھی - "دس سال تک جنگ نہ ہوگی - اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں - اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے -

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہُوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے مدد دی - عکرمہ بن ابو جہل، سہیل بن عمرو (معاہدہ پر انہی نے دستخط کئے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سردارانِ قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے - ان بیچاروں نے امان بھی مانگی - بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی - مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا - یہ مظلوم جب الٰہک الٰہک (اپنے خدا کے واسطے - اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے - لا الٰہ الیوم (آج خدا کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر جان بچالی تھی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے - اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی - عمرو بن سالم الخزاعی نے یہ درد نظم میں تمام واقعات گوش گزار کئے - اس نظم کے جستہ جستہ اشعار کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے -

قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی - اُنہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو

آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔
ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا۔
وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔
وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں۔
انہوں نے ویتر میں سوتے ہوئے جالیا (ویتر ایک چشمے کا نام ہے)
ہم کو رکوع اور سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔
(۱) معاہدے کی پابندی (۲) فریق مظلوم کی داد رسی (۳) دوستی والے قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی جانب سوار ہوگئے۔ دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی۔ دو منزل چلے تھے۔ کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابو امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے۔
یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور اپنا رُخ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی۔
یا رسول اللہ ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے۔ اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتائی۔ کہ جن الفاظ میں برادرانِ یوسفؑ نے معافی کی درخواست کی تھی تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر انہیں الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔
انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی۔
(تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ)
(سورہ یوسف رکوع ۱۰ پارہ ۱۳)
ترجمہ اللہ کی قسم البتہ تحقیق اللہ نے تمہیں ہم پر بزرگی دی۔ اور بے شک ہم غلط کار تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔
(لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ سورہ یوسف رکوع ۱۰ پارہ ۱۳)

ترجمہ۔ آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں بخشے۔ اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

ابوسفیان کے اشعار کا ترجمہ

یہ جواب سُن کر ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے چند اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔
قسم ہے۔ کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لئے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بُت کا نام) کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے۔ ان دنوں میں اس خارپشت (جنگلی چوہا) جیسا تھا۔ جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آگیا۔ کہ میں ہدایت پاؤں۔ اور سیدھے راستے ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے۔ اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتایا جسے میں نے دھتکار دیا۔ اور چھوڑ دیا تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔

مکہ معظمہ تشریف لاتے وقت آپکی خواہش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ مکہ معظمہ والوں کو آپؐ کی تشریف آوری کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ کر باہر خیمہ زن ہوئے۔ اور مکہ معظمہ والوں کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب ان کو خبر ہوئی۔

رحمۃ للعالمین کا اپنے خون کے پیاسوں کے لئے عفو عام

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے
(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
(۳) جو کوئی اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔
(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
(۸) اسیر (قیدی) کو قتل نہ کیا جائے۔

کیا اس عفو عام کی نظیر مل سکتی ہے

غور کرنے کا مقام ہے۔ کیا اپنے خون کے پیاسوں کے حق میں فاتح ہونے کی حالت میں ان آٹھ شرطوں والے عفو عام کی نظیر سوائے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور دُنیا کے کسی فاتح کی مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

مکہ معظمہ کے فتح ہو جانے کے بعد رحمۃ للعالمین کی تقریر

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَاءِ النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ تَلَا (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶
اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔

ترجمہ

اے قریش کی جماعت۔ خدا نے تم سے جاہلانہ نخوت اور آباء و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا فرماتا ہے لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور گوت قبیلے سب پہچان کے لئے بنا دیئے ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے۔ جس میں تقوے (پرہیزگاری) زیادہ ہے۔ پھر فرمایا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔
فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

اپنی اُمت کو رحم کرنے کی تلقین

۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ رواہ ابوداؤد والترمذی
ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے - زمین پر رہنے والوں پر تم رحم کرو آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے گا -

۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

رواہ الترمذی -

ترجمہ - ابن عباسؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جس شخص نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا - اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی اور نیکی کا حکم نہ کیا - اور برائی سے روکا نہیں - وہ ہماری جماعت میں سے نہیں -

حاصل

یہ ہے - کہ ان چار کاموں کا کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے - اور نہ کرنے والا اصلی اور کھرا مسلمان نہیں ہے -

۳

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّسَحَ رَاْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ رواہ احمد والترمذی

ترجمہ - ابی امامہؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا - اور وہ اللہ ہی کے لئے پھیرا ہے - ہر ایک بال جس پر اس کا ہاتھ پھرے گا - اس کے عوض نیکی ملے گی - اور جس شخص نے کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ نیکی کی - میں اور وہ بہشت میں اس طرح ہوں گے - اور آپؐ نے دو انگلیاں ملا دیں -

۴

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. رواہ البیہقی

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے میری اُمّت میں کسی کی کوئی ضرورت پوری کی - اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ خوش ہو جائے - تو اُس نے مجھے خوش کیا - اور جس نے مجھے خوش کیا - تو اُس نے اللہ کو خوش کیا - اور جس شخص نے اللہ کو خوش کیا - اللہ اس کو بہشت میں داخل کریگا -

۵

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے کسی پریشان حال مظلوم کی فریاد رسی کی - اللہ اس کے لئے تہتر حصّے بخشش کے لکھے گا - ان میں سے ایک ایسا ہوگا - جس کے باعث اس کے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے اور بہتر حصّوں کے درجے قیامت کے دن کے لئے (محفوظ) رہیں گے -

۶

عَنْ اَنَسٍؓ وَّعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ رواہ البیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - انسؓ اور عبد اللہؓ سے روایت ہے - دونوں نے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - (ساری) مخلوقات اللہ کی عیال ہے - پس اللہ کی بارگاہ میں مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ نیکی کرے -

۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ متفق علیہ

ترجمہ - ابنؓ عمرؓ سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے - نہ اس پر ظلم کرے - اور نہ اسے ہلاکت میں ڈالے - اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں ہے (یعنی اس کا کام کر رہا ہے) اللہ اس کی حاجت میں ہے (یعنی اس کی حاجت پوری کر رہا ہوگا) اور جس شخص نے کسی مسلمان سے اس کی مصیبت ٹال دی (اس کے عوض میں) اللہ اس کی مصیبت قیامت کی مصیبتوں میں سے ٹال دے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان کا عیب چھپایا - اللہ قیامت کے دن اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا -

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اُس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہیں - آمین یا الٰہ العالمین وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

---

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے علی! اپنی ران کو (کسی کے سامنے) مت کھولو اور ہرگز کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران کو مت دیکھو۔ (ابوداؤد: ۳۱۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۹- محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶- اگست ۱۹۵۷ء

(۱) توکّل کے لغوی معنی
(۲) توکّل کے شرعی معنی
(۳) عوام کی توکّل
(۴) انبیاء علیہم السلام کی توکّل
(۵) خواص کی توکّل

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام قرآن مجید میں چالیس مرتبہ توکل کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے خیال آیا کہ قرآن مجید کی روشنی میں اس کا مطلب آپ کے سامنے کیا جائے تا کہ ہم سب اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرکے اللہ تعالےٰ کو راضی کرسکیں۔

توکل کے لغوی معنی - لغت کی مشہور اور معتبر کتاب صراح میں توکل کے یہ معنے مذکور ہے۔

توکل۔ اعتراف بعجز و اعتماد بر غیر خود کردن - اپنے بے بس ہونے کا اقرار کرنا۔ اور اپنے سوا دوسرے پر بھروسہ کرنا۔

شرعی معنی - اللہ تعالےٰ نے ہر کام کے ہونے کے لئے جو اسباب پیدا کئے ہیں ان میں ہاتھ ڈال کر کام کرنا اور خاطر خواہ اور اپنی حسب منشاء نتیجہ کے نکلنے میں اپنے کو بے بس خیال کرنا اور اللہ تعالےٰ کے فضل کا امیدوار رہنا

عوام کے توکل کا حکم:-

وَقَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو مردوں نے کہا جن پر اللہ کا فضل تھا کہ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں گھس جاؤ۔ پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم ایماندار ہو۔

عبرت

اس واقعہ سے یہ عبرت معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں جائے بغیر فتح حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ تم دشمن کے مقابلے میں جاؤ تو سہی۔ تمہارے داخلہ پر وہ شہر سے بھاگ جائیں گے۔ اور شہر پر تمہارا فاتحانہ قبضہ ہو جائے گا۔

مومنین کے لئے توکل لوازمات ایمان میں سے ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

سورہ الانفال رکوع ۲ پارہ ۹

ترجمہ۔ ایمان والے وہی ہیں۔ جب اللہ کا نام آئے تو اُن کے دل ڈر جائیں۔ اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں۔ تو اُن کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں۔

اصلی مومن بننے کے لئے توکل لازمی ہے

مذکورۃ الصدر آیت سے علماء کرام بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ اصلی اور صحیح معنی میں ایماندار ہونے کے لئے متوکل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ آیت میں اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایماندار فقط وہ لوگ ہیں جن کے اندر یہ صفتیں پائی جائیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اور وہ تین ہیں۔ اللہ[1] کا نام آنے پر ان کے دل ڈر جائیں۔ اور جب[2] ان پر قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جائیں۔ تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جائے۔ اور اپنے[3] رب پر توکل کرتے ہوں۔

متوکلین کے لئے آخرت میں

بہت بڑے اجر کا وعدہ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

سورہ النحل رکوع ۶ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ اور جنہوں نے اللہ کے واسطے گھر چھوڑا۔ اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ تو البتہ ہم انہیں دُنیا میں اچھی جگہ دینگے۔ اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھ جاتے جو لوگ ثابت قدم رہے اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

نتیجہ

اس آیت سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ آخرت میں بہت بڑا اجر ملنے میں جن صفات کا دخل ہے ان میں سے ایک صفت اللہ تعالےٰ پر توکل کرنا بھی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کرنے کا حکم

وَ لِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ فَاعۡبُدۡہُ وَ تَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝

سورہ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۲

ترجمہ - اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بات اللہ ہی جانتا ہے - اور سب کام کا رجوع اسی کی طرف ہے - پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر توکل کر - اور تیرا رب بے خبر نہیں اس سے جو کرتے ہو -

حاصل

یہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متوکل ہونے کی تلقین فرمائی جارہی ہے - حالانکہ آپ فطرۃً مادر زاد ہی اخلاق حمیدہ سے مرصّع اور مجلّی ہوکر دُنیا میں تشریف فرما ہوئے ہیں - پھر بھی وضاحت تامہ کے لئے ارشاد ہو رہا ہے - کہ خدا تعالیٰ پر آپؐ توکل کریں - تاکہ آپؐ کی اُمت کو معلوم ہو جائے - کہ متوکل علی اللہ ہونا ضروریات دین میں سے ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے متوکل ہونے کا اعلان

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ۝

سورہ توبہ رکوع ۱۶ پارہ ۱۱

ترجمہ - پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں - تو کہہ دو - کہ مجھے اللہ کافی ہے - اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے - اسی پر مَیں توکل کرتا ہوں - اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے -

تمام انبیاء علیہم السلام کا متوکل علی اللہ ہونے کا اعلان

وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَ قَدۡ ہَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۝

سورہ ابراہیم رکوع ۶ پارہ ۱۳

ترجمہ - اور ہم کیوں اللہ پر توکل نہ کریں - حالانکہ اسی نے ہمیں (سیدھے) راستوں کی رہنمائی کی ہے اور ہم ضرور صبر کریں گے - اس بنا پر جو تم ہمیں دیتے ہو - اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ ہونا چاہیئے -

حاصل

یہ نکلا کہ تمام انبیاء علیہم السلام صابر اور متوکل ہوئے ہیں - اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا - کہ تمام ایمانداروں کے لئے متوکل ہونا لازمی ہے - چنانچہ اس اجمال کی تفصیل صفحاتِ سابقہ سے بآسانی معلوم ہوسکتی ہے -

عوام کی توکل کی روح

اگر عوام کو یہ تلقین کی جائے کہ وہ سلسلۂ اسباب میں ہاتھ نہ ڈالیں اور فقط یادِ الٰہی میں زندگی کے لمحات صرف کریں - اور ضروریات زندگی کا کفیل اللہ تعالیٰ کو بنالیں - وہ جہاں سے چاہے جب چاہے - جس وقت چاہے ضروریاتِ زندگی بہم پہنچا دے - یہ چیز ان کے لئے تکلیف مالایطاق ہے - اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے خلاف ہے - اس کا اعلان ہے

(لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ)

سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ - اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا -

عوام کی توکل کی رُوح فقط یہ چیز ہے - کہ سلسلۂ اسباب میں ہاتھ ڈالیں کامیابی کی پوری کوشش کریں - اور دل میں یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو کامیابی ہوگی - لہٰذا جب کامیاب ہو - تو یہ خیال کریں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کامیابی ہوئی ہے - اگر وہ نہ چاہتا تو مَیں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا تھا - مثلاً کاشتکار ہل جوتتا ہے زمین میں بیج ڈالتا ہے - اُگنے کے بعد کھیتی کو بار بار پانی دیتا ہے - سبزی خوار جانوروں سے کاشت کو بچاتا ہے تاآنکہ کھیتی پک جاتی ہے - کاٹ کر کھلیان میں جمع کرتا ہے - پھر اُسے گاہتا ہے - پھر اناج کو بھوسے سے الگ کرتا ہے - پھر بوریاں بھر کر گھر لے جاتا ہے - اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے کہ اے اللہ محض تیرے فضل اور کرم سے یہ اناج کی بوریاں میرے گھر میں آئی ہیں اگر تو نہ چاہتا تو یہ اناج میرے گھر میں کبھی نہیں آسکتا تھا - یا مثلاً اے اللہ اگر تو آسمان سے مینہ نہ برساتا یا تیرا بھیجا ہُوا پانی نہر میں نہ آتا تو کھیتی کیسے پک سکتی تھی - یا اگر گرمی شدت کی پڑ جاتی - اور کھیتی جل جاتی تو یہ اناج میرے گھر میں کیسے آسکتا تھا علیٰ ہذا القیاس اے اللہ مَیں تیرا شکر ادا نہیں کرسکتا کہ تو نے ہی میری کھیتی کو سب آفتوں سے بچایا اور اناج کی بوریاں بھری ہوئی میرے گھر میں آئیں -

انبیاء علیہم السلام کی توکل

سب سے پہلے حضرت نوحؑ کا دن رات

نظام الاوقات

(قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ۙ۝ فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَ اِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَ اَصَرُّوۡا وَ اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۝)

سورہ النوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ (نوحؑ نے) کہا - اے میرے رب مَیں نے اپنی قوم کو رات اور دن بُلایا - پھر وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے - اور بیشک جب کبھی مَیں نے انہیں بُلایا - تاکہ تو انہیں معاف کر دے - تو اُنہوں نے اپنی اُنگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیں اور اُنہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لئے - اور ضد کی - اور بہت بڑا تکبر کیا - پھر مَیں نے اُنہیں کھلم کھلا بُلایا - پھر مَیں نے انہیں علانیہ بھی کہا - اور مخفی طور پر بھی کہا -

کسب معاش کے لئے کوئی کام نہیں کرتے

حضرت نوح علیہ السلام کے بیان سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ وہ دن رات کے چوبیس گھنٹے اپنی قوم کو تبلیغ دین کرنے میں صرف کرتے ہیں - اور ان کی ضروریات مندرجہ ذیل قانونِ الٰہی سے پوری ہوتی ہیں - (وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ۝ وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ)

سورۃ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ - اور جو اللہ سے ڈرتا ہے - اللہ اُس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا

ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔

سب سے آخری پیغمبر حضور انورؐ کا دن رات کا نظام الاوقات

رات کا نظام الاوقات

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝)

سورہ المزمل رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا اس پر زیادہ کر دو۔ اور قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو یہ تو آپ کا رات کا نظام الاوقات ہے۔ آدھی رات سے ذرا کم یا ذرا زیادہ اور قرآن مجید کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کیجئے۔

آپ کا دن کا نظام الاوقات

(اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝)

سورہ المزمل رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ بیشک آپ کے لئے دن میں بڑا کام ہے + تقریباً رات عبادت میں گزار دی۔ اور دن کو خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ کو بڑا کام ہے۔ یعنی مخلوق خدا کو قرآن مجید پہنچانا اور سمجھانا۔ اور عملی طور پر ان کی اصلاح کرنی۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل وعیال کے لئے کسب معاش کرنے کے لئے نہ دن کو وقت ملا نہ رات کو۔ اس لئے ذریعہ معاش وہی ہوگا۔ جو ابھی حضرت نوح علیہ السلام کا عرض کر چکا ہوں۔ یعنی ہر قسم کے ظاہری اسباب کے مفقود ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ ایسے طریقہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ جو خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ مثلاً اس قسم کے ذریعہ معاش والے حضرات کو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ رزق دن کو آئیگا یا رات کو۔ عورت کے ذریعہ سے آئیگا یا مرد کے ذریعہ سے۔ کوئی ہاتھ میں دے جائیگا یا لفافہ میں بند کرکے۔ میرا خیال ہے آپ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو رزق مقدر کس طرح مل سکتا ہے

خواص کا ذریعہ معاش

انبیاء سابقین علیہم السلام کے متبعین میں بھی ایسے حضرات گزرے ہوں گے۔ جو اپنی ضروریات کا اللہ تعالیٰ کو کفیل بنا کر دن رات اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہونگے۔ الحمد للہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اسی خیر القرون قرنی (بہترین زمانہ میرا ہے) میں ایسے حضرات یقیناً تھے اور اس خیر القرون کے بعد بھی اس قسم کے اللہ تعالیٰ کے بندے پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس دور میں بھی بحمد اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ جو دن رات کے چوبیس گھنٹے تبلیغ دین اور اصلاح اخلاق خلق اللہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور ضروریات زندگی خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہر دور میں اس قسم کے آدمی موجود رہے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں۔ اگر اس قسم کے حضرات میں سے کوئی صاحب مل جائے تو اس کی صحبت میں بیٹھنے اور اس سے فیض اخذ کرنے کو غنیمت سمجھا جائے۔

توکل کی فضیلت کے متعلق حدیثیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت میں سے ستر ہزار بلاحساب جنت میں داخل ہونگے۔ اور یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ منتر کرتے ہونگے۔ اور نہ شگون بد لیتے ہونگے۔ اور صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہوں گے۔

حاشیہ المشکوٰۃ

هٰذَا صِفَةُ الْاَوْلِیَاءِ الْعَارِفِیْنَ عَنِ الْاَسْبَابِ لَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلٰی شَیْءٍ مِّنَ الْعَلَائِقِ وَتِلْكَ دَرَجَةُ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامُّ رُخِّصَ لَهُمُ التَّدَاوِیْ وَالْمُعَالَجَاتُ وَمَنْ صَبَرَ عَلَی الْبَلَاءِ وَانْتَظَرَ الْفَرَجَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالدُّعَاءِ كَانَ مِنْ جُمْلَةِ الْخَوَاصِ انتہیٰ۔

ترجمہ۔ یہ اولیاء کی صفت ہے۔ جو اسباب سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اسباب کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور یہ درجہ خواص کا ہے۔ اور عوام کو دوائی استعمال کرنے اور علاج کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ اور جو شخص تکلیف پر صبر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کے ذریعے سے تکلیف کے دور ہونے کا انتظار کرے۔ یہ شخص بھی خواص کی جماعت میں سے ہوگا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں خواص وہ لوگ ہیں۔ جو اسباب ظاہری کو کامیابی کا ذریعہ نہیں بناتے۔ بلکہ کامیابی کا ذریعہ فضل خداوندی کو خیال کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ یَمُرُّ النَّبِیُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِیُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِیُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ فَرَاَیْتُ سَوَادًا كَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَسُرِرْتُ اَنْ یَّكُوْنَ اُمَّتِیْ فَقِیْلَ هٰذَا مُوْسٰی فِیْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِیْلَ لِیْ انْظُرْ فَرَاَیْتُ سَوَادًا كَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ لِیْ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَاَیْتُ سَوَادًا كَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِیْنَ لَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَكْتَوُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں پس ایک نبیؑ گزرا۔ اور اُس کے ساتھ فقط ایک آدمی تھا۔ اور ایک نبیؑ گزرا جس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ اور ایک نبیؑ گزرا۔ جس کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ اور ایک ایسا تھا جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی۔ جس نے آسمان کے کنارے کو بھر لیا تھا۔ میں نے امید کی کہ یہ میری اُمت

ہوگی - پھر کہا گیا - یہ موسیٰؑ اپنی قوم میں ہیں - پھر مجھے کہا گیا - دیکھ - پھر میں نے ایک بڑی جماعت کو دیکھا - جس نے آسمان کے کنارے کو بھر لیا تھا - پھر مجھے کہا گیا - اِدھر دیکھ - اُدھر دیکھ - پھر میں نے ایک بڑی جماعت کو دیکھا جس سے آسمان کا کنارہ بھرا ہُوا تھا - پھر کہا گیا - یہ تیری اُمّت ہے - اور ان کے ساتھ ستّر ہزار ہیں جو ان کے آگے ہیں - وہ بہشت میں بلاحساب جائیں گے - یہ وہ لوگ ہیں جو نہ شگون بد لیتے تھے اور نہ منتر کرتے تھے - اور نہ (بیمار کو) داغ دیتے تھے - اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے - پھر عکاشہ بن محصن کھڑا ہُوا - پھر کہا - اللہ سے دُعا کیجئے - مجھے ان میں سے کرے - آپؐ نے فرمایا - اے اللہ اس کو انہیں میں سے کر دے - پھر ایک اور شخص کھڑا ہُوا - پھر کہا - اللہ سے دُعا کیجئے - مجھے بھی انہیں میں سے کرے - آپؐ نے فرمایا - اس مرتبہ کے لئے عکاشہ تم سے سبقت لے گیا -

عَنْ عُمَرَ رضؓ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا - رواه الترمذی -

ترجمہ - عمر بن الخطاب سے روایت ہے - کہا - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا - فرماتے تھے - اگر تم اللہ پر توکّل کرکے بیٹھ جاؤ - جیسی کہ توکّل چاہئے البتہ تمہیں ایسے طریقہ سے رزق دے - جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے - صبح کو بھوکے ہوتے ہیں - اور شام کو پیٹ بھرے ہوتے ہیں -

عَنْ عَمْرِو رضؓ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشِّعَابَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشِّعْبَ رواه ابن ماجة -

ترجمہ - عمرو بن العاص سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - انسان کا دل ہر جنگل میں ایک شاخ ہے - (یعنی اس کو ہر طرح کی فکر ہے) پھر جس شخص نے اپنے دل کو ساری شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی ہر قسم کی فکر میں مشغول رہا) اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا - خواہ وہ کسی جنگل میں اسے ہلاک کر دے - اور جس نے اللہ پر توکل کی - اور اپنے کاموں کو

کو خُدا کے سپرد کر دیا اللہ اس کے تمام کاموں کو درست کر دیتا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ جس نے بندگی کے فرض منصبی یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کی رضا طلبی سے مُنہ موڑا - اور دُنیا کے کاموں کی فکر میں اپنے آپ کو لگا لیا - اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی قدر و قیمت نہیں ہے - خواہ وہ کسی دُنیا کے کام میں مصروف ہوکر مرے - اور جس شخص نے یاد الٰہی کرنے اور اپنے مولیٰ کو راضی رکھنے کے لئے پوری تن دہی سے کوشش کی اور باقی دُنیا کے کاموں کو خدا کے بھروسہ پر چھوڑا - یعنی بندگی کے فرائض کے ادا کرنے کے بعد جو تھوڑا بہت وقت بچا - اس میں دُنیا کے کاموں کی بھی دیکھ بھال کر لی اس کے دُنیا کے کاموں میں بھی برکت ہو گی - اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے کاموں کو سرانجام کرتا رہے گا - اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى -

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ شوہر کے قریبی رشتہ داروں کا کیا حکم ہے؟ (یعنی دیور، جیٹھ وغیرہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ تو بالکل موت ہے۔ (بخاری: ۵۲۳۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۵۔ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳۔ اگست ۱۹۵۷ء

جو بدنصیب مذہبی جماعتیں بے عمل ہو جائیں تو انہیں کئی طرح کی سزائیں ملتی ہیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

آج کل میری قوم (مسلمان) کی اکثریت اسی طرح قانون الٰہی (قرآن مجید) کی مخالفت کر رہی ہے۔ جس طرح پہلی تباہ شدہ بدنصیب قومیں اپنے اپنے مذہب کے تسلیم کردہ قوانین الٰہیہ کی مخالفت کیا کرتی تھیں۔ پھر جو ان کا حشر ہوا تھا خطرہ ہے۔ کہ ان کا حشر بھی ویسا ہی نہ ہو۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ اپنی قوم کو ان خطرناک حالات کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں۔ خدانخواستہ ساری قوم نہ سہی۔ ممکن ہے۔ کہ کسی کسی کے دل میں خدا تعالےٰ کی گرفت کا ڈر پیدا ہو جائے اور وہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ خدانخواستہ اگر زیادہ کو ہدایت نہ بھی ہوئی اگر ایک شخص کو بھی ہدایت ہوگئی۔ اور تائب ہوکر احکام الٰہی کی تابعداری کرنے لگ گیا۔ تو بھی میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا۔ اس چیز کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں موجود ہے

شہادت

خیبر کی جنگ میں جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ تو انہیں ارشاد فرمایا۔ لَاَنْ يَّهْدِيَ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ۔ ترجمہ۔ اگر تیرے ذریعہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت ہوگئی۔ تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں کے مال غنیمت سے وہ بہتر ہے۔

ہدایات مذہبی سے روگردانی کے باعث یہود کو سزائیں

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ پھر ان کی عہدشکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ لوگ کلام کو اس کے ٹھکانے سے بدلتے ہیں۔ اور اس نصیحت سے نفع اُٹھانا بھول گئے۔ جو انہیں کی گئی تھی۔ اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا۔ مگر تھوڑے ان میں سے سو انہیں معاف کر۔ اور درگزر کر۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (فبما نقضهم میثاقهم) "لعن کے معنی طرد اور ابعاد کے معنی ہیں۔ یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دُور پھینک دیا۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ سے ظاہر فرما دیا۔ کہ ان کے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بیوفائی ہے جو خود انہیں کا فعل ہے۔ اسباب پر مسبب کا مرتب کرنا چونکہ خدا ہی کا کام تھا۔ اس لحاظ سے جعلنا قلوبهم قاسیة کی نسبت اسی کی طرف کی گئی۔ "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" یعنی خدا کی کلام میں تحریف کرتے ہیں۔ کبھی اس کے الفاظ میں کبھی معنی میں۔ کبھی تلاوت میں۔ تحریف کی یہ سب اقسام قرآن کریم اور کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔" "نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ" یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اُٹھاتے۔ جو مثلاً نبی آخرالزمانؐ کی آمد اور دوسرے مہمات دینیہ کے متعلق ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ مگر اپنی غفلتوں اور شرارتوں میں پھنس کر یہ سب بھول گئے۔ بلکہ نصیحتوں کا وہ ضروری حصّہ ہی گم کر دیا۔ اور اب بھی جو نصیحتیں اور مفید باتیں خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے انہیں یاد دلائی جاتی ہیں۔ ان کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے۔ کہ "نقض عہد" کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں۔ "ملعونیت" اور "قسوۃ قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے سبب سے ان کا دماغ ممسوخ ہوگیا۔ حتیٰ کہ نہایت بیباکی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری طرف جب عہدشکنی کی نحوست سے دل سخت ہوگئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا۔ "وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ" اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔ اب ان کی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اس لئے ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی دغابازی اور مکر و فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ (الا قلیلا منهم) یعنی عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام میں داخل ہوچکے "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" یعنی جب ان کی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزئی پر اُلجھنے اور ان کی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" ان کو چھوڑیئے۔ اور درگزر کیجئے۔ اور ان کی بُرائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجئے۔ شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے

کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ "قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ الخ سے مگر اس کی کچھ حاجت نہیں۔ قتال کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کسی وقت اور کسی موقعہ پر بھی ایسی قوم کے مقابلہ میں عفو و در گزر اور تالیف قلب سے کام نہ لیا جائے۔"

یہود کو نقض عہد الٰہی کے باعث مندرجۂ ذیل سزائیں ملیں

ملعونیت[1]۔ قسوۃ قلب[2] ان دونوں کا نتیجہ "تحریف کلام اللہ"[3] اور عدم انتفاع[4] بالذکر۔

پانچویں اور چھٹی سزا یہود گدھوں کی طرح ہیں۔ اور ظالم ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

سورہ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توراۃ اٹھوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے۔ جو کتابیں اٹھاتا ہے ان لوگوں کی بہت بری مثال ہے۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

یہ دو سزائیں بھی نقض عہد الٰہی کے باعث ملی ہیں

یہود کو توراۃ زندگی کا دستور العمل بنانے کے لئے دی گئی تھی۔ مگر انہوں نے زندگی کا دستور العمل نہیں بنایا۔ اس لئے ارشاد باری تعالےٰ ہوا کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے۔ کہ پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔ مگر اس پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہے اس آیت میں ان پر دوسرا الزام قائم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ظالم ہیں۔ کیونکہ یہود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے۔ اور ہم اس کے بندے ہیں۔ وہ ہمارا خالق اور ہم اس کے مخلوق ہیں۔ وہ ہمارا رازق اور ہم اس کے پروردہ ہیں۔ وہ اس جہان کا بادشاہ اور ہم اس کی رعایا ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے بھی جب اس کی طرف سے نازل شدہ دستور العمل پر عمل نہ کریں تو انہیں ظالم کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

نصاریٰ کی عہد شکنی اور اس کی سزا

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا۔ پھر وہ اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے۔ جو انہیں کی گئی تھی۔ پھر ہم نے ان کے درمیان ایک دوسرے کی دشمنی اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا۔ اور اللہ ان کا کیا ہوا انہیں جتلا دے گا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"یعنی یہود کی طرح ان سے بھی عہد لیا گیا۔ لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بے وفائی میں اپنے پیشروؤں سے کچھ کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ان بیش بہا نصائح سے جن پر نجات و فلاح ابدی کا مدار تھا۔ کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ "بائیبل" میں نصیحتوں کا وہ حصہ باقی ہی نہ چھوڑا۔ جو حقیقۃً مذہب کا مغز تھا۔ (فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ) یعنی باہم نصاریٰ میں یا یہود اور نصاریٰ دونوں میں، عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ یعنی جب وحی الٰہی کی اصلی روشنی ان کے پاس نہ رہی۔ تو اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ مذہب تو نہ رہا۔ پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہو کر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہ ہی فرقے وار تصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت و بغض پر منتہی ہوا۔

نصاریٰ کو عہد شکنی کے باعث دو سزائیں ملیں۔ آپس میں دشمنی[1] اور بغض[2]

جن کے متعلق کافی تفصیل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مسلمانوں کے متعلق حضور انور[4] کی پیشگوئی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ ۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی سعید رضؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ تم ضرور تم سے پہلوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے۔ (یعنی انہیں کے طریقے اختیار کرو گے) بالشت بھر بالشت اور ہاتھ بھر ہاتھ (برابر اترو گے) یہاں تک (تابعداری کرو گے) کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے تھے۔ تم (اس بات میں بھی) ان کی تابعداری کرو گے۔ عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا (پہلے لوگوں سے آپؐ کی مراد) یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر اور کون۔ (یعنی میری مراد یہود اور نصاریٰ ہی ہیں۔ تم بھی یقیناً وہ غلطیاں کرو گے جو انہوں نے کی تھیں۔ اور تمہیں بھی وہی سزائیں ملیں گی۔ جو انہیں دی گئی تھیں)

آپ کا فرمان وحی الٰہی ہوتا ہے

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا تھا۔ کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں۔ وہ دراصل میری ہی طرف سے آپ کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور آپ القاء الٰہی کو اپنی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

ارشادِ الٰہی

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝) سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷ مترجمہ:۔ اور نہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے۔ جو اس پر آتی ہے

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں" یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا۔ جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس وحی متلو کو " قرآن" اور غیر متلو کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔

لہٰذا

مذکور الصدر حدیث جو پیش کی گئی ہے۔ اس قاعدے کے لحاظ سے وہ دراصل اللہ تعالےٰ ہی کا اعلان ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت آئندہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔

البتہ ایک قسم کا فرق

ضرور رہے گا۔ یہود و نصاریٰ کی آسمانی کتابوں (توراۃ اور انجیل) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں اٹھایا تھا اس لئے وہ کتابیں دنیا میں محفوظ نہیں رہیں۔ لہٰذا ان کے ہاں آسمانی کتاب ہے ہی نہیں۔ کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر صحیح راستہ پر چل سکیں۔ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ ان کی آسمانی کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہوا ہے۔ اس لئے مسلمان اپنی آسمانی کتاب پر عمل کرنا چاہیں۔ تو ان کی کتاب مقدس ہر شہر۔ ہر قصبہ ہر بستی بلکہ مسلمانوں کے ہر گھر میں موجود ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ثبوت

(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴ مترجمہ:۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کا عجیب طریقہ

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں بے نظیر ہے۔ اسی طرح اس کا ہر کام بھی نرالا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا جب ذمہ اٹھایا۔ تو اسے ایسی جگہ محفوظ کر دیا۔ کہ نہ وہاں سے کوئی چوری کر سکتا ہے۔ اور نہ وہاں سے کوئی ڈاکو اٹھا کر لے جا سکتا ہے۔ اور وہ جگہ انسان کا دماغ ہے۔ آج دنیا کی سطح پر کسی مذہب کی کوئی کتاب بھی آپ سوائے قرآن مجید کے انسانوں کے دماغوں میں محفوظ نہیں پائینگے۔ ہندؤں میں ویدوں کا ایک شخص بھی حافظ نہیں ملے گا۔ عیسائیوں کی چاروں انجیلوں کا ایک حافظ بھی نہیں ملے گا۔ اور دنیا کے ہر خطہ میں جہاں کہیں بھی آپ جائیں گے۔ آپ کو قرآن مجید کے کئی حافظ مل جائیں گے۔

حاصل

گذشتہ سطور کا حاصل یہ ہے۔ کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی اس مذہبی کتاب (قرآن مجید) کے سوا کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ نعمت نصیب ہو سکتی ہے۔ کہ اگر ہم لوگ اللہ تعالےٰ کے تجویز کردہ نظام حیات انسانی پر چلنا چاہیں۔ تو ہمارے پاس کتاب الٰہی کی روشنی موجود ہے۔ جس کی روشنی میں چلتے ہوئے سیدھے دروازہ الٰہی پر پہنچ جائیں۔

ایک اور احسان

اللہ تعالےٰ کا مسلمانوں پر ایک اور ایسا احسان ہے جو دنیا کی کسی قوم پر نہیں ہے۔ اور وہ ارشادات نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محفوظ ہونا ہے۔ حدیث شریف میں اس قسم کے الفاظ ہیں۔ کہ انبیاء سابقین کی کلام میں سے فقط یہ ایک فقرہ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت؟ مترجمہ:۔ جب تم میں حیا باقی نہ رہے۔ پھر تو جو چاہے سو کر۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد آج تک محفوظ ہے۔

اس کی شہادت

امام الاولیاء والصلحاء وامام المحدثین فی الھند وکاشف اسرار الشریعۃ الذی اظن انہ لا نظیر لہ فی جامعیۃ الادمغۃ الحمیدۃ فی القرون المتاخرۃ الذی ھو جامع بین العلوم الظاھرۃ والباطنۃ الامام ولی اللہ الدھلوی قال فی حجۃ اللہ البالغۃ لَامَّا الصَّحِیْحَانِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ مَا فِیْھِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ صَحِیْحٌ بِالْقَطْعِ وَاَنَّھُمَا مُتَوَاتِرَانِ اِلٰی مُصَنِّفَیْھِمَا وَاَنَّہٗ کُلُّ مَنْ یَّھُوْنُ اَمْرَھُمَا فَھُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ (من باب طبقات کتب الحدیث)

مترجمہ:۔ صحیحان (بخاری اور مسلم) پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ ان دونوں کتابوں میں جتنی متصل اور مرفوع حدیثیں ہیں (وہ سب) یقیناً صحیح ہیں۔ اور تحقیق یہ دونوں کتابیں ان کے دونوں مصنفوں سے لے کر متواتر چلی آرہی ہیں۔ (یعنی ان میں ذرہ بھر شک نہیں ہے۔ کہ یہ دونوں کتابیں وہی ہیں جو ان کے مصنفوں نے تصنیف کی تھیں۔) اور تحقیق شان یہ ہے۔ ہر وہ شخص جو ان دونوں کتابوں کی توہین کرے پس وہ بدعتی ہے۔ اور مومنوں کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستہ پر چلنے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جس طرح مسلمانوں کے پاس آسمانی کتاب موجود ہے۔ اسی طرح ان کے پاس ارشادات نبویہ بھی صحیح سالم موجود ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

باوجودیکہ دونوں چیزیں

موجود ہیں۔ پھر بھی جب مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے۔ تو یہود اور نصاریٰ کی اللہ تعالےٰ سے عہد شکنی کے بعد جو حالت ہو گئی تھی۔ بعینہٖ مسلمانوں کی بھی وہی حالت نظر آتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کا مرض پایا جاتا ہے۔

مثلاً

(۱) قسوۃ قلبی۔ دل کا سخت ہو جانا۔ کیا

مسلمانوں میں قسوۃ قلبی والے موجود نہیں ہیں۔ یہ چوری۔ یہ ڈاکہ زنی۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل کر دینا۔ قرض لے کر نہ دینا۔ قرض خواہ کی حالت خواہ کتنی قابل رحم کیوں نہ ہو۔

(۲) خیانت۔ بد دیانتی۔ پاکستان بننے کے بعد تو مسلمانوں کی اکثریت اتنی بد دیانت ہو گئی ہے کہ کافر (انگریز) کی حکومت میں بھی اتنے بد دیانت نہیں تھے۔ بازار میں جائیے۔ ہر چیز گاہک کو خالص کہہ کر دیں گے۔ حالانکہ اکثر چیزوں میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ مثلاً لاہور میں مرچوں میں سرخ اینٹیں پیسی ہوئی۔ ہلدی میں زرد رنگ کی اینٹیں پیسی ہوئی ملائی جاتی ہیں۔ آٹے میں سوکھے ٹکڑے جو بھیک مانگنے والے فقیر بچے کھچے ٹکڑے سوکھا کر دکاندار کے ہاں بیچ جاتے ہیں۔ دودھ میں پانی ملایا جاتا ہے۔ دھوبیوں کے سوڈے میں نمک ملایا جاتا ہے۔ سرکاری ملازموں میں انگریز کے وقت میں اتنی رشوت خوری کی عادت نہیں تھی۔ جتنی اب ہے۔ تنخواہ حکومت کے خزانے سے لیتے ہیں اور جس کام کے لئے حکومت کے خزانے سے تنخواہ لیتے ہیں اسی خدمت کے انجام دینے میں رعایا سے مزید معاوضہ لیتے ہیں جو قطعاً حرام ہے۔

(۳) باہمی عداوت۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو عہد شکنی کے باعث یہ سزا دی تھی۔ کہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں عداوت اور بغض بھر دیا تھا۔ مسلمانوں کی حالت کو دیکھ لیجئے کہ سیاسیین ہوں۔ یا مذہبی راہ نما دونوں گروہوں میں آپس میں کسقدر عداوت اور دشمنی ہے۔ یہ چیز پتہ دیتی ہے۔ کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کی ہے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

اگر یہ ناشائستہ حرکتیں یہود کے نقض عہد الٰہی، کے باعث ان پر لعنتِ الٰہی کے پڑنے کے سبب سے ہو رہی تھیں۔ تو کیا یہی رائے مسلمانوں کے متعلق قائم نہیں کی جا سکتی کہ مسلمانوں نے بھی قانون الٰہی (قرآن مجید) کو عمل میں لانے سے موہنہ موڑا۔ اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے۔ یہود کی طرح اللہ تعالیٰ ان سے بھی ناراض ہو گیا۔ اور ان سے بھی وہی ناشائستہ حرکتیں ہونے لگیں۔ جو وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے

(سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج ۴۴ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲ ترجمہ:۔ یہی اللہ کا قانون ہے۔ ان لوگوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پائیں گے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جو قانون گذشتہ لوگوں کے لئے تھا۔ آج کل کے دور کے لوگوں کے لئے بھی وہی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

استثناء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ آپ کی امت میں ایک جماعت حق پرستوں کی ضرور موجود رہے گی۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمان سارے کے سارے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

اس فرقے کی پہچان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا۔ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ) ترجمہ:۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (اور وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

لہٰذا جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے عہد بندگی کو پورا کرنا اور نباہنا چاہے۔ تو وہ ان دو چیزوں کو مضبوط کر کے پکڑ لے۔ (یعنی ان پر عمل کرے) تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ اور عذاب الٰہی سے نجات ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۳ صفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰۔ اگست ۱۹۵۷ء

(۱) شہنشاہِ حقیقی کا قانون قرآن مجید ہے

(۲) اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے ظالم ہیں۔

(۳) بارگاہ الٰہی سے ظالموں کو سزا ملتی ہے۔

(۴) سزا سے پہلے انہیں مہلت دی جاتی ہے۔

(۵) اللہ تعالےٰ ظالموں کو معاف فرمادے تو اس کا فضل ہے معافی لینے کا طریقہ

(۶) خلاف ورزی کرنے والوں کی دو قسمیں۔ باغی اور بدمعاش

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

دعاوی سابقہ میں سے ہر ایک کا ثبوت پہلا دعوےٰ شہنشاہِ حقیقی کا قانون قرآن مجید ہے

اس کے شواہد

شاہد اوّل

(اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۲۱ پارہ ۲

ترجمہ۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے گمراہی کو بدلے ہدایت کے خریدا۔ اور عذاب کو بدلے بخشش کے۔ پس دوزخ کی آگ پر ان کا کتنا بڑا صبر ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ اتاری۔ اور بیشک جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا۔ البتہ ضد میں بہت دور جا پڑے۔

شاہد دوم

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۱۰ پارہ ۳

ترجمہ۔ اس (اللہ) نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی۔ جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔

شاہد سوم

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ) الآیہ

سورہ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ اور اس کے رسول پر یقین لاؤ۔ اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب پر جو پہلے نازل کی تھی۔

شاہد چہارم

(اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝)

سورہ الاعراف رکوع ۲۴ پارہ ۹

ترجمہ۔ بیشک میرا حامی اللہ ہے۔ جس نے کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ نیکوکاروں کی حمایت کرتا ہے۔

شاہد پنجم

(تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝)

سورہ الفرقان رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو۔

شاہد ششم

(اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝)

سورہ الزمر رکوع ۴ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ بیشک ہم نے تجھ پر یہ کتاب سچی لوگوں کے لئے اتاری ہے۔ پھر جو راہ پر آیا۔ سو اپنے لئے۔ اور جو گمراہ ہوا۔ سو وہ گمراہ ہوتا ہے۔ اپنے بُرے کو۔ اور آپؐ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

۶ صورتوں میں

برادران اسلام۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی چھ سورتوں کا حوالہ میں نے پیش کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بار بار اعلان فرمایا ہے۔ کہ قرآن مجید کو میں نے نازل فرمایا ہے۔ اور بھی حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر بطور مشتے نمونہ از خروار۔ میں نے ۶ حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ مسلمان تو خیر مان ہی جائیگا میرا یقین ہے کہ اگر کسی انصاف پسند غیر مسلم کے سامنے بھی پیش کئے جائیں گے۔ تو اسے بھی از روئے انصاف ماننا پڑے گا۔ کہ واقعی قرآن مجید آسمانی کتاب ہے۔

آج سطح دنیا پر

کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے دعوےٰ لیا لیا ہو۔ کہ یہ کتاب میری نازل کردہ ہے۔ الحمد للہ یہ شرف فقط اسی قرآن مجید کو حاصل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نصیب ہوا ہے۔

مسلمان کے خلاف گواہوں کے سوا بھی جرم ثابت ہے

چونکہ مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ اس لئے مسلمان قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستور العمل نہ بنائے تو اس پر فرد جرم لگانے کے لئے کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید کے متعلق مسلمان کا عقیدہ ہی اس کو مجرم بنانے کے لئے کافی اور شافی ثبوت ہے۔

حکومت کے سوا مسلمان کا ذاتی فرض بھی ہے

کہ جن احکام کا اس سے براہ راست تعلق ہے۔ انہیں تو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالے۔ ہاں جن احکام کا اجرا حکومت ہی کر سکتی ہے۔ مثلاً ان احکام کے متعلق حکومت سے اجرا یا عدم اجرا کی باز پرس ہو۔

لہٰذا مسلمانوں کا یہ عذر

نہیں ہوسکتا۔ کہ چونکہ حکومت نے کتاب و سُنۃ کے مطابق قانون نہیں بنایا تھا۔ اس لئے ہم نے اسلامی قانون پر عمل نہیں کیا۔ قرآن مجید کو کلام الٰہی ماننے کے بعد مسلمان کی نجات کا فقط ایک ہی راستہ ہے۔ کہ جن احکام الٰہی کا تعلق ہر انسان کے ساتھ ہے۔ انہیں حسب توفیق معمول بہ ضرور بنائے۔

دوسرا دعوےٰ۔ اسکے شواہد
احکام الٰہی کی مخالفت کرنیوالے ظالم ہیں
شاہدِ اوّل

(وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کریگا۔ سو وہی ظالم ہیں۔

شاہد دوم

(وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ) الآیہ

سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور انہیں (بیویوں کو) تکلیف دینے کے لئے نہ روکو۔ تاکہ تم سختی کرو۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے اُوپر ظلم کرے گا۔

شاہد سوم

(مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

سورہ ال عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ۔ اس دُنیا کی زندگی میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جس طرح ایک ہوا ہو۔ جس میں تیز سردی ہو۔ وہ ایسے لوگوں کی کھیتی کو لگ جائے۔ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا۔ پھر اس کو برباد کر گئی۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنے اُوپر ظلم کرتے ہیں۔

حاصل

تینوں شواہد کا حاصل یہ ہے۔ کہ احکام الٰہی کی مخالفت کرنے والے ظالم ہیں اور یہ لوگ در اصل اپنے اُوپر ظلم کر رہے ہیں۔ مثلاً چور جب چوری کرتا ہے بظاہر تو دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر حقیقت میں دیکھا جائے تو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ کیونکہ جب اس جرم میں گرفتار ہوگا۔ تو ہتھکڑی لگتے وقت یہ ذلیل ہوگا۔ جیل میں یہ جائے گا۔ جیل خانہ کی ساری میعاد میں دن رات یہ ذلیل ہوتا رہیگا۔ علیٰ ہذا القیاس شہنشاہِ حقیقی عز اسمہٗ و جل مجدہٗ کے احکام کی مخالفت کرنے والے ظالم ہیں۔ یہ لوگ در اصل اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں۔ اس مخالفت کے باعث ان کی قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی۔ قیامت کے دن بجائے بہشت میں داخل ہونے کے دوزخ میں داخل ہونگے۔ جہاں نہ موت ہوگی اور نہ زندگی کا لطف۔ اور دوزخ کی آگ دُنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ گرم ہے۔ دُنیا کی آگ ایک حصّہ گرم ہے اور دوزخ کی آگ ۷۰ درجہ گرم ہے۔

تیسرا دعوےٰ اور اس کے شواہد
بارگاہ الٰہی سے ظالموں کو سزا ملتی ہے
شاہد اوّل

(فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۵ پارہ ۷

ترجمہ۔ پھر ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

حاصل

ان ظالموں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں اللہ تعالےٰ مستحق تعریف ہے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو انسانی ..... وجود کا یہ ناسور دوسروں کو گمراہ کرتا رہتا۔ ان ظالموں کا صفحہ ہستی سے مٹانا ہی افرادِ انسانی کے لئے اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے۔

شاہد دوم

(فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

سورہ الاعراف رکوع ۲۱ پارہ ۹

ترجمہ۔ پھر جب وہ بھول گئے اس چیز کو جو انہیں سمجھائی گئی تھی۔ تو ہم نے انہیں نجات دی جو بُرے کام سے منع کرتے تھے۔ اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے باعث بُرے عذاب میں پکڑا۔

حاصل

یہ نکلا کہ احکام الٰہی کی مخالفت کرنے والوں کو روکنے والے عذاب الٰہی سے بچ گئے۔ باقی سب عذاب الٰہی سے ملیامیٹ ہوگئے۔ اور لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر دُنیا سے رخصت ہوئے اور ابدالآباد کے لئے دوزخ کا ٹکٹ لے کر دنیا سے گئے۔

لہٰذا

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ احکام الٰہی کی مخالفت خود نہ کرے۔ اور کرنے والوں کو ضرور روکے۔ تاکہ وہ لوگ بھی گناہ سے بچ جائیں۔ اور اگر وہ خدانخواستہ باز نہیں آئیں گے۔ تو قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں یہ عذر تو نہیں کر سکینگے کہ اے اللہ ہمیں تیرے کسی بندے نے صحیح راستہ کی اطلاع نہیں دی تھی اسی کا نام شریعت میں اتمام حجّت ہے۔

شاہد سوم

(وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝) سورہ ہود رکوع ۸ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور ان ظالموں کو کڑک نے آپکڑا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے تھے۔ فقط وہ لوگ عذاب الٰہی سے بچے۔ ان کے علاوہ سب تباہ ہوگئے۔ اے قرآن مجید کی نافرمانی کرنے والے مسلمانو۔ عبرت حاصل کرو۔

شاہد چہارم

(وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝

سورہ الکہف رکوع ۵ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور یہ بستیاں ہیں۔ جنہیں ہم نے ہلاک کیا ہے۔ جب انہوں نے ظلم کیا تھا۔ اور ہم نے ان کی ہلاکت کا بھی ایک دن مقرر کیا تھا۔

حاصل

یہ نکلا کہ برباد شدہ بستیوں والوں نے احکام الٰہی کی مخالفت کرنے کے باعث ظلم کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان ظالموں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ جب اللہ تعالےٰ کی ان گنت نعمتیں کھا پی کر بھی شکر نہ کریں بلکہ ہر وقت مخالفت اور بغاوت پر آمادہ رہیں تو ایسے ظالموں کو زندہ رکھ کر اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو ضائع کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر خدا کی سرزمین کو پاک کر دیا جائے۔

شاہد پنجم

(اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ۝) سورہ صٰفّٰت رکوع ۱ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ (قیامت کے دن حکم ہوگا) انہیں جمع کردو۔ جنہوں نے ظلم کیا اور ان کی بیویوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ سوائے اللہ کے۔ پھر انہیں جہنم کے راستہ کی طرف ہانک کر لے جاؤ۔

یقین آہی گیا ہوگا

احکامِ قرآن مجید کی **مخالفت** کرنے والے انسانو۔ مَیں نے چھ شہادتیں قرآن مجید ہی سے پیش کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے انسانوں پر عذاب الٰہی دُنیا میں آتا ہے اور قیامت کے دن بھی وہ ظالم عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ میرا خیال ہے اب تو یقین آہی گیا ہوگا۔ کہ شاہنشاہ حقیقی کے فرمان کے مخالفوں کی دُنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے دوزخ کا عذاب مقرر ہے۔

چوتھا دعوےٰ اور اس کے شواہد

سزا سے پہلے مہلت ملتی ہے

برادران اسلام۔ قرآن مجید سے اس چیز کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ اپنے نافرمانوں کو مہلت بھی دیتے ہی رہے ہیں۔

شاہد اوّل

(وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝) سورہ الاعراف پارہ ۹ رکوع ۲۳

ترجمہ۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ہم انہیں آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ ایسی جگہ سے جہاں انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور مَیں انہیں مہلت دونگا۔ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ "جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی۔ بلکہ دنیوی عیش اور فراغی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ غفلتِ سزا سے بیفکر ہوکر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری ہونی ہے۔ رفتہ رفتہ اپنے کو علانیہ اور کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں۔ یہ ہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں۔ کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ خدا نے "کید" (داؤ یا خفیہ تدبیر) اسی کو کہا کہ ایسی کارروائی کی جائے جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر و عذاب ہو۔ بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے۔ جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔"

شاہد دوم

(فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝)

سورہ القلم رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ پس مجھے اور اس کلام کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دو۔ ہم انہیں بتدریج (جہنّم کی طرف) لے جائیں گے۔ اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ اور ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔ بیشک ہماری تدبیر زبردست ہے۔

پانچواں دعویٰ۔ اللہ تعالےٰ ظالموں کو معاف فرمادے تو اس کا فضل ہے اور معافی حاصل کرنیکا طریقہ اور اس کے شواہد

شاہد اول

(فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۰ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ سو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی۔ جو ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا۔ سوائے یونسؑ کی قوم کے۔ کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دُنیا کی زندگی میں ان سے ذلّت کا عذاب دُور کر دیا۔ اور ہم نے اُنہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں۔ ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی۔ جو عذاب الٰہی سے نجات دیتا۔ صرف یونسؑ کی قوم کی ایک مثال ہے۔ جس نے ایمان لاکر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچالیا۔ جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ خدا نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں اُن پر سے آنے والی بلا ٹال دی۔ اور جس وقت تک انہیں دُنیا میں رہنا تھا۔ یہاں کے فوائد و برکات سے منتفع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سرزمین "موصل" میں اہل نینوٰی کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام لگاتار سات برس تک پند و نصیحت کرتے رہے۔ انہوں نے ایک نہ سُنی۔ یوماً فیوماً انکار و تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس علیہ السلام نے تنگ آکر ان کو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے۔ تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھاگیا جس سے سخت دُھواں نکلتا تھا۔ وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ حتّٰی کہ ان کی چھتیں بالکل تاریک ہوگئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب اُنہیں ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ تو یونسؑ کی تلاش ہوئی۔ وہ نہ ملے۔ تو سب لوگ عورتوں بچّوں سمیت بلکہ مواشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچّے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے چیخیں مارتے تھے۔ اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے چاروں طرف آہ و بُکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور کہتے جاتے تھے۔ کہ "اٰمَنَّا بِمَا جَاءَ بِهٖ یُوْنُسُ" جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے اُن کے تضرع و بُکا پر رحم فرمایا۔ اور آثارِ عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اُٹھا لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر علماء سلف کے دو قول ہیں اکثر علما کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ ان کو نہ ہُوا تھا۔ صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ "ایمان یاس" جو معتبر و مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے۔ کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لائے۔ جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں

میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قوم یونسؑ کا ایمان بھی فرعون کی طرح "ایمان یاس" تھا۔ جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن حق تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے خلاف قاعدہ بطور استثناء اس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا ان کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب ٹل گیا۔ یا آخرت میں بھی موجب نجات ہو گا۔ ابن کثیر نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ مفید معتبر ہو گا۔ واللہ اعلم"

بہرحال

جس غرض کے لئے (اس عاجز نے) یہ حوالہ پیش کیا تھا۔ وہ مطلب حاصل ہو گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ ظالموں کو معاف فرمادے تو اس کا فضل ہے"

شاھد دوم

(فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ) سورہ النوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ پس میں نے کہا۔ اپنے رب سے بخشش مانگو۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار (مینہ) برسائیگا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ ان آیات کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک کی طرف جھکو گے۔ اور اس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ پچھلے سب قصور یک قلم معاف کردے گا یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالےٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیج دے گا۔ جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہونگے۔ غلّے۔ پھل۔ میوہ کی افراط ہوگی۔ مواشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے۔ دودھ بڑھ جائے گا۔ اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد نرینہ

جننے لگیں گی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائیگا"

چھٹا دعویٰ

مخالف کرنے والوں کی دو قسمیں۔ باغی اور فاسق۔ اور ان کے شواہد

باغیوں کی تین قسمیں

منافق۔ کافر۔ مشرک تینوں کیلئے نجات نہیں ہو گی

شاھد اوّل

(وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝)

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کا وعدہ دیا ہے۔ وہی انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شاھد دوم

(لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝) سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ تاکہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور عورتوں پر مہربانی کرے۔ اور اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ منافق۔ کافر اور مشرک کے لئے (جو انہیں حالتوں میں مبتلا ہو کر مرے) نجات نہیں ہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم آمین۔

فاسقوں (یعنی ایمان سلامت ہے مگر قانون الٰہی کی عملاً مخالفت کرنے والوں) کے گناہ اکثر خود بخود معاف ہو جاتے ہیں

شاھد اوّل

(وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝) سورہ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا حاشیہ

"نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح۔

جو نیکیاں کرے اس کی برائیاں معاف ہوں اور جو نیکیاں پکڑے اس سے خوبرائیوں کی چھوٹے۔ اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو۔ وہاں ہدایت آئے۔ اور گمراہی مٹے۔ لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہیئے۔ جتنا میل۔ اتنا صابون۔

شاھد دوم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مسلم یا کہا مومن بندہ وضو کرتا ہے۔ پھر منہ دھوتا ہے۔ اس کے منہ سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا۔ آپؐ نے پانی کے ساتھ فرمایا۔ یا آخری قطرہ پانی کے ساتھ فرمایا۔ پھر جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے۔ تو اس کے دونوں ہاتھوں نے جو گناہ کیا تھا وہ نکل جاتا ہے۔ پانی کے ساتھ فرمایا۔ یا آخری قطرہ پانی کے ساتھ فرمایا۔ پھر جب دونوں پاؤں دھوتا ہے۔ تو ہر گناہ نکل جاتا ہے جو اس کے پاؤں نے چل کر کیا تھا۔ پانی کے ساتھ فرمایا۔ یا آخری قطرہ پانی کے ساتھ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ (مومن) گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ مومن فاسق کے گناہ وضو کرنے کے باعث خود بخود معاف ہو جاتے ہیں اللھم اجعلنا منھم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۰-صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۶-ستمبر ۱۹۵۷ء

جس شخص نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا۔ وہ شرک نہیں کرسکتا اور جسنے رحمۃ للعالمین کے منصب کو پہچان لیا وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہوسکتا

اللہ تعالےٰ کی دو طریقوں سے پہچان

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

پہلا۔ زمین و آسمان میں اس جیسا محسن (مہربان) کوئی نہیں۔

دوسرا۔ اگر ناراض ہوجائے۔ تو اُس جیسی گرفت بھی کوئی نہیں کرسکتا۔

لھٰذا

انسان کا فرض ہے۔ ایسے کام کرے۔ جن سے اس کی رحمت حاصل ہو۔ اور ایسے کاموں سے پرہیز کرے۔ جن سے اس کا غضب جوش میں آئے۔

اللہ تعالےٰ کی پہچان کا پہلا طریقہ

زمین و آسمان میں اُس جیسا محسن (مہربان) کوئی نہیں۔ اس کی علامتیں

پہلی

(یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمۡ ؕ وَنُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَیۡلَا یَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَیۡـًٔا ؕ الآیہ سورہ الحج رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اے لوگو۔ تمہیں دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے۔ تو ہم نے تمہیں مٹی سے پھر قطرہ سے پھر جمے ہوئے خون پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی اور بغیر نقشہ بنی ہوئی سے بنایا۔ تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کریں۔ اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں۔ ایک مدت معین تک ٹھہراتے ہیں۔ پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں۔ پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور کچھ تم میں سے مرجاتے ہیں۔ اور کچھ تم میں سے نکمی عمر تک پہنچائے جاتے ہیں۔ کہ سمجھ بوجھ کا درجہ پاکر پھر ناسمجھی کی حالت میں جا پڑتا ہے۔

حاصل اس آیت کا یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ وہ قادر مطلق ہے کہ انسان کے وجود کا خمیر مٹی سے اُٹھاتا ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے نطفے کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ نطفے سے پھر جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ بوٹی بننے کے بعد کبھی تو آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک وغیرہ) بنا دیا جاتا ہے۔ اور یا یونہی ناقص شکل میں گر جاتا ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ سے بچہ کی صورت میں ماں کے پیٹ سے باہر لاتا ہے۔ پھر بعض کو جوانی تک پہنچاتا ہے۔ اور بعض کو وفات دے کر دنیا سے اُٹھا لیتا ہے۔ اور بعض اس عمر تک پہنچتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر آدمی کے اعضاء قویٰ جواب دیدیتے ہیں۔ اور سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکمّا ہو جاتا ہے۔ یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے۔ اور جانی ہوئی چیزوں کو کچھ نہیں جانتا۔ گویا بوڑھا ہو کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔

مذکور الصدر دس حالتوں کی تبدیلی انسان پر محض اللہ تعالےٰ کے حکم ہی سے ہوتی ہے۔ جس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے۔

عبرت

اے انسان جب تیرے وجود کے اندر کی تمام تبدیلیاں فقط اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے ہوئی ہیں۔ اس سے تمہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کیا تمہارا فرض عین یہ نہیں ہے کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے۔ کہاں تو مٹی تھا اور کہاں جیتا جاگتا بولتا چالتا انسان۔ سینکڑوں، ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں روپوں کی جائدادوں کا مالک ہے کوئی عالم ہے تو کوئی فاضل۔ کوئی ڈپٹی کمشنر ہے۔ تو کوئی کمشنر ہے۔ کوئی وزیر ہے تو کوئی گورنر ہے۔ اور کوئی گورنر جنرل ہے۔ اسی لئے عبرت دلانے کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ ترجمہ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

دوسری

(وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِیۡنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ یَكۡفُرُوۡنَ ۝)

سورہ النحل رکوع ۷ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں پیدا کیں۔ اور تمہیں تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے دیئے۔ اور تمہیں کھانے کے لئے اچھی چیزیں دیں۔ پھر کیا جھوٹی باتیں تو مان لیتے ہیں۔ اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ایمان سے کہو

اے انسان۔ تو ہی ایمان سے کہہ۔ اللہ تعالےٰ جیسا کوئی اور تیرا محسن ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی نے تجھے بیویاں پیدا کرکے دیں۔ جن سے مل جل کر رہنے میں تمہارے دل کو اطمینان۔ سکون اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان بیویوں کے ذریعہ سے بیٹے نصیب ہوتے ہیں۔ اور بیٹوں کے بعد اللہ تعالےٰ پوتے عطا فرماتا ہے۔ فقط ایک اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ہے۔ جو انسان کو اس قسم کی بے بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا انسان کا بھی فرض ہے کہ فقط اسی کا ہو کر رہے۔ اسی کی اطاعت کرے۔ اور سرمو بھی اس کی نافرمانی نہ کرے۔

تیسری

اللہ تعالےٰ کی پہچان کی یہ تیسری علامت ہے (وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ)

سورہ النحل رکوع ۷ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ اور تمہیں کھانے کے لئے اچھی چیزیں دیں۔ کھانے کی چیزوں کی اگر فہرست مرتب کی جائے۔ تو میرا خیال ہے کہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ کیونکہ اس میں تمام دُنیا کی سبزیاں۔ ترکاریاں۔ اناج۔ میوہ جات

لکھے جائیں گے ۔ اور اگر ان چیزوں کی پیداوار کے مقامات اور ان کی تاثیرات بھی ضبطِ تحریر میں لائی جائیں ۔ تو اس مجموعہ کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی۔ اے انسان ۔ جس اللہ تعالےٰ نے تمہیں یہ سب نعمتیں عطا فرمائی ہیں ۔ کیا تیرا یہ فرض نہیں ہے ۔ کہ تو بھی ہر حالت میں فقط اسی کو راضی رکھنے کی کوشش کرے ۔ اور سب سے کٹ کر فقط اسی کا ہو کر رہے ۔

چوتھی سے چودھویں تک

(اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْہٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ ۝ وَاٰتٰىکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۭ) الآیہ

سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ ۔ اللہ وہ ہے ۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے ۔ اور آسمان سے پانی نازل کیا ۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے ۔ اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں ۔ تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں ۔ اور نہریں تمہارے تابع کر دیں ۔ اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا ۔ جو ہمیشہ چلنے والے ہیں ۔ اور تمہارے لئے رات اور دن کو تابع کیا اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی ۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو ۔

فقط اس آیت میں نعمتوں کی تعداد گیارہ ہے

اے انسان تو ہی انصاف سے کہہ کیا جس محسن نے تم پر یہ گیارہ احسان بلا معاوضہ کئے ہیں ۔ تم پر یہ حق نہیں عائد ہوتا ۔ کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے ۔ اور اسی کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض عین خیال کرے ۔ نہ اور کوئی تیرا ہے ۔ نہ تو کسی اور کا ہو ۔

پندرھویں

(وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ۚ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝)

سورہ النحل رکوع ۹ پارہ ۱۴

ترجمہ ۔ اور بے شک تمہارے لئے چارپایوں میں سوچنے کی جگہ ہے ۔ ہم ان کے جسم سے خون اور گوبر کے درمیان خالص دودھ پیدا کر دیتے ہیں ۔ جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے

کیا کوئی اور ہے

اے انسان کیا کوئی اور ہے ۔ جو تجھ پر یہ احسان کرے ۔ کہ جانور کے پیٹ میں چارہ ڈالے ۔ اور اس چارہ کا دودھ بنا کر تمہیں پلائے ۔ جب ایسا محسن تیرا اور کوئی نہیں ۔ تو تیرا بھی فرض ہے کہ تو بھی زندگی بھر فقط اسی کا ہو کر رہے ۔

سولھویں اور سترھویں

(وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَکَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝)

سورۃ النحل رکوع ۹ پارہ ۱۴

ترجمہ ۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے نشہ اور اچھی غذا بھی بناتے ہو ۔ اس میں لوگوں کے لئے نشانی ہے ۔ جو سمجھتے ہیں ۔

دو نعمتوں کا ذکر

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی دو نعمتوں کا ذکر ہے ۔ کیا ایک لکڑی سے کھجور اور انگور کا پیدا کر دینا اللہ تعالےٰ کا احسان نہیں ہے ۔ اور کیا یہ احسان سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کی طاقت میں ہے ۔ اے انسان جب تو مانتا ہے کہ اور کسی میں نہیں ہے ۔ تو کیا پھر تیرا فرض نہیں ہے کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے ۔

اٹھارھویں رب العالمین

اللہ جلّ شانہٗ کی صحیح پہچان کی اٹھارھویں علامت رب العالمین ہے ۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝)

سورہ الفاتحہ پارہ ۱

ترجمہ ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ۔ جو پالنے والا سارے جہان کا ۔

حاشیہ شیخ الہند

حضرت مولانا و مقتدانا محمود الحسن رح

"یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اوّل سے آخر تک ۔ جو ہوتی ہیں اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں ۔ کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا وہی ہے ۔ خواہ بلا واسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے ۔ تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے ۔ شعر

حمد را با تو نسبتے است درست
بر در ہر کہ رفت بر در تست

مجموعۂ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لئے اس کی جمع نہیں لاتے ۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن عالم ملائکہ ۔ عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں ۔ اس لئے جمع لائے ۔ تاکہ جملہ افرادِ عالم کا مخلوق جنابِ باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے ۔"

اٹھارہ علامتوں کا حاصل

اللہ تعالےٰ کی پہچان کی اٹھارہ علامتیں قرآن مجید کے اندر سے عرض کر چکا ہوں ۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ اے انسان اللہ تعالےٰ کے سوا تیرا اور کوئی محسن نہیں ہے

محسن کا شکر گزار ہونا عام حیوان کیا بلکہ درندوں کے اندر بھی ہے

سب سے بڑا خونخوار درندہ شیر خیال کیا جاتا ہے ۔ آپ لاہور کے چڑیا گھر میں یہ تماشہ دیکھئے ۔ جو شخص اس کی خدمت پر مامور ہے وہ لوہے کے جنگلے کے باہر کھڑا ہو کر شیر کو پکارتا ہے ۔ شیر لیٹا ہوا بھی ہو تو اس کی آواز سن کر فوراً جنگلے کے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا ہے ۔ وہ خا[redacted] اس کی پیٹھ اور گردن پر ہاتھ پھیرتا ہے ۔ شیر نہایت اطمینان سے کھڑا رہتا ہے ۔ شیر اس حالت میں اپنے محسن کے احسان کا شکریہ ادا کر رہا ہے ۔

انسان میں خوبی کی ہر صفت بدرجہ کمال پائی جاتی ہے

خوبی کی جو صفت حیوان میں ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ پر پائی جاتی ہے ۔ انسان میں وہ صفت بدرجۂ اتم و اکمل پائی جاتی ہے شیر تو محسن کے بلانے پر حاضر ہو گیا تھا ۔ جو لوگ صحیح معنی میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں ۔ وہ بن بلائے بھی اپنے محسن (اللہ تعالےٰ) کے ذکر میں محو رہتے ہیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کو ہر وقت حاضر اور ناظر سمجھ کر اس کی بارگاہ میں اپنے دلی مطالبات پیش کرتے ہی رہتے ہیں ۔ چنانچہ ایسے مبارک انسانوں کا ذکر اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب پاک میں

مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا ہے

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ جو اللہ کو کھڑے[1] اور بیٹھے[2] اور کروٹ[3] پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے یہ بے[4] فائدہ نہیں بنایا۔ تو سب عیبوں[5] سے پاک ہے۔ سو ہمیں دوزخ کے عذاب[6] سے بچا۔ اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اُسے رسوا[7] کیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں[8] ہوگا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے[9] سے سُنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ[10] بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں[11] دُور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ[12] موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ[13] کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا[14] نہ کر۔ بے شک تو وعدہ کے خلاف[15] نہیں کرتا۔

نتیجہ

اللہ تعالےٰ کو مذکورۃ الصدر اٹھارہ علامتوں سے پہچاننے کے بعد یہی نتیجہ نکلے گا۔ جو ابھی چند آیتوں کے اندر بیان ہو چکا ہے۔ کہ ایسے لوگ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی سے بندگی کا تعلق نہیں رکھیں گے۔ اور وہ اعلےٰ درجہ کے توحید پرست اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونگے۔ ان لوگوں کے تعلق باللہ کے مضبوط تر ہونے کی ۱۶ وجوہات ابھی گزشتہ آیات میں مذکور ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی پہچان کا دوسرا طریقہ

اگر ناراض ہو جائے تو اس جیسی گرفت بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

نتیجہ

اگر یہ چیز ذہن نشین ہو جائے۔ تو بے شمار آدمی اس سے ڈر کر بھی فقط اسی کے ہو کر رہیں گے۔ کسی بھی دوسرے شخص سے عبدیت کا تعلق قائم نہیں کریں گے۔

اس کی ایک مثال

اگر کسی عورت کو یقین ہو جائے۔ کہ میرا شوہر اتنا غیور ہے۔ کہ اگر میں نے کسی دوسرے شخص سے معمولی سا تعلق ناجائز رکھا۔ تو وہ مار مار کر میری ہڈیاں توڑ دے گا۔ پھر کیا مجال ہے کہ وہ عورت اپنے مرد کا سا تعلق کسی غیر سے رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت کی مثالیں

پہلی

وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

ترجمہ۔ حالانکہ مسیح نے کہا ہے۔ اے بنی اسرائیل اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا + شرک سے مراد ہے کہ بندے کو جو تعلق اللہ تعالےٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا۔ وہ تعلق اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور سے بھی رکھے۔ مثلاً کسی کو اللہ تعالےٰ کے سوا رزق میں تنگی یا کشادگی کرنے والا سمجھنا۔ یا اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو اولاد کے دینے یا نہ دینے کا اختیار سمجھنا وغیرہ

حاصل

یہ نکلا کہ شرک ظلم ہے اور ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی مشرک کی شفاعت نہیں کریں گے۔

دوسری

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِیْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِی النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۳ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں۔ اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

تیسری

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝

سورہ النساء رکوع ۸ پارہ ۵

ترجمہ۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا۔ جو اس کا شریک کرے۔ اور شرک کے ماسوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ مشرک کے لئے قیامت میں بخشش نہیں ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہی میں رہے گا۔

چوتھی

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَی النَّارِ ۝

سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور لوگوں نے اللہ کی راہ سے بہکانے کے لئے شریک بنا رکھے ہیں۔ کہدو۔ نفع اُٹھالو۔ پھر تمہیں آگ کی طرف لوٹنا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ مشرکین کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

چاروں مثالیں

جو اوپر ذکر کی گئی ہیں اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ گرفت کرنے پر آئے تو اس جیسی سزا بھی کوئی کسی کو نہیں دے سکتا۔ مثلاً دوزخ ہی کے متعلق قرآن مجید میں ہے

(ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی)

سورہ الاعلیٰ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس میں نہ تو مرے گا نہ جئے گا۔

لہٰذا

کئی آدمی اللہ تعالےٰ کے اس قسم کے عذاب سے اطلاع پا کر ٹھیک ہو جائینگے۔ شرک سے تائب ہو جائیں گے۔ اور پختہ کار توحید پرست ہو جائیں گے۔

جس نے رحمۃ للعالمین کے منصب

کو پہچان لیا۔ وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہوسکتا

قرآن مجید سے رحمۃ للعالمین کے منصب (مرتبہ) کی تعیین

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝)

سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حضورؐ کی ذات کو نمونہ

بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ چیز بآسانی ثابت ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے جو چیز بھی صادر ہو خواہ وہ قول ہو یا فعل اور اس کا تعلق معاشرت سے ہو یا اخلاق سے۔ اقتصادیات سے ہو یا سیاسیات سے۔ جلوت سے ہو یا خلوت سے۔ اپنوں سے ہو یا غیروں سے۔ میاں کا بیوی سے ہو یا بیوی کا اپنے میاں سے غرضیکہ زندگی کے ہر لمحہ میں مسلمان کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اختیار کرے۔ اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے سے اللہ تعالےٰ اس انسان کو اپنا دوست بنالے گا۔ اگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ مرتبہ انسان کو حاصل ہو جائے تو پھر اس کے متعلق دنیا کی عزت اور آخرت کی نجات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اللھم اجعلنا منھم

مزید شہادت

(قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝)

سورہ ال عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ بخشے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ میں تابعداری کرنے سے اللہ تعالےٰ کی محبت کا تمغہ ملے گا۔ اور سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بدعت کیا چیز ہے ۔ کسی چیز کے بدعت ہونے کے دو جز ہیں۔ دونوں جز پائے جائیں تب وہ چیز بدعت بنتی ہے ورنہ نہیں۔ پہلی دین کے نام سے کوئی ایسی چیز تجویز کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور پھر اسے رسول اللہؐ کی ساری امت پر لازم کیا جائے۔ لازم ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو شخص وہ کام نہ کرے اس کو ملامت کی جائے اس پر طعن و تشنیع کی جائے۔ اور اسے لوگوں میں اس کام کے نہ کرنے کے باعث بدنام کیا جائے۔

مثلاً

ایک شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو روزانہ اتنی مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر وہ شخص یہ بھی کہنا شروع کردے کہ جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ شریف کا ورد نہ کرے وہ وہابی ہے۔ (پنجابی اصطلاح میں بے ایمان ہے) تو پھر اس شخص کو کہا جائے گا کہ بدعتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز ثابت شدہ ہے اس کا پابند ہونا تو ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے بعد جو چیز بھی دین کے نام سے تجویز کی جائے۔ اگر خود اس پر عمل کرلیا جائے تو حرج نہیں ہے۔ ہاں اس چیز کو دوسرے مسلمانوں پر لازم کرنے اور نہ کرنے پر ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حق پرست علماء کرام اور مبتدعین میں جھگڑا اسی چیز کا ہے

مبتدعین دین کے نام سے کئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں۔ اور پھر ان خود ساختہ چیزوں کے نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حق پرست علماء کرام کہتے ہیں کہ نئی ان ایجاد شدہ چیزوں کے نہ کرنے والوں پر آپ کو طعن و تشنیع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر مبتدعین اس سمجھوتے پر آجائیں تو سُنّی فرقوں کے علماء کرام کے جھگڑے سب ختم ہوسکتے ہیں۔ اور یہ سب حضرات ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکتے ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے

کہ جب اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ ارشاد نازل فرمادیا تھا۔

(اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط) الآیہ سورہ المائدہ رکوع ۱ پارہ ۶

ترجمہ۔ آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کرچکا۔ اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

نتیجہ

جب اللہ تعالےٰ کا دین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکمل ہو چکا ہے تو پھر اب اس میں نئی چیزیں ایجاد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور اگر کوئی کرے تو پھر اسے دوسرے مسلمانوں پر لازم کرنے کا کیا حق ہے۔ اس لئے میں نے عنوان میں عرض کیا تھا۔ جس نے رحمۃ للعالمین کے منصب کو پہچان لیا۔ وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۷ء

(۱) جس شخص کو بہشت میں جانے کا شوق ہو اُسے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ضرور پہنچا دیگا

(۲) جسے شوق نہیں ہے۔ اُسے اللہ تعالےٰ زبردستی نہیں پہنچائیگا

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادرانِ اسلام۔ ہر عقلمند انسان اس چیز کو مانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کے حاصل کرنے کے لئے جو اسباب و ذرائع تجویز کئے ہیں۔ جب تک انسان ان اسباب و ذرائع کو مہیا نہیں کرے گا اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک پیاسا آدمی جانتا ہے کہ میری پیاس پانی پینے ہی سے بجھ سکتی ہے اور پانی کنوئیں میں موجود ہے۔ اب پانی پیاسے کے مُنہ میں اس وقت تک نہیں آسکتا۔ جب تک اپنے مُنہ تک پانی لانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے جو اسباب و ذرائع تجویز فرمائے ہیں وہ بہم نہ پہنچائے لہٰذا وہ پیاسا ڈول تلاش کرے گا۔ اس کے بعد رسّی تلاش کرے گا تاکہ اس ڈول کو رسّی میں باندھ کر کنوئیں میں ڈالے اور ڈول بھرے جانے کے بعد کھینچ کر نکالے۔ پھر ڈول سے نکال کر [redacted] تک پانی لائے۔ پھر پیئے۔ تب پیاس بجھے گی۔

اسی پر قیاس کر لیجئے

اس شخص کی حالت کا۔ جو بہشت میں جانے کا شوق رکھتا ہے اُسے بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ بہشت میں جانے کے اسباب و ذرائع کون کون سے ہیں تاکہ پہلے ان ذرائع کو بہم پہنچانے کی سعیِ بلیغ کرے۔ اس کے بعد امید رکھے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے ان ذرائع کو قبول فرمالیا۔ تو بہشت میں پہنچ جاؤں گا۔

اس امر کی شہادتیں کہ ذرائع کے سوا بہشت میں داخلہ ممکن نہیں

پہلی شہادت

(فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ فَیَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَہۡ ۚ اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَہۡ ۚ فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ۙ فِیۡ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ۙ قُطُوۡفُهَا دَانِیَۃٌ ۚ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِیۡٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَیَّامِ الۡخَالِیَۃِ ۚ) سورہ الحاقہ رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سو وہ کہے گا۔ لو میرا اعمالنامہ پڑھو۔ بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا۔ سو وہ دلپسند عیش میں ہوگا۔ بلند بہشت میں۔ جس کے میوے جھکے ہوں گے۔ کھاؤ اور پیئو۔ ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔

حاصل

یہ نکلا کہ بہشت میں داخلے کا شوق رکھنے والے دُنیا ہی میں ایسے کام کرتے رہے تھے جن کے نتیجہ میں انہیں بہشت کا داخلہ نصیب ہُوا۔

دوسری شہادت

(اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ وَلَکُمۡ فِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ۝ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ۝) سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ بیشک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اُتریں گے۔ کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو۔ اور جنّت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دُنیا میں بھی دوست تھے۔ اور آخرت میں بھی اور بہشت میں تمہارے لئے ہر چیز موجود ہے جس کو تمہارا دل چاہے۔ اور تم جو وہاں مانگو گے ملے گا۔ بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے۔

حاصل

یہ نکلے گا۔ اُن حضرات کی دینِ الٰہی پر استقامت کے باعث اُنہیں جنّت کا داخلہ نصیب ہُوا۔ دُنیا کی زندگی میں دینِ الٰہی کے خلاف جو چیز بھی سامنے آئی اس کا اُنہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہوں نے ہر قسم کی تکلیف اور نقصان برداشت کیا۔ مگر دینِ الٰہی سے ایک بال بھر بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کی ان قربانیوں کے صلہ میں جنّت کا داخلہ نصیب ہُوا۔

تیسری شہادت

(اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ۝) سورہ یٰسٓ رکوع ۱ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ بیشک آپ اسی کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو نصیحت کی پیروی کرے۔ اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے۔ پس خوشخبری دیدو۔ اس کو بخشش اور اجر کی جو عزت والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ ذکر الٰہی (قرآن مجید) کے تابعدار ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔ ان دو صفتوں کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے انہیں رسول اللہ کی معرفت یہ پیغام دیا کہ میری بارگاہ میں تمہارے لئے مغفرۃ (کا تمغہ) اور عزّت والا اجر ہے۔

چوتھی شہادت

(قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ۙ یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَیَهۡدِیۡهِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝) سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ اور سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے۔ اسے جو اس کی رضا کا تابع ہو۔ اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا جو اللہ تعالےٰ کے تابع رہتے ہیں انہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے۔ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ ان چیزوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے

انہیں اپنے مقربین کی قیام گاہ (بہشت) میں پہنچائے گا۔ اس بلند مرتبے پر پہنچنے کی ابتدا ان اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں نے خود ہی کی تھی۔ کہ ہم اپنی زندگی رضا الٰہی کے تابع رہ کر بسر کریں گے۔

پانچویں شہادت

(وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

سورہ العنکبوت رکوع ۷ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سجھا دیں گے۔ اور بیشک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ ان کی اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالےٰ انہیں ضرور اپنی راہیں سجھائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت اُن کے ساتھ ہوگی ؎ اُن کی آخرت میں قیامگاہ اور کوئی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جو لوگ بہشت میں جانے کا شوق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے۔ اور انہیں بہشت میں پہنچا ہی دے گا۔ اللھم اجعلنا منھم

چھٹی شہادت

(وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۝ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝

سورۃ یٰسٓ پارہ ۲۲ رکوع ۲ ترجمہ:۔ اور میرے لئے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا اوروں کو معبود بناؤں۔ کہ اگر رحمٰن مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے۔ تو ان کی سفارش کچھ بھی میرے کام نہ آئے۔ اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔ بیشک تب میں صریح گمراہی میں ہونگا۔ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا۔ پس میری بات سنو۔ کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا۔ اے کاش میری قوم بھی جان لیتی۔ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا۔ اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ اُس اللہ کے بندے نے توحید پرستی کا زبردست ثبوت دیا تھا۔ کہ میں ایسوں کو معبود بناؤں؟ کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے گرفت کرے تو یہ سارے معبود مل کر بھی اس کی گرفت سے مجھے بچا نہیں سکتے۔ تو پھر اس خدا تعالےٰ کا بندہ کیوں نہ بنوں۔ کہ فقط اس ایک کی بندگی مجھے سب سے بے نیاز کر دے۔ اس کی اس استقامت کے صلہ میں اللہ تعالےٰ نے اسے بہشت میں داخل فرما دیا۔

ساتویں شہادت

(وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝)

سورہ قٓ رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اور بہشت پرہیزگاروں کے لئے قریب لائی جائے گی۔ کہ کچھ فاصلہ نہ ہوگا۔ یہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہر رجوع کرنے والے اور حفاظت کرنے والے۔ جو کوئی اللہ سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اسمیں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ رہنے کا دن یہی ہے انہیں جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ملے گا۔ اور جائے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ جن لوگوں نے جنت میں داخل ہونے کے ذرائع کو اپنا شیوہ بنایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے محاسن اور خوبیوں کے باعث انہیں جنت میں داخلے کا تمغہ عطا فرمایا۔ اُن کی خوبیاں یہ گنوائی گئیں۔ تقویٰ (پرہیزگاری) اوب الی اللہ (اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا) حفیظ ہونا (یعنی اللہ تعالےٰ کے تعلق کی ہر وقت حفاظت کرنے والے۔ کہ اس پاک تعلق میں کوئی رخنہ نہ پڑنے پائے) اللہ تعالےٰ سے بن دیکھے ڈرنا۔ اور ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے والا دل بارگاہ الٰہی میں لانا۔ اللھم اجعلنا منھم

مذکورۃ الصدر سات شہادتوں کا خلاصہ

وہی نکلا جو اس عاجز نے نمبر ۱ میں ذکر کیا تھا۔ کہ جس شخص کو بہشت میں جانے کا شوق ہو۔ اسے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ضرور پہنچا دیگا۔ چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اُنہوں نے اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کئے۔ جن کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے انہیں قبول فرمایا۔ اور جنت میں داخلہ منظور فرما لیا۔

عنوان نمبر ۲

جسے بہشت میں جانے کا شوق نہیں ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ زبردستی نہیں لے جائے گا۔ اس کے شواہد۔

شاہد اوّل

(وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور جن کا (نیکیوں کا) پلّہ ہلکا ہوگا۔ تو وہی یہ لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ ان کے مونہوں کو آگ جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل والے ہوں گے۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بیشک ظالم ہونگے۔ فرمائے گا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو۔ اور مجھ سے نہ بولو۔

حاصل

یہ نکلا کہ ان لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور یہ ہماری بدبختی تھی اور واقعی ہم گمراہ تھے۔ اپنی ان بداعمالیوں کے باعث وہ جہنم میں داخل کئے گئے ہیں۔

شاہد دوم

(اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝)

سورہ قٓ رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ (حکم ہوگا) تم دونوں ہر کافر سرکش کو دوزخ میں ڈال دو۔ جو نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ٹھیرایا۔ پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔

حاصل یہ نکلا کہ یہ لوگ اپنی برائیوں

کے باعث دوزخ میں ڈالے گئے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام کی راہ نمائی سے فائدہ اُٹھاتے تو دوزخ میں ہرگز نہ جاتے۔

شاہد سوم

(وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝) سورہ الحج رکوع ۷ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور جو منکر ہوئے۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو اُن کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت جو تعلیم انہیں بہشت میں پہنچانے کے لئے دی گئی تھی۔ اس کے تسلیم کرنے سے اُنہوں نے انکار کیا۔ اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا۔ ہر اُس چیز کو جھٹلاتے رہے انہیں گناہوں کے باعث انہیں بہشت سے محروم رکھا گیا۔ اور ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا کئے گئے۔

شاہد چہارم

منافقین کے حق میں ارشاد ہے

(سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ ط لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ سورہ المنفقون رکوع ۷ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ بیشک اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

منافقین کو یہ سزا کیوں ملی

(وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۲ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور جب ایمانداروں سے ملتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف ہنسی کرنے والے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ منافقین کٹھٹے کے طور پر مسلمانوں میں شامل ہیں۔ ورنہ نہ وہ کلمہ دل سے پڑھتے ہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچّا پیغمبر مانتے ہیں۔ اس لئے اپنے ان گناہوں کے باعث دوزخ میں داخل ہونگے۔ گویا یہ خود نہیں چاہتے کہ بہشت میں جائیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ بھی انہیں زبردستی نہیں لے جائے گا۔

شاہد پنجم

(اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ

النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۳ پارہ ۳

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں۔ اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں سو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جب ان بدنصیبوں نے اللہ تعالےٰ کی آیتوں کا دانستہ انکار کیا۔ اور ان ظالموں نے انبیاء علیہم السلام کو ظلم سے قتل کیا۔ اور انبیاء علیہم السلام کے متبعین میں سے انصاف کی تبلیغ کرنے والوں کو قتل کیا۔ ایسے ظالموں نے بدکرداری کے باعث گویا خود ہی اپنے آپ کو بہشت سے دُور رکھا۔ اور دوزخ کا مستحق بنایا۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔ اور نہ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر میں لیٹے اور نہ ہی کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک چادر میں لپٹے۔ (صحیح مسلم:۳۳۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ

موت

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام آج کی معروضات کا عنوان موت ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ موت ایک ایسی چیز ہے۔ جس کا تعلق ہر ایک انسان سے ہے۔ اس لئے موت کے متعلق جو ضروری معلومات ہیں۔ ہر ایک انسان کو ان کا معلوم ہو جانا مفید اور نتیجہ خیز ہوگا

قولہ تعالےٰ :۔ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سورہ المنافقون رکوع ۲ پ ۲۸

(اے ایمان والو) اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے۔ تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل کیوں نہ دی۔ کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔

موت کی دو قسمیں

برادران اسلام اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔ اس قاعدے کے مطابق موت کی بھی دو قسمیں ہونی چاہئیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں غور سے دیکھا جائے تو واقعی موت کی بھی دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ موت محمود یا موت مذموم کہہ دیجئے یا اچھی اور بری موت کہہ دیجئے۔ دونوں الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

موت محمود والوں کے اوصاف

قولہ تعالےٰ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸)

کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

نتیجہ

سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور موت دونوں ہی محمود اور قابل رشک ہیں۔ اسی لئے آپ کی امت کو آپ کا نمونہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی موت محمود بنانا چاہے۔ اسے اپنی زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری بنا چاہیئے

قولہ تعالےٰ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ سورۃ النساء پ ۵ رکوع ۱۴ ترجمہ اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسکو موت پالے تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ **نتیجہ**۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے گھر سے نکل کر باہر جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائیں تو انکا ثواب اللہ تعالیٰ انہیں

اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنیوالے

۱۔ مجاہد جو اللہ تعالےٰ کے دین کی حفاظت کرنے کے لئے میدان جنگ میں جائے۔

۲۔ حاجی جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حج کرنے کے لئے جائے۔

۳۔ عالم دین۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دین کی تبلیغ کے لئے جائے۔

۴۔ طالب العلم۔ جو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دین کا علم پڑھنے کے لئے جائے۔

علیٰ ہذا القیاس

۵۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ رضا حاصل کرنے کے کسی کام کے لئے گھر سے باہر جائے وہ فی سبیل اللہ کہلائے گا۔ مثلاً آج کل رضا کاران احرار سیلاب میں تباہ ہونے والے مسلمانوں کے مکانات تعمیر کرنے کے لئے باہر جاتے ہیں۔ یہ بھی فی سبیل اللہ میں ہی شمار ہوں گے۔ جو شخص بھی فی سبیل اللہ سفر کرے اور اسی سفر میں موت آئے۔ تو وہ موت محمود ہوگی۔

دعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو موت محمود سے دنیا سے رخصت ہونے کی نعمت نصیب فرمائے۔ آمین

موت محمود کی اور قسمیں

عن جابر بن عتیک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشھادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللہ المطعون شھید والغریق شھید وصاحب ذات الجنب شھید والمبطون شھید وصاحب الحریق شھید والذی یموت تحت الھدم شھید والمرأۃ تموت بجمع شھید (رواہ مالک و ابوداؤد والنسائی)

جابر بن عتیک سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والے شہید کے سوا شہید کی اور سات قسمیں ہیں۔ طاعون سے مرنے والا شہید ہے۔ ڈوب کر مرنے والا شہید ہے نمونیہ سے مرنے والا شہید ہے اور ہیضہ والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا شہید ہے۔ اور وہ جو دب کر مر جائے شہید ہے۔ اور عورت جو زچگی کی حالت میں مر جائے شہید ہے۔

موت مذموم

قولہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

(سورۃ البقرہ رکوع ۱۹)

بیشک جنہوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔

الحاصل

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے تسلیم کرنے سے انکار کرنے سے انسان لعنت کی موت مرتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ ہمارے پنجاب کے زمینداروں اور جائداد والوں کو اللہ ہدایت دے اور بیٹوں اور بہنوں کو باپ کی جائیداد سے حصہ دے دیں اور رواج کو ترک کر دیں۔ ورنہ لعنت کی موت ہوگی۔

قولہ تعالےٰ :۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں میں سے ایک گوشے میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سر کھجلانے کا آلہ تھا جس سے آپ اپنا سر کھجلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تو جھانک کر دیکھے گا تو میں اس سے تیری آنکھ میں مار دیتا۔ اجازت دینا دیکھنے سے بچنے ہی کیلئے لازم کیا گیا ہے۔ (بخاری: ۶۲۴۱)

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۃ الانعام رکوع ۱۱) ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہونگے کہ اپنی جانوں کو نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب بدلہ اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اسکی آیتوں کے

اس آیت سے حاصل یہ نکلا کہ جو لوگ احکام الٰہی کو تسلیم کرنے میں اپنی توہین خیال کریں اور اسلام کی مخالفت کرنے میں اپنی عزت خیال کریں۔ اس قسم کے متکبرین کی موت مذموم ہوگی۔ مثلاً عام طور پر مسلمان ختنہ۔ منگنی۔ شادی اور موت کے موقع پر خلاف شرع رسموں کو اپنی عزت خیال کرتے ہیں۔ اور اتباع شریعت کو موجب توہین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شادی سے پہلے ڈھولک بجانا۔ باجہ بجانا۔ دولہا کے سر پر سہرا باندھنا وغیرہ رسمیں کافروں کی ہیں۔ مگر ان کے ادا کرنے کو اپنی عزت اور ان کے ترک کرنے کو ذلت خیال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔ جن کی موت محمود ہوگی۔ ان کے حق میں قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی اور جن کی موت مذموم ہوگی۔ ان کے حق میں قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے ایک حصہ زنا کا لکھ دیا ہے جو اس سے یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور نفس خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۴۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ

اصلی عزّت

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قولہٗ تعالےٰ اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۲۰)

ترجمہ:۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے ہاں عزّت چاہتے ہیں۔ سو ساری عزّت اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

برادران اسلام! آج کی معروضات کا عنوان اصلی عزت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ میں نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔ لہذا عزّت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی عزّت اصلی۔ سچّی۔ کھری۔ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسری قسم کی نقلی۔ جھوٹی۔ کھوٹی اور چند روز کے بعد چھن جانے والی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہر عقلمند اصلی سچی۔ کھری اور ہمیشہ رہنے والی ہی کو پسند کرے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انسان دھوکہ کھا جائے اور نقلی کو اصلی جھوٹی کو سچی۔ کھوٹی کو کھری اور فنا ہو جانے والی کو ہمیشہ رہنے والی خیال کرے۔ مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ہی آج اس عنوان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

دونوں نمونے

واقعہ یہ ہے کہ اس جہان میں ہمیشہ دونوں نمونے چلے آ رہے ہیں کھری عزّت والے بھی ہمیشہ آ رہے ہیں اور کھوٹی عزّت والے بھی نسلاً بعد نسلٍ چلے ہی آتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السّلام

کے زمانہ میں جو واقعہ ہُوا۔ وہ سورۃ ہود کے رکوع نمبر ۳ پارہ نمبر ۱۲ میں ہے۔ طوالت کے خوف سے فقط آیات کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں:۔

۱ اور ہم نے نوح کو اس قوم کی طرف بھیجا۔ بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں (۲۵) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں (۲۶) پھر اسکی قوم کے جو کافر سردار تھے وہ بولے ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں۔ وہ بھی سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت نہیں پاتے۔ بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۲۷)

حاصل

یہ ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو کافروں کے سردار حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام سے کہتے ہیں۔ کہ تم جھوٹے ہو اور ان پر ایمان لانے والوں کو رذیل اور ذلیل سمجھتے ہیں۔

نتیجہ

آپ نے دیکھا کہ پھر نتیجہ کیا نکلا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے غرق ہونے سے بچا لیا اور جو اپنے آپ کو معزز خیال کرتے تھے۔ انہیں غرق کر دیا گیا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ملتا ہے۔ سورۃ ہود رکوع ۴

اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ بیشک وہ غرق کئے جائیں گے (۳۷) اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار ان پر گزرتے اس سے ہنسی کرتے۔ کہتے۔ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو۔ (۳۸) تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے (۳۹)

بالآخر

جب حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی کشتی مکمل کر لی۔ خدا نے زمین کی سوتیں کھول دیں اور آسمان سے پانی برسایا۔ ڈبونے سے دن تک پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں۔ پندرہ پندرہ ہاتھ پانی اُن کے اوپر چڑھ گیا اور ہر ایک جاندار جو خشکی پر تھا اور کل انسان مر گئے۔ سوائے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کے اور کوئی بھی نہ بچ سکا

عبرت

برادران اسلام۔ آپ نے دیکھا۔ جو لوگ اپنے آپکو معزز سمجھتے تھے۔ وہ دُنیا میں ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن گئے اور جو خدا پرست تھے وہ دُنیا میں بھی عذاب الٰہی سے بچ گئے اور اپنے پیغمبر کے اتباع کی برکت سے آخرت میں بھی بہشت کے وارث بن گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واقعہ میں بھی دونوں نمونے پائے جاتے ہیں۔ سورہ زخرف کے رکوع ۵ پارہ ۲۵ میں ارشاد ہے:۔

اور ہم نے موسےٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے امرائے دربار کی طرف بھیجا تھا۔ سو اس نے کہا کہ میں پروردگار عالم کا رسول ہوں (۴۶) پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا۔ تو وہ اس کی ہنسی اڑانے لگے (۴۷) اور ہم ان کو جو کوئی نشانیاں دکھاتے تھے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں (۴۸) اور انہوں نے کہا اے جادوگر اپنے رب سے ہمارے لئے اس عہد سے جو تجھ سے اس نے کیا ہے دُعا کر۔ ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے۔ (۴۹) پھر ہم جب ان سے عذاب ہٹا لیتے تو اُسی وقت عہد کو توڑ دیتے (۵۰) اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا۔ اے میری قوم۔ کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہیں۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے (۵۱) کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا (۵۲) پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے (۵۳) پس اس نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا پھر اس کے کہنے میں آ گئے۔ کیونکہ وہ بدکار لوگ

تھے (۵۴) پس جب انہوں نے ہمیں غصّہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (۵۵)

نتیجہ

فرعون اور اس کے امرائے سلطنت حضرت موسےٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ذلیل سمجھتے تھے۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ تعالےٰ سے اپنی بندگی کا تعلق درست نہ کرنے کے باعث فرعون مع اپنے امرائے سلطنت کے بحیرہ قلزم میں غرق ہو کر دنیا میں لعنت کی موت سے مرتا ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لیئے اپنا ٹھکانا بنا کر جاتا ہے اور وہ موسےٰ علیہ السلام جنہیں وہ ذلیل سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقبول ہیں۔ دنیا میں بھی مرحوم و مغفور تھے۔ اور آخرت میں بھی جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔

آخری عرضداشت

میرے معزز بھائیو! اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ہمیں وہ عزت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو مرتے دم تک ساتھ رہے اور قبر میں بھی ساتھ جائے۔ میدان حشر میں ساتھ ہو اور جنت میں جا پہنچائے اور وہ فقط قرآن مجید کو معمول بہ بنانے اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنے سے ہی حاصل ہو گی۔

وما علینا الا البلاغ

جو رشتہ داری توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑے گا

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں الرحمٰن ہوں، میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے، پس جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔ سنن ابی داؤد

قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا) جنت میں نہ جا سکے گا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ

مسلمان کس جماعت (سوسائٹی) میں رہتے ہیں

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قولہ تعالےٰ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ سورۃ الکہف ع ۴

ترجمہ:- تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

بیشمار جماعتیں (سوسائٹیاں)

برادران اسلام اور معزز خواتین۔ میری آج کی معروضات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو کس جماعت (سوسائٹی) میں شامل ہو کہ دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس چیز کے عرض کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ دنیا میں بیشمار جماعتیں (سوسائٹیاں) ہیں اور انسان دوسرے حیوانات کی طرح نہیں ہے کہ فقط نر اور مادہ کا جوڑا مل جائے۔ تو زندگی خوشگوار بسر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی ضرورتوں کے ساتھ جکڑ بند کر دیا ہے کہ اکیلا ان ضرورتوں کو پورا کر ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ دوسرے انسان اس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ مثلاً انسان کو جوتے کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے پاؤں کے تلوے گھوڑے۔ گدھے۔ خچر گائے اور بھینس کے سے نہیں ہیں۔ کہ انہیں کانٹا نہ چبھے۔ اسے کپڑے کی بھی ضرورت ہے۔ کپڑا کپاس سے بنتا ہے۔ اور کپاس بنولے بونے سے حاصل ہوتی ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ کپڑے کے لئے کاشتکاروں کی ضرورت ہے۔ اور کاشتکاری کے لئے بیلوں اور ہلوں کے علاوہ اور بیسیوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ کاشتکاری کی بعض چیزیں لوہے کی ہوتی ہیں۔ جن کے لئے لوہار چاہیئے بعض لکڑی کی ہوتی ہیں۔ جن کے بنانے کے لئے بڑھئی کی ضرورت ہے اب خیال فرمایئے بطور نمونہ انسان کی دو تین ضرورتیں جو میں نے عرض کی ہیں۔ ان کے لئے موچی۔ بڑھئی۔ لوہار کاشتکار کی ضرورت ہے۔ کیا ایک انسان اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیئے یہ سب ہنر سیکھ سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض سیکھ بھی لے تو کیا ان سب کو اپنے ہاتھ سے کر کے کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کسی عقلمند نے سچ کہا ہے۔ ہر کہ یک کرد۔ کرد۔ ہر کہ دو کرد۔ چیزے کرد۔ و چیزے نہ کرد۔ ہر کہ سہ کرد ہیچ نہ کرد۔

ترجمہ۔ جس شخص نے ایک کام اختیار کیا تو اسے تکمیل پر پہنچالے گا جس نے دو کام کیئے دونوں ادھورے رہیں گے۔ جس نے تین کام شروع کیئے۔ وہ ہر ایک کام میں نقصان اٹھائے گا۔ اور تکمیل پر کسی کو بھی نہ پہنچا سکے گا۔

لہذا:-

سب انسان مل جل کر رہیں گے۔ اور ضروریات کو پورا کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔ ایک جگہ اکٹھا رہنے کے باعث پھر آپس میں ملنے جلنے سے مختلف جماعتیں بن جائینگی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیئے تو وقتی طور پر ایک آدمی کئی دروازوں پر جائے گا۔ مثلاً صبح اٹھنے کے بعد ہاں جائے گا۔ سبزی لینے کے لیئے سبزی فروش کی دکان پر جائے گا۔ گوشت خریدنے کے لئے قصاب کے پاس جائیگا نمک مرچ ہلدی خریدنے کے لیئے کسی اور دکاندار کے پاس جائے گا۔ جوتا خریدنے کے لئے جوتا فروش کے ہاں پہنچے گا۔ کپڑا خریدنے کے لئے بزاز کے دروازہ پر جائے گا۔ کسب معاش کے لئے دفتر۔ بازار یا منڈی میں جائیگا۔

کشش اضطراری

برادران اسلام ان سب دروازوں کی کوچہ نوردی انسان کو مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ یا خود ان دروازوں پر جائے گا یا اپنا نائب مثلاً نوکر بھجوائے گا۔ ان دروازوں پر جانے کے لئے انسان مجبور ہے۔ ورنہ اس کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہو سکیں گی۔ اس جبری کشش کو کشش اضطراری کہا جائے گا۔ میں جو کچھ آج عرض کر رہا ہوں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیئے نہ کہیں جائے اور نہ کسی انسان سے تعلق ہی رکھے اسی کو شریعت میں رہبانیت کہا جاتا ہے اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنی زندگی کا یہ پروگرام بنایا تھا کہ رات کو ہمیشہ شب بیدار رہیں گے۔ اور دن کو روزہ دار رہیں گے۔ جب آپؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے انہیں منع فرمایا کہ:-

اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِضَيْفِكَ اَوْ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔

ترجمہ:- بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔

آپ کے فرمان کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر تم رات کو شب بیدار رہے تو دن کو کام کاج کس طرح کر سکو گے اور کام کاج کچھ نہ کیا تو بیوی بچوں مہمانوں کی خدمت کہاں سے کرو گے۔

کشش اختیاری

برادران اسلام۔ ضروری معاشی کے لئے تو خدا جانے انسان کتنے گلی کوچوں کی خاک چھانتا ہے اور کتنی چوکھٹوں پر جھکتا ہے اور روزانہ کتنی سڑکوں پر گشت کرتا ہے۔ آج یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان ان مجبوریوں کے چکر سے گزرنے کے بعد اپنی طبیعت میں ایسا ذوقِ سلیم پیدا کرے کہ اس کی طبیعت میں کشش اختیاری ایسے ماحول کی طرف ہو۔ جس کی طرف اللہ جل شانہٗ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے جو میں نے آج کے خطبہ کے ابتدا میں نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

تو اُن لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی خوشنودی چاہتے ہیں اور نہ تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے

آیت کا حاصل

جو لوگ صبح و شام خدا کو یاد کرنے میں مصروف رہتے ہیں

۲۔ جن کی زندگی کا مقصد فقط اللہ جل شانہٗ کو ہی راضی کرنا ہے

(فقط اس جماعت (سوسائٹی) میں نشست و برخاست رکھو)

۳۔ ان اللہ والوں کے سوا اور کسی جماعت میں شامل نہ ہو۔

۴۔ خدا تعالےٰ کی یاد سے غافل ہونے والے انسان کا کہا نہ مان۔ (جو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار نہیں۔ بلکہ) اپنی خواہش (نفسانی) کا تابعدار ہے۔

جماعت (سوسائٹی) کی تعیین

آیت مذکورہ کا جو حاصل عرض کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی تعیین ہو گئی ہے کہ مسلمان کو اپنی نشست و برخاست کن لوگوں میں رکھنی چاہیئے اور کسے دُنیا کی ضرورتوں سے فارغ ہونے کے بعد کس جماعت میں اپنی زندگی کے لمحات بسر کرنے چاہئیں۔

حکمت

مسلمان پر خدا یاد کرنے والی جماعت (سوسائٹی) میں رہنے کی پابندی کیوں عائد کی گئی ہے۔ اس کی حکمت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مسلمان کا فرض تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اسے فوراً مان لے۔ اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر نہ سمجھ میں آئے تو اپنی عقل کو ناقص خیال کرے اور حکم الٰہی کو ضرور کسی مصلحت اور حکمت پر مبنی ہونے کا یقین رکھے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ اپنے ارشاد کی مصلحت بھی سمجھا دے تو یہ اس کا خاص فضل ہے۔ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی طبیعت ایسی بنائی کہ جس جماعت میں اسے رہنے سہنے کا موقعہ ملے اس جماعت کی صحبت کے اثرات بے ساختہ ان کی طبیعت میں آ جاتے ہیں۔ اور اس جماعت (سوسائٹی) کے خُو بُو سے متاثر ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ جس میں وہ جماعت ڈھلی ہوئی ہے۔ البتہ حضرات انبیائے علیہم السلام اور ان کے بعد اللہ تعالےٰ کے صاحب استقامت مقبول بندے اس تاثر سے یقیناً بری اور پاک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات دوسروں کا رنگ نہیں لیتے۔ بلکہ اپنا رنگ ان پر چڑھاتے ہیں۔ جب انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ دوسروں سے عادات و اطوار خُو اور بُو کا اثر لیتا ہے تو حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہوا کہ چونکہ انسان دُنیا میں خدا یاد کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی خدا پرستی پر ہی اس کی دُنیا کی راحت اور آرام اور آخرت کی نجات کا مدار ہے اس لئے اسے حُکماً ایسی جماعت (سوسائٹی) میں رہنے سہنے کا حکم دیا جائے جو خدا پرست خدا یاد کرنے والی۔ خدا سے ڈرنے والی۔ خدا سے محبت رکھنے والی ہو اور یہ پابندی اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کا احسان ہے۔ جس طرح ماں باپ ناتجربہ کار بچے کو غلط راستے سے ہٹاتے ہیں۔ اور سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ ماں باپ کا یہ جبر بچے کے لئے رحمت ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس پابندی میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کا جلوہ ہے۔ جو لوگ اس پابندی کو نبھائیں گے ان کی دُنیا بھی سنور جائے گی۔ اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے۔ اور جو اس پابندی سے جی چرائیں گے اور خدا پرستوں کی بجائے فاسق، فاجر، کافر اور دہریوں کے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو کر زندگی بسر کریں گے۔ ان کی دُنیا کی زندگی بھی تلخ گزرے گی اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تجعلنا منھم

قرآن مجید کی شہادت

برادران اسلام۔ آج جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مزید شہادت قرآن مجید سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

قولہٗ تعالےٰ۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور ایماندار لوگ ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

حاصل

اس آیت کا حاصل یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ فقط اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں سے ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو ایماندار ہوں اور اسلام کے رکنوں (نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ) کے پابند ہوں اور بے دینوں سے زیادہ میل جول نہ رکھیں۔

حدیث شریف کی شہادت

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً (متفق علیہ)

باقی صفحہ ۱۲ پر

اکثر محفلوں میں دیکھا ہے کہ جو بھی کہیں کتخدائی کرتا ہے۔ وہ یہی کہتا ہے کہ مولویوں نے تباہ کر دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ان کا آپس میں اتفاق نہیں جن کا آپس میں اتفاق نہ ہو ان کی بات کیوں تسلیم کی جائے۔

افسوس روحانی امراض کے معالجوں کے اختلاف پر تو اتنا رنج۔ مگر جسمانی معالجوں کے اختلاف پر کبھی سرسری نظر بھی نہیں ڈالی جاتی۔ ایک ہی مرض کے مریض کے لئے یونانی حکیم ڈاکٹر ایلوپیتھی اور ہومیو پیتھک والوں کا علیحدہ علیحدہ طریق علاج ہے یہی نہیں۔ بلکہ پرہیز میں بھی اختلاف ہے۔ اتنے شدید اختلاف کے باوجود حکیموں ڈاکٹروں کی دکانوں پر مریضوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ کبھی کسی مریض نے ان کے اختلاف پر علاج میں سستی نہیں کی۔ مگر علماء کے اختلاف کو اتنا اچھالا جاتا ہے کہ ایک مولوی کی جھوٹی سچی بدنامی سن کر سب سے بدظن ہو گئے۔

در اصل بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب کے اندر دنیا کی محبت پیوست ہو گئی ہے۔ اور امراض روحانی کا احساس نہیں رہا۔ اگر ان کا احساس ہوتا۔ تو روحانی معالجوں کی تلاش میں خوب تگ و دو کرتے۔ افسوس ہے کہ اکثریت کے قلوب مسخ ہو گئے ہیں۔ اب انہیں کیسے یقین آئے۔ یہ یاد رکھئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اس وقت کسی آدمی کو میدان محشر سے نہ ہٹایا جائیگا جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے گا۔

۱۔ عمر کہاں خرچ کی؟
۲۔ خصوصاً جوانی کہاں گنوائی؟
۳۔ مال کس طریق سے کمایا؟
۴۔ اور کہاں پر خرچ کیا؟
۵۔ جو علم حاصل کیا تھا۔ اس پر کیا عمل کیا؟

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ ان پانچ سوالوں کے جواب کی تیاری دنیا سے کر کے جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ کسی کی دولت۔ نہ خاندانی وجاہت اور نہ جھوٹی گواہی کچھ کام آئے گی۔

مسلمانو!

اسلام کو پوری طرح اپنا لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

(سورہ البقرہ رکوع ۲۵ پ ۲)

ترجمہ:۔ (اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح (کھلا) دشمن ہے)

اب آپ ہی سوچئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسولؐ کے نائبوں (علماء کرام) سے وابستگی انسان کیلئے کتنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ چیز سمجھانے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کروڑوں علماء کرام پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ جو محبت اور شفقت ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ انسان اپنی دنیوی زندگی کو آخرت کی ابدالآباد کی زندگی پر قربان کر دے تاکہ وہاں عیش و آرام کی دائمی زندگی بسر کر سکے۔ مگر نادان انسان یہ کہتے ہیں کہ ؎

یہ جہان مٹھا اور اگلا جگ کس نے ڈٹھا
(پنجابی)

اسی مغالطہ کو دور کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اب علمائے کرام اور مشائخ عظام اسی کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے امراض روحانی کا کماحقہٗ علاج ہو جائے اور یہ شفا یاب ہو کر فلاح حشر میں جائیں۔

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ روح اور جسم۔ حقیقت میں انسان روح کا نام ہے اور یہ عقدہ مرنے کے بعد حل ہوتا ہے۔ جسم زمین کی پیداوار ہے اور روح کو آسمان سے لا کر اس جسم کے پنجرہ میں قید کیا گیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب شیر کو چڑیا گھر میں قید کیا جاتا ہے تو اس کی غذا (گوشت) اس کو وہاں پہنچائی جاتی ہے اسی طرح روح کے لئے آسمان سے ذکر الٰہی کا پروگرام (قرآن مجید) میں نازل کیا گیا۔

جس طرح جسم کی طاقت کو بحال رکھنے کے لئے غذا کی ضرورت ہے۔ اور اگر یہ بیمار ہو جائے تو علاج ضروری ہے۔ اسی طرح روح کے لئے ذکر الٰہی کی غذا اور امراض روحانی کا علاج ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قرآن مجید میں غور و فکر کرنے اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم جمعہ

مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء

حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کی لاہور سے غیر حاضری کے زمانہ میں ادارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ حضرت کے پرانے خطبات میں سے ایک خطبہ ہر جمعہ ہدیۂ قارئین کرام کر دیا جائے۔ لیکن قارئین کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ آج جو خطبہ ہم پیش کر رہے ہیں۔ وہ حضرت نے مکہ معظمہ سے تحریر فرما کر ارسال فرمایا ہے۔ آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر آمد و رفت میں دیر نہ ہو گئی تو ہمیں امید ہے کہ بفضلہٖ تعالےٰ ہم ہر جمعہ حضرت کی عدم موجودگی میں بھی ان کے خیالات سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری یہ دلی دعا ہے کہ وہ حضرت کو صحت کامل اور عمر دراز عطا فرمائیں تاکہ یہ سلسلہ تا دیر جاری رہے)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اوقات اور طرز معاشرت

برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان اسی کی رضا کے تابع اور فقط اسی کے فرمانبردار ہو کر رہیں اور یہ چیز بھی مُسلّم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ جب تک استاد اس کو کوئی چیز نہ سکھائے۔ اس وقت تک اس کام کو کر ہی نہیں سکتا۔ اسی قاعدے کی بنا پر انسان کو رضا الٰہی کے تابع اور فرمانبردار بنانے کے لئے بھی کسی نمونے کی ضرورت تھی اور وہ نمونہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ) الایہ (سورہ الاحزاب ع ۳ پارہ ۲۱)

ترجمہ۔ (البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ سے ملنے اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے) اگرچہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے لئے ہر شعبہ حیات میں نمونہ ہیں البتہ آج کی معروضات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

تقسیم اوقات اور طرز معاشرت پر مبنی ہیں

گھر میں تشریف لے جانیکے مشاغل:۔

امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (کھانے۔ پینے۔ سونے وغیرہ) کے لئے تشریف لے جانا۔ آپ اس باب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ماذون تھے۔ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لئے (جیسے ان سے بات چیت کرنا) اور ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے) (یعنی اس میں سے بھی بہت سا وقت اُمت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے۔ (یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آ سکتے تھے۔ مگر خواص حاضر ہوتے۔ اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہو جاتے) اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفا نہ فرماتے (یعنی نہ احکام دینیہ کا اور نہ متاع دنیوی کا۔ بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے)۔ اور اس حصہ اُمت میں آپ کا طرز یہ تھا۔ کہ اہل فضل (یعنی اہل علم و عمل) کو آپ اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے۔ اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کی فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے۔ سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں۔ سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے۔ اور ان کو ایسے شغل میں لگاتے۔ جس میں ان کی اور بقیہ اُمت کی اصلاح ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ لوگ آپ سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں سے حاضر ہے۔ وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دے۔ اور (یہ بھی فرماتے) جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً پردہ یا ضعف یا بعد وغیرہ) نہ پہنچا سکے۔ تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (یعنی یہ کہ لوگوں کے حوائج و منافع کے سوا دوسری لایعنی یا مضر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے) اور سفیان بن وکیعؒ کی حدیث میں حضرت علی رضؓ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ کے پاس طالب ہو کر آتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ علاوہ نفع علمی کے کچھ نہ کچھ کھلا بھی دیا کرتے تھے)

گھر سے باہر تشریف رکھنے کے مشاغل

امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے عرض کی کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے اور ہر قوم کے آبرودار آدمی کی آبرو کرتے تھے اور لوگوں کو نقصان دینے والے کاموں سے بچنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور کسی شخص سے کشادہ روئی اور خوش خلقی میں کمی نہیں فرماتے تھے۔ اپنے ملنے کی حالت کا استفسار

فرمایا کرتے تھے۔ اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے۔ آپ ان کو پوچھتے رہتے۔ (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے)۔ اور اچھی بات کی تحسین اور بُری بات کی تحقیر فرماتے۔ آپ کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی۔ کہ کبھی کسی طرح کر لیا۔ کبھی کسی طرح کر لیا۔ ہر حالت کا آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ آپ کے مقرب بہترین لوگ ہوتے تھے۔ سب میں افضل آپ کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا۔ اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غمخواری اور اعانت بخوبی کرتا۔

آپ کی مجلس کا معمول

آپ (حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیٹھنا اور اٹھنا سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتا۔ اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی (یعنی معین نہ فرماتے) کہ خواہ مخواہ اسی جگہ بیٹھیں) اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی۔ وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے مجلسیوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ (اپنے خطاب و توجہ سے) دیتے (یعنی سب پر جُدا جُدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے) یہاں تک کہ آپ کا ہر مجلسی یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپؐ کو کسی کی خاطر عزیز نہیں۔ جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہ شخص نہ ہٹ جاتا۔ آپ اس کے ساتھ مقید رہتے۔ آپ کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ گویا کہ بجائے ان کے باپ کے ہو گئے تھے اور تمام لوگ آپ کے نزدیک حق میں (فی نفسہٖ) مساوی تھے (البتہ) تقوےٰ کی وجہ سے متفاوت تھے (یعنی تقویٰ کی زیادتی سے تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور امور میں سب ایک دوسرے کے برابر تھے۔)

آپ کی مجلس کے محاسن

آپ کی مجلس حلم اور علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا۔ اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے۔ اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے اور حاجتمند کی مدد کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے

حضورؐ انور کا اپنے اہل مجلس سے برتاؤ

آپؐ ہر وقت کشادہ رو رہتے تھے۔ نرم اخلاق تھے۔ آسانی سے موافق ہو جاتے تھے۔ نہ سخت خو تھے۔ نہ درشت گو تھے۔ نہ چلّا کر بولتے اور نہ نامناسب بات فرماتے نہ کسی کا عیب بیان فرماتے اور نہ (مبالغہ کے ساتھ) کسی کی مدح فرماتے۔ جو بات (بالفرض) آپ کی طبیعت کے خلاف ہوتی۔ اس سے تغافل فرما جاتے (یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے)

رحمۃ للعلمین کی مجلس میں تین چیزوں کی پرہیز

حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے اپنے آپ کو بچا رکھا تھا۔ ریا سے کثرت کلام سے اور بے سود بات سے اور تین چیزوں سے دوسرے آدمیوں کو بچایا ہوا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے کسی کو عار نہ دلاتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے اور آپ وہی کلام فرماتے۔ جس میں ثواب کی امید ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صحابہ کرام کے ادب کا طریقہ۔

آپؐ کے حضور میں تمام حاضرین اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے۔ جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں۔ اور جب آپؐ خاموش ہو جاتے تب وہ لوگ بولتے۔ آپ کے حضور میں کسی بات میں جھگڑا نہ کرتے۔ آپ کے پاس جو شخص بولتا۔ اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔

حضورؐ انور کی بیدار مغزی چار امر کی جامع ہوتی تھی:۔

پہلا نیک بات کو اختیار کرنا۔ تاکہ اور لوگ آپ کی تابعداری کریں۔ دوسرا بُری بات کو ترک کرنا۔ تاکہ اور لوگ بھی باز رہیں۔ تیسرا اپنی رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ کی امت کے لئے مصلحت ہو۔ چوتھا اُمت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا۔ جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی بہتری ہو۔

باوجود اس مرتبہ عالیہ کے جو سوائے آپؐ کے کسی کو نصیب نہیں ہوا آپ کا سادہ زندگی بسر کرنا موجب حیرت ہے

آپ کی انتہائی تواضع تھی۔ کہ بعض اوقات گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے اور (کبھی) اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھا لیتے اور غریبوں کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ اور اپنی پاپوش کو خود (ضرورت کے وقت) سی لیا کرتے تھے اور اپنا اور گھر والوں کا کام کر لیا کرتے تھے۔ اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے۔

آپؐ کی کلام مبارک میں سنجیدگی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ کے کلمات میں نہایت وضاحت ہوتی تھی اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے تھے۔ کہ اگر کوئی شمار کرنے والا (الفاظ) کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔

حضورؐ انور کا بستر کیا تھا

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ کا بستر ایک ٹاٹ تھا اور کبھی کبھی آپؐ چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجور کے بان سے بُنی ہوتی۔ حتےٰ کہ آپؐ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

حضورؐ انور کا دنیا کی تکلیف دہ زندگی کو خود اختیار فرمانا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ کبھی غذا سے پُر نہیں ہوا اور کسی سے شکوہ کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور فاقہ آپؐ کو بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا۔ اور دن دن بھر بھوکے گزار دیتے اور رات رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے اور اگر آپؐ چاہتے تو اپنے

رب سے تمام روئے کے خزائن اور اس کی پیداوار اور اس کی فراخ عیشی کا سامان مانگ لیتے۔ لیکن آپ یہی فرمایا کرتے کہ مجھ کو دُنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اسی حالت پر گزر گئے۔

امام الانبیاءؐ کی رفتار اور گفتار کی کیفیت

آپؐ کے تلوے قدرے گہرے تھے (کہ چلنے میں زمین کو نہ لگتے) قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے۔ کہ پانی اُن پر سے (بالکل) ڈھل جاتا۔ (یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے۔ چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگا رہتا) جب چلنے کے لئے پاؤں اُٹھاتے۔ تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جُھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا۔ گویا (کسی بلندی) سے بستی میں اُتر رہے ہیں۔ جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے۔ تو پورے پھر کر دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے۔ آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپؐ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپؐ کی گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ (مطلب یہ کہ غایت حیاء سے پورا سر اُٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے) اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے جس سے ملتے خود ابتدا بہ سلام فرماتے پھر میں نے (یعنی امام حسنؓ نے ہند بن ابی ہالہؓ سے) کہا کہ آپؐ کی گفتگو کے متعلق مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت (آخرت کے) غم میں اور ہمیشہ (امور آخرت) کی سوچ میں رہتے۔ کسی وقت آپؐ کو چین نہیں ہوتا تھا۔ اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ آپؐ کو سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم مُنہ بھر کر فرماتے (یعنی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی) کلام جامع فرماتے (جس کے الفاظ مختصر ہوں۔ مگر پُر مغز ہوں)۔ آپؐ کا کلام (حق و باطل میں) فیصل کُن ہوتا۔

حضورؐ انور کسی نعمت کی مذمت نہ کرتے تھے

امام حسنؓ سے ہند بن ابی ہالہ نے روایت کی ہے۔ کہ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے۔ مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح نہ فرماتے۔ مذمت تو اس لئے نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لئے نہ فرماتے۔ کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلب لذت ہوتی ہے)

حضورؐ انور قوموں کے وفود کی خاطرداری فرماتے اور انعام دے کر رخصت کرتے

عرب کے دل میں خانہ کعبہ کی عظمت بہت تھی اور تھوڑے دن قصۂ اصحاب الفیل کو گزرے تھے۔ لہٰذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب نہیں آئیں گے فتح مکہ کے بعد سب عرب کو اسلام کی صداقت کا اعتقاد ہو گیا تھا۔ اس کے بعد عرب فوج فوج اسلام میں داخل ہوئے اور بستیوں اور قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ کچھ آدمی حضورؐ اقدسؐ کی خدمت میں اسلام کے احکام سیکھنے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ وہ لوگ جو حضور میں حاضر ہوتے تھے انہیں وفد کہا جاتا تھا۔ جس سال وفد بکثرت آئے یعنی ۹ھ وہ عام الوفود کہلاتا ہے۔ آپ وفود کی خاطر داری اور عزت کیا کرتے تھے۔ اور انعام دے کر رخصت فرماتے تھے۔

دُعا:-

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معاملہ میں جو طرز عمل ذکر کیا گیا ہے ہم مسلمانوں کو بھی ان معاملات میں حضورؐ انور کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم بھی آپؐ کے نقش قدم پر چل کر دُنیا سے اللہ تعالےٰ کو راضی کر کے جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تمت ہذہ الخطبۃ یوم الخمیس ۲۴ صفر ۱۳۷۷ھ
مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۵۷ء
وقت السفر للعمرۃ و قیام ظہران۔
(تخت الحکومت السعودیہ) ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاہور ۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

خطبۂ یوم الجمعۃ

من مکۃ المکرمۃ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ ۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عبرتناک خواب

جس میں مجرموں کی عبرتناک سزائیں دکھائی گئی ہیں

تمہید

اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔ یعنی در اصل اچھے خواب انبیاء علیہم السلام کو دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے متبعین میں سے جس شخص کی فطرت میں صلاحیت یعنی نیکی کا مادہ بہت زیادہ پایا جائے اس کو بعض اوقات اچھے خواب آتے ہیں۔ اچھا خواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف نہ ہو۔

ثبوت اوّل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبوت (کے خصائل) میں سے فقط مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے عرض کی اور مبشرات کیا چیز ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھے خواب ہیں۔

ثبوت دوم

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرتناک خواب

اس خواب کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے عرض کیا جائیگا

پہلا:۔

آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے:۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْكُمُ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا قَالَ فَاِنْ رَاٰی اَحَدٌ قَصَّهَا فَیَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰی مِنْكُمْ اَحَدٌ رُؤْیَا قُلْنَا لَا۔

ترجمہ:۔ سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے۔ پھر فرماتے۔ آج کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سمرہؓ نے کہا۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ پھر اس کے متعلق اللہ کو جو منظور ہوتا۔ آپؐ فرما دیتے۔ پھر ایک دن ہم سے سوال کیا۔ تب فرمایا۔ کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کی نہیں۔

دوسرا

قَالَ لٰكِنِّیْ وَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَّ رَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ كُلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ فَیَشُقُّهٗ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا۔ ترجمہ:۔ آپؐ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے۔ پھر ان دونوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ پس ناگہاں ایک شخص بیٹھنے والا تھا اور ایک شخص کھڑا ہونے والا تھا۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا کنڈا تھا۔ اس کنڈے کو اس کی باچھ میں داخل کرتا ہے۔ پھر اسے چیرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی گدی تک جا پہنچتا ہے۔ پھر اس کی دوسری گدی کے ساتھ یہی کرتا ہے اتنے میں پہلی باچھ ٹھیک ہو جاتی ہے پھر دوبارہ اس کی پہلی باچھ کے ساتھ یہی کرتا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا آگے چلئے پھر ہم آگے چلے۔

تیسرا

حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ وَ رَجُلٍ قَائِمٍ عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ یَشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَ عَادَ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ فَعَادَ اِلَیْهِ فَضَرَبَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے شخص پر آئے جو اپنی گدی کے بل لیٹنے والا تھا۔ اور ایک شخص اس کے سر پر پتھر لے کر کھڑا ہونے والا ہے۔ وہ پتھر اس کے سر پر مار کر اسے توڑ دیتا ہے۔ پھر جس وقت اس کے سر پر مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے۔ پھر وہ مارنے والا اس کو اٹھانے کے لئے جاتا ہے۔ پھر وہ شخص ابھی لوٹ کر آنے نہیں پاتا کہ اس آدمی کا سر ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کا سر ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تھا۔ پھر وہ شخص اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ پھر اس کے سر پر مارتا ہے۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا آگے چلئے۔ پھر ہم آگے چلے۔

چوتھا

حَتّٰی اَتَیْنَا اِلٰی ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَّ اَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارًا فَاِذَا اَرْتَفَعَتْ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰی كَادَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا وَ اِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِیْهَا وَ فِیْهَا رِجَالٌ وَّ نِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا

قَالَا الطَّلِيقُ فَانْطَلَقْنَا۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے سوراخ پر آئے جو تنور کی طرح تھا۔ اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور اس کا نیچے کا حصہ کشادہ تھا۔ اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔ پھر جب وہ آگ بھڑکتی تھی۔ تو وہ اوپر آ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ اس سے باہر نکل جائیں اور جب وہ بجھ جانے سے رہ جاتی تھی پھر اس میں نیچے چلے جاتے تھے۔ اور اس آگ میں مرد اور عورتیں ننگے تھے۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا چلیئے۔ پھر ہم چلے۔

پانچواں

حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسْطِ النَّهَرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ الطَّوِيْلُ فَانْطَلَقْنَا

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے جس میں ایک شخص نہر کے درمیان میں کھڑا ہونے والا تھا۔ اور ایک شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہونے والا تھا۔ جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ شخص آتا ہے۔ جو نہر میں ہے۔ پھر جس وقت وہ شخص نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ شخص اس کے منہ میں ایک پتھر مارتا ہے پھر اسے وہیں لوٹا دیتا ہے۔ جہاں وہ تھا۔ پھر جب کبھی وہ نکلنا چاہتا ہے۔ تو اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے۔ پھر وہ لوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ تھا۔ (یعنی وہیں جا پہنچتا ہے۔ جہاں وہ پہلے تھا)۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے ان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے ان پانچوں حصوں کی تعبیریں

پہلا شخص جھوٹ بولنے والا تھا۔

فَقُلْتُ لَهُمَا اِنَّكُمَا قَدْ طَرَقْتُمَا فِيْ لَيْلَةٍ فَاَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَاَيْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰى اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

پھر میں نے ان دونوں سے کہا بیشک تم دونوں نے آج رات مجھے پھرایا ہے۔ پھر مجھے بتلایئے جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا۔ جس کی باچھیں چیری جا رہی تھیں۔ وہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا تھا۔ لوگوں کے سامنے جھوٹی باتیں کہتا تھا۔ پھر وہ باتیں اس کی طرف سے نقل کی جاتی تھیں۔ یہانتک کہ وہ بہت دور دور تک جا پہنچتی تھیں۔ اس کے ساتھ قیامت کے دن تک یہی سلوک کیا جائیگا۔ جو تم نے دیکھا ہے

عبرت

بعض آدمیوں کو مذاق کی بہت زیادہ عادت ہوتی ہے۔ ان کے مذاق سے چونکہ لوگ خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ان کے مذاق کی عادت یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ بعض اوقات محض لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک جھوٹی بات بنا کر سنا دیتے ہیں۔ چونکہ وہ بات بظاہر بڑی خوش کن ہوتی ہے۔ اس کے دوست اسے آگے ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بات بہت دور دراز تک پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اطلاع پر یقین کرکے اس گناہ سے فوراً توبہ کرلینی چاہیئے

دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کا علم عطا فرمایا ہے۔ مگر نہ رات کو قرآن مجید پڑھتا ہے اور نہ دن میں اس پر عمل کرتا ہے

وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِهٖ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ مَا رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ ترجمہ:۔ اور وہ شخص جس کا سر توڑا جاتا ہے۔ پس وہ شخص ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا ہے رات کو اس کے پڑھنے سے سو جاتا ہے۔ (یعنی رات کو قرآن مجید نہیں پڑھتا) اور دن کو قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کرتا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے قیامت کے دن تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔

عبرت

وہ لوگ جنہیں قرآن مجید کے سمجھنے کی اللہ تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان لوگوں سے مراد فقط عربی دان رسمی علماء ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن مجید کے احکام کو جانتا ہے۔ خواہ اردو کی تفاسیر پڑھ کر یا کسی استاد سے قرآن مجید کا درس سن کر یا کسی عالم کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر یہ سب لوگ قرآن مجید سے جاننے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید سے مذکورۃ الصدر بے اعتنائی کریگا تو مجرم ہوگا اور اسی سزا کا مستحق ہوگا۔ الخ

تیسرے زانی مرد اور عورتیں تھیں

وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ هُمُ الزُّنَاةُ

اور جو آپ نے سوراخ میں دیکھے تھے (جو تنور کی طرح تھا اور نیچے سے کشادہ اور اوپر سے تنگ تھا) پس وہ زانی ہیں۔

عبرت

جو مرد اور عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہیں انہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کے متعلق جس عذاب کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ وہ بالکل صحیح اور یقینی چیز ہے۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور وہاں مردوں اور عورتوں کو آپ کا پیغام اسی لیے ترجمہ کرکے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے پائیں کہ اے اللہ ہمیں تو اس عذاب کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اس میں مبتلا رہے۔

ایک نیک مشورہ

جن لوگوں کے متعلقین اس گناہ میں مبتلا ہوں۔ مثلاً کسی کا بھائی یا بہن یا چچا یا تایا وغیرہ اور ان لوگوں کو زبان سے کہنے کی جرأت نہ ہو یا یہ خطرہ ہو کہ اگر کہا گیا۔ تو آگ بگولہ ہو کر لڑنے مرنے لگ جائیں گے۔ اپنے بھائیوں کو نیک مشورہ دیتا ہوں کہ "خدام الدین" کا وہ پرچہ خرید لیں۔ جس میں یہ مضمون طبع ہو۔ ان سطور پر سرخ نشان لگا دیں اور ٹائیٹل پیج پر سرخی سے لکھ دیں کہ فلاں صفحہ ملاحظہ ہو۔ یہ لکھ کر پرچہ بذریعہ ڈاک ان کے ہاں بھیج دیں۔ شاید انہیں عبرت حاصل ہو ہی جائے اور دوزخ سے بچ جائیں۔

چوتھا سود خوار تھا۔

وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبٰوا

اور جس شخص کو آپ نے

نہر میں دیکھا تھا۔ وہ سؤد خوار تھا۔ کہ جب وہ نہر سے نکلنا چاہتا ہے۔ تو نہر کے کنارے پر جو شخص کھڑا ہے وہ اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے۔ پھر ہٹ کر جہاں سے آیا تھا۔ وہیں جا پہنچتا ہے۔

عبرت

سؤد خواروں اور جن لوگوں کی طبیعت سؤد خواری کی طرف للچاتی ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ اسلام میں سؤد حرام نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اُس کے سوا قومیں پنپ نہیں سکتیں۔ انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔ حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ خواب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ فرضی چیز نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ اور حقیقت ہے۔

یہ دو شخص کون تھے

جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سیر کرائی تھی۔ انہوں نے آپؐ سے عرض کی۔ "انا جبرئیل و ھذا میکائیل" ترجمہ:۔ میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہے احکام اسلامی سے واقفیت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو اس کا علم ہے۔ کہ ملائکہ عظام (فرشتوں) میں سے چار فرشتے سب سے بلند مرتبہ رکھنے والے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرؤیا کی فصل اول سے یہ حدیث ملخص کر کے پیش کی گئی ہے۔

بدلہ اتارنا اصل صلہ رحمی نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں صلہ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحم (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں۔

صحیح بخاری

بیوی اور شوہر پر ایک دوسرے کے حقوق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ مستدرک حاکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۵۷ء

ساری دنیا میں خانہ کعبہ کی سی عظمت کسی مقام کو حاصل نہیں ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

ثبوت اوّل

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پ ۱

ترجمہ :- (اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے عبادتگاہ اور امن کی جگہ بنایا)

حاصل

یہ نکلا کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے یاد الٰہی کا مرکز فقط خانہ کعبہ ہی ہے۔ اس سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مختلف ادوار میں یاد الٰہی کے لئے عبادت گاہیں ضرور ہوں گی۔ مگر جو مرتبہ خانہ کعبہ کو نصیب ہوا ہے۔ وہ کسی عبادت گاہ کو نصیب نہیں ہوا۔

اور خصوصیت

پھر اس خانہ کعبہ کی اور بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا قبلہ بنایا گیا ہے۔ جن کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ قبلہ ہی بدلا جائے گا۔

ایک اور خصوصیت

انبیاء سابقین علیہم السلام کی میعاد تبلیغ تاریخ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ فلاں نبی تشریف لائے۔ ان کی امت جب گمراہ ہو گئی تو پھر فلاں نبی ان کی اُمت کی اصلاح کے لئے تشریف لائے ان کے دین میں لوگوں نے تحریف کر دی تو پھر اصلاح خلق اللہ کے لئے فلاں نبی تشریف لائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ اور قیامت کی آمد کی تعیین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں فرمائی کہ قیامت کس صدی میں آئے گی۔ اور صدی کے کس سن میں آئے گی اور سن کے کس مہینہ میں آئے گی۔ اور مہینہ کے کس ہفتہ میں آئے گی۔ ہاں آپؐ کے ارشادات سے اتنا فقط معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن آئے گی۔ اس بیان کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد بھی بمقابلے دوسری اُمتوں کے بے انتہا ہوگی۔ کیونکہ اگر میعاد معلوم ہو تو پھر تو کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لہٰذا

خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے والے انسانوں کی تعداد کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا جانے کتنے سنگھ در سنگھ در سنگھ ہوں گے

مبارکباد

اے امت رحمۃ للعالمین تجھے مبارک ہو عید مبارک ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے پیغمبرؐ کا دامنگیر بنایا۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور تمہیں قبلہ بھی وہ عطا فرمایا جس کی نظیر بھی دنیا میں نہیں مل سکتی وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اور خصوصیت

خانہ کعبہ کے گرد گرد حرم محترم یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے یا اور عبادت کرنے کا وہ ثواب ملتا ہے جو دنیا بھر کی عبادت گاہوں اور ایک لاکھ تینتیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء علیہم السلام کے قبلوں میں عبادت کرنے کا وہ ثواب نہیں مل سکتا۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید ارشادات ملاحظہ ہوں :-

خانہ کعبہ کے گرد مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِيْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ صَلٰوةً وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِيْ مَسْجِدِيْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ (رواہ ابن ماجہ) — ترجمہ :- انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی کی اپنے گھر میں نماز ایک ہی نماز ہے اور اس کی محلہ کی مسجد میں نماز پچیس نمازیں ہیں (یعنی ایک نماز کا ثواب پچیس نمازوں کا سا ملے گا)۔ اور اس کی نماز اس مسجد میں جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ پانچ سو نمازوں کا ثواب رکھتی ہے اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں اس کا نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دلاتا ہے۔ اور اس شخص کا میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دلاتا ہے اور اس کا مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے)۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کا نتیجہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی) — ترجمہ :- ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے متعلق فرمایا۔ خدا کی قسم ہے۔ البتہ اللہ اسے (حجر اسود) کو قیامت کے دن ضرور لائے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ جن سے دیکھیگا اور زبان ہوگی۔ جس سے بولے گا۔ اس شخص کے لئے ٹھیک گواہی دے گا

جس نے اس کو بوسہ دیا ہوگا۔ (حجر اسود بہشت سے اُترا ہُوا ہے۔)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْہُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ

(رواہ احمد والترمذی۔ وقال ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حجر اسود جب بہشت سے نازل ہوا تھا۔ اس وقت وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ پھر اسے انسانوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے۔

ستّر فرشتے دُعا کی قبولیّت کے لئے آمین کہتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَکُلَّ بِہٖ سَبْعُوْنَ مَلَکًا یَعْنِیْ الرُّکْنَ الْیَمَانِیَّ فَمَنْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا آمین۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ اس جگہ ستّر فرشتے مسلط کئے گئے ہیں یعنی رکن یمانی پر۔ پس جو شخص یہ دُعا (رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان) پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاٰخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار تو (ستر فرشتے) کہتے ہیں آمین۔ دعا کا ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے بخشش اور سلامتی مانگتا ہوں۔ دنیا اور آخرت (دونوں جگہ میں)۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

تاریخی حیثیت سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نو مرتبہ ہوئی ہے

پہلی مرتبہ

اسے ملائکہ عظام نے تعمیر کیا تھا۔ جبکہ وہ بیت معمور جو قرآن میں مذکور ہے۔ وہ آسمان میں ہے اور فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ زمین میں اس بیت معمور کے محاذات میں اس جیسا ایک گھر بناؤ تاکہ دُنیا میں انسانوں کے لئے طواف کرنے کا مقام بن جائے۔ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے زمین پر اُترنے سے کئی حقبے پہلے کا ہے۔ (ایک حقبہ تقریباً اسّی یا سو سال کا ہوتا ہے)؟

دوسری مرتبہ

ملائکہ عظام کی تعمیر بہت لمبا زمانہ گزرنے کے باعث گر گئی تھی۔ اس لئے آدم (علیہ السلام) نے ملائکہ عظام کی شمولیّت کے ساتھ دوبارہ اس کی تعمیر فرمائی۔ آدم علیہ السلام بھی اس خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ اور جس طرح ملائکہ عظام یہ کلمات پڑھتے تھے۔ آدم علیہ السلام بھی پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

تیسری مرتبہ

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے اس کی نئی تعمیر کی۔ اس کی زیارت بھی لوگ کرتے رہے۔ اور طواف بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانہ میں طوفان آیا۔ اس طوفان کا اثر خانہ کعبہ پر بھی پڑا اور اس کی دیواروں کے پتھر بکھر گئے۔ اور اس کی بنیادوں کے نشانات بھی مٹ گئے۔

چوتھی مرتبہ

خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ مورخین کا بیان یہ ہے کہ طوفان نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار برس کا فاصلہ ہے اور آثار مدریہ اور قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی تینوں تعمیریں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تھیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ (اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ) سورۃ آل عمران رکوع ۱۰ پ ۴

ترجمہ:۔ بیشک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہُوا یہی ہے۔ جو مکّہ میں برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لئے راہ نما ہے۔

اس آیت میں خانہ کعبہ کی خصوصیات

اَوَّلَ بَیْتٍ اس کی اولیّت کی خصوصیت کا پتہ دے رہی ہے۔ پھر ارشاد ہُوا ہے۔ وضع للناس یعنی تمام بنی نوع انسان کے لئے یہی قبلہ تجویز ہوا تھا۔ (جس کا ظہور اگرچہ نبی آخرالزماںؐ کی بعثت کے بعد ہُوا۔ ہاں یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء سابقینؑ بھی اس بیت اللہ الحرام کا طواف اور حج کرتے رہے ہیں) چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا خانہ کعبہ کا حج کرنا بھی ثابت ہے ھدًی للعٰلمین کا لفظ بھی پتہ دے رہا ہے کہ دنیا کی ابتدا ہی سے سارے جہان کے لئے اسی خانہ کعبہ کو انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خانہ کعبہ کی قدامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت ہی سے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا بیان بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ رَبَّنَآ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) سورہ ابراہیم رکوع ۵ پ ۱۳ ترجمہ اے میرے رب میں نے کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس

اس آیت سے صاف طور پر

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا سے پہلے یہ مقام متبرک (خانہ کعبہ) تھا۔ بلکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی یہ پاک اور متبرک گھر موجود تھا۔

حضور انورؐ کی طرف سے مزید تائید

فتح مکّہ کے دن آپؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو

اِنَّ ھٰذَا الْبَلَدَ مَکَّۃَ حَرَامٌ حَرَّمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَھُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَۃِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ بیشک یہ شہر مکہ عزت والا ہے اللہ نے اس کو اس دن سے عزت دی ہے جب سے آسمان اور زمین پیدا کئے پس وہ عزت والا ہے اللہ کی دی ہوئی عزت سے قیامت کے

آپؐ کے فرمان سے ثابت ہوا

کہ بیت اللہ الحرام کی تعمیر زمانہ قدیم میں ہوئی تھی (اس بنا کے منہدم ہو جانے کے باعث ابراہیم علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام مقدس کی اطلاع فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو (وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ) سورہ الحج۔ رکوع ۴ پارہ ۱۷

خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی کا منظر

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارشاد فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ تعمیر کے وقت

دونوں حضرات کی یہ دُعا

تھی۔ (و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم) سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پارہ ۱ (ترجمہ) اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ اے ہمارے [redacted] ہم سے قبول کر بیشک تو ہی [redacted] والا جاننے والا ہے) جب تعمیر [redacted] اونچی ہو جاتی تھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد کے سامنے ایک پتھر لاکر رکھ دیتے تھے۔ تاکہ اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کر سکیں۔ اسی پتھر کا نام (مقام ابراہیم) ہے۔ یہ پتھر آج بھی مسجد حرام میں محفوظ ہے۔ طواف کرنے والے طواف کرنے کے بعد اسی کو سامنے رکھ کر طواف کے نفل ادا کرتے ہیں۔

جب خانہ کعبہ کی تعمیر ایک حد تک پہنچ گئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو الہام فرمایا کہ یہی جگہ حجر اسود کے رکھے جانے کی ہے۔ جس سے طواف شروع کیا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حجر اسود کو خود اُٹھا کر لائے اور خود ہی اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرنے کے حکم کا اعلان کرنے کا حکم ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ (وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ) سورۃ الحج۔ رکوع ۴ پ ۱۷۔ ترجمہ۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے کہ تیرے پاس پا پیادہ اور پتلے دُبلے اونٹوں پر دُور دراز راستوں سے آئیں۔

پانچویں مرتبہ

خانہ کعبہ کی پانچویں مرتبہ تعمیر قبیلہ جرہم کے زمانہ میں ہوئی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سسرال تھے۔ جب یہ لوگ گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو خزاعہ قبیلہ ان پر غالب آیا اور انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیا اور یہ لوگ یمن کی طرف چلے گئے

چھٹی مرتبہ

خانہ کعبہ کی چھٹی مرتبہ تعمیر قصی بن کلاب بن مرہ نے کی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھی پُشت میں دادا تھے۔

قریش کی وجہ تسمیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی دادا قصی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے تمام قبائل کو جمع کیا۔ ان سب نے اسی کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ اسی دن سے قریش کے نام سے موسوم ہوئے کیونکہ تقرش کے معنی اکٹھا ہونا ہے۔ اسی قصی نے پھر خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی اور ایک دارالندوہ بنایا۔ یعنی مشورہ کا گھر جب کوئی مشورہ کرنا ہوتا تھا تو اس میں جمع ہو جاتے تھے۔ قصی سے پہلے اس خاندان کے لوگ کبھی جمع نہیں ہوئے تھے

خانہ کعبہ کی کنجی

خانہ کعبہ کی کنجی بھی اسی کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ وہی دربان اور خادم (خانہ کعبہ) کا تھا

ساتویں مرتبہ

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے چند سال پہلے تعمیر کی تھی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو آگ لگ گئی تھی۔ اس لئے قریش نے اکٹھے ہو کر فیصلہ کیا کہ دوبارہ اس کی تعمیر حلال کے مال سے کی جائے جس میں نہ سود کا مال ہو نہ ظلم کی کمائی کا اور نہ کسی بازاری عورت کی کمائی کا۔ ان شرطوں والا مال قریش کے پاس اتنا نہیں تھا۔ کہ خانہ کعبہ کی مکمل تعمیر ہو سکے۔ اس لئے خانہ کعبہ کا کچھ حصہ شمال کی طرف سے غیر مسقف چھوڑ دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ کا دروازہ بھی سطح زمین سے بلند کر دیا۔ تاکہ سیلاب کا پانی اندر نہ جا سکے اور تاکہ خانہ کعبہ کے اندر جانے میں بھیڑ نہ ہو۔

حجر اسود کے رکھے جانے کا فیصلہ

جب تعمیر حجر اسود کے رکھے جانے کے مقام تک پہنچی تو اس کے رکھے جانے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس قدر شدید اختلاف ہوا۔ قریب تھا کہ قبائل میں تلوار چلے۔ ابو امیہ بن المغیرۃ المخزومی نے مشورہ دیا کہ اس اختلاف کے رفع کرنے میں اس شخص کو حکم (منصف) مان لیں جو صفا کی طرف کے دروازے سے سب سے پہلے آئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ سب نے کہا۔ یہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو امین ہے آ گیا ہے۔ جب حجر اسود کے رکھے جانے کا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک چادر بچھائیں اور حجر اسود کو اس پر رکھ دیں اور ہر قبیلہ کے منتخب شدہ آدمی مل کر اس چادر کو اُٹھائیں۔ سب نے خوش ہو کر اسی طرح کیا۔ جب حجر اسود کے مقام پر چادر آئی تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر حجر اسود کو رکھ دیا۔ اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

آٹھویں مرتبہ

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ انہوں نے جب بنی اُمیہ کے خلفا کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور حجاز۔ یمن اور عراق کے لوگ ان کے تابع ہو گئے اور مکہ معظمہ کو اپنی قیامگاہ بنایا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی اور جو حصہ قریش نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی خانہ کعبہ کی

تعمیر میں داخل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چاہتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں بھی شامل تھا۔ یہ تعمیر ۶۴ھ ۲۷ رجب کو ختم ہوئی

نویں مرتبہ

حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کی تھی۔ حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ جنگ کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہو گئے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اجازت نے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو شہید کرکے دوبارہ قریش کی حدود پر پھر از سرنو تعمیر کی۔

نویں مرتبہ کے بعد

پھر خانہ کعبہ کی تعمیر نہیں ہوئی۔ خلیفہ منصور عباسی نے اپنی خلافت میں ارادہ کیا کہ حجاج کی تعمیر کو گرا کر پھر عبداللہ بن زبیرؓ کی بنا پر خانہ کعبہ کی تعمیر کر دے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس ارادہ سے منع فرمایا کہ آئندہ بادشاہ یہی طریقہ نہ اختیار کر لیں (کہ آئے اپنی مرضی کے مطابق شہید کرکے بناتا جائے)۔ اس لئے خلیفہ نے اس کا ارادہ ترک کرایا۔

اخذ ہ ھذہ المضامین من رسالۃ المسماۃ "فی ظلال الکعبۃ" من عبداللطیف محمد السبکی رکن جماعۃ کبار العلماء ومدیر التفتیش بالازھر۔ مصر۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کی شوہروں کو وصیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حجۃ الوداع میں عرفہ کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدایت دی) لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے۔ اور اسی اللہ کے کلمہ اور حکم سے وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا (گھر میں آنا اور) تمہارے بستروں پر بیٹھنا تمہیں ناپسند ہو وہ اس کو آکر وہاں بیٹھنے کا موقع نہ دیں، پس اگر وہ ایسی غلطی کریں تو ان کو تم سزا دے سکتے ہو جو زیادہ سخت نہ ہو، اور تمہارے ذمہ مناسب طریقے پر ان کے کھانے کپڑے (وغیرہ ضروریات) کا بندوبست کرنا ہے۔ صحیح مسلم

بیوی کے ذمہ شوہر کا حق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی مخلوق کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ جامع ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ر نومبر ۱۹۵۷ء

مسلمان اس سے پہلے ایک خطرناک غلطی کر چکے ہیں جسکا خمیازہ بھگت رہے ہیں

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

اور اب پھر اس غلطی کو دہرانا شروع کر رہے ہیں۔ میرا فرض ہے۔ کہ اس غلطی پر متنبہ کر دوں۔ تاکہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ توفیق دے وہ اصلاح کر لیں اور انشاء اللہ تعالےٰ ان کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائے گی۔ اور اگر اس پیغام حق کو نہ مانیں۔ پھر بھی قیامت کے دن یہ تو نہیں کہہ سکیں گے (ربنا من جاءنا من نذیرٌ) ترجمہ "اے ہمارے رب ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا"

وہ غلطی یہ تھی

کہ مسلمانوں نے اپنے بچوں کو گورنمنٹ برطانیہ کے قائم کردہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلائی۔ جن میں دنیا میں کام آنے والی چیزوں کی تعلیم تو دی گئی۔ مگر اسلام کے متعلق بالکل خالی الذہن رکھا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں پرائمری سے لے کر ایم اے تک کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں پڑھایا گیا۔ اور انہیں ایم اے کے کورس تک کہیں یہ نہیں بتلایا گیا کہ ایمان کس عقیدہ کا نام ہے۔ اور انہیں ایم۔ اے کے کورس تک کہیں یہ نہیں بتلایا گیا کہ مذہب اسلام دوسرے مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے اور اس کی فوقیت کے فلاں فلاں وجوہ ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام کے معاملہ میں وہ بچے صفر کے درجہ پر رہے۔

اس کا نتیجہ

یہ نکلا ہوا ہے کہ اس طریقہ کے تربیت یافتہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں میں ایمان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ وہ بے ایمان ہیں۔ ایمان یہ ہے کہ انسان کے دل میں یہ عقیدہ ہو کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے رسولؐ کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ تفصیل تو بجائے خود رہی۔ ایمان کا یہ اجمالی نقشہ بھی ذہن میں نہیں ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان کے متعلق جو شکایت کر رہا ہوں۔ وہ فرضی نہیں ہے۔ بلکہ مشاہدہ میں آئی ہوئی ہے۔ کیونکہ میں چالیس سال سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں لاہور میں تیرہ کالج تھے۔ ہر ایک کالج کے ماتحت ہائی سکولوں۔ مڈل سکولوں۔ پرائمری سکولوں کی خدا جانے کتنی تعداد ہوگی۔

ہر قاعدہ کلیہ میں استثنا بھی ہوتا ہے

یہ میں مانتا ہوں کہ کالجوں میں تعلیم پانے والے نوجوانوں میں سے دو قسم کے نوجوان اس گناہ سے محفوظ رہے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے تعلیم کالج میں پائی اور بجائے ہوسٹل کے تربیت دیندار ماں باپ کے ہاں پائی۔ دوسرے وہ خوش نصیب نوجوان جن کو زمانہ تعلیم کالج میں کسی عالم ربانی کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف بھی ہوتا رہا۔ ایسے لوگ نہ دین سے بیزار ہیں اور نہ بے ایمان ہیں۔

کالج میں تعلیم اور ہوسٹل میں قیام

کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے نوجوان یورپین تہذیب یورپین تمدن۔ غرضیکہ یورپ کے سانچے میں ان کی زندگی ڈھل چکی ہے۔ اسلام سے بیزار۔ حاملین اسلام یعنی علماء اسلام سے بیزار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں جو انہوں نے صورت اختیار کر رکھی ہے۔ یعنی مونچھیں کترانا۔ داڑھی بڑھانا۔ اس پر مذاق۔ انہیں کوئی خیال نہیں ہے کہ مرنے کے بعد ہماری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ اور اس دور زندگی میں کیا کیا ضرورتیں پیش آئیں گی۔ ان ضرورتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ کس طرح اور کہاں سے مہیا ہو سکتی ہیں ان کے ذہن مابعد از موت کے باب سے بالکل خالی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اور مابعد از موت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ کالج کی تعلیم میں انہیں اس زندگی کی اطلاع ہی نہیں دی گئی تھی۔ اس لئے وہ لوگ اس زندگی کے خوشگوار بنانے کے لئے کوئی تیاری کر کے نہیں گئے ہوں گے۔ اس لئے وہاں عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

استثنا

زمانۂ کالج سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں میں سے جس کسی کو عالم ربانی یا کسی شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو گئی۔ تو وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنی اصلاح کر لیں گے۔ اس کے باعث ان کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

میری شکایت پر ملک الشعراء ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے ارشادات میں شہادت

نوجوانوں کی تعلیم کے متعلق

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔ صفحہ ۶۵

این غلام ابن غلام ابن غلام
حریت اندیشۂ او را حرام
مکتب از وے جذبۂ دیں در ربود
از وجودش این قدر دانم کہ بود
این زخود بیگانہ این مست فرنگ
نان جو می خواہد از دست فرنگ

پیام مشرق صفحہ ۱۶۹

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و دین
نخرد بادہ کس از کارگہ شیشہ گراں

بال جبریل صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳

آہ مکتب کا جوانِ گرم خوں
ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں
مرغ پر بستہ چوں پراں شود
طعمۂ ہر گربۂ دراں شود

بال جبریل صفحہ ۱۸۰

چشم بینا سے ہے جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

بال جبریل صفحہ ۶۹

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدائے لا الہ الا اللہ
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ

تعلیم جدید کے متعلق لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم کا فیصلہ

وضع و روش اطفال کی ہے قوم پہ بار گراں
رسموں کا شکوہ اک طرف مذہب کا رونا اک طرف
کہتے ہیں لڑکے بھی مگر کالج سے فرصت ہے کہاں
یہ ساری باتیں اک طرف اور پاس ہونا اک طرف
پڑھے اس جا جماں تاثیر ملت جا نہیں سکتی
بسے اس جا کہ آوازِ اذاں بھی آ نہیں سکتی
نہیں کو ناز ہو اے نوجوانوں اس طریقہ پہ
میری امید تو نغمہ خوشی کا گا نہیں سکتی

دونوں واجب الاحترام بزرگوں کی شہادت کا نتیجہ

میرے خیال میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اپنے دونوں بزرگوں کی بے نظیر شہادت کی قدر کرے گا اور اس پہ مُہر تصدیق لگائے گا۔ اور اس امر کو بطیب خاطر تسلیم کر لے گا۔ کہ تعلیم جدید نوجوان کو مذہب و ملت سے دور ہٹا رہی ہے۔ خدا تعالےٰ سے منقطع کرا رہی ہے۔ آخرت کے خوف کو دل سے محو کر رہی ہے۔ اسلام اور حاملین اسلام کی وقعت اور عزت دل سے نکال رہی ہے۔ خدا کے لئے جینا۔ خدا کی راہ میں مرنا جو مسلمان کا امتیازی نشان تھا۔ نوجوان مسلمان اس حیات ابدی کے راستہ سے ہٹتا جاتا ہے اگر نوجوان مسلمان کے خون میں حمیت اسلامی کی حرارت نہ رہی پھر اندازہ کیجئے کہ پاکستان میں اسلام کی کیا حالت ہوگی۔

تعلیم یافتہ نوجوان میں مذکورۃ الصدر بد عنوانیاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ ہیں

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

(سورۃ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶)۔ ترجمہ:
اے ایمان والو۔ ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (یعنی یہود اور نصاریٰ) اور کافروں کو اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا تھا کہ یہود اور نصاریٰ تمہارے دین کے دشمن ہیں۔ جس دین کو مسلمان اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ لہذا تم ان سے دوستی نہ رکھنا اور ہم نے نصرانی پر اتنا اعتماد کیا کہ حضور ہمارے بچوں کا کھلانا۔ پلانا۔ پہنانا۔ بیمار ہوں تو اپنی گرہ سے علاج کرانا یہ ہمارے ذمہ ہے اور حضور جو نصاب تعلیم تجویز فرمائیں وہ کتابیں خرید کر کے دینا یہ سب چیزیں ہمارے ذمہ ہیں اور حضور والا جو چاہیں انہیں تعلیم دیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس شخص کے سپرد کرتا ہے۔ جس کی دوستی پر پورا اعتماد ہو۔ لہذا اس قاعدہ کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم کا جو نقشہ ایجی اسی عنوان میں عرض کر چکا ہوں کہ جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ کہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے انہیں کو دوست خیال کر کے اپنی اولاد کی تربیت انہیں کے سپرد کی۔ اس کا نتیجہ وہ نکلا جو اوپر اپنے۔ دو بزرگوں کے الفاظ میں عرض کر چکا ہوں۔

پہلی غلطی کا پھر اعادہ

مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے دور میں اپنے بچوں کو انگریز کی تخصیل میں تعلیم دلائی تھی۔ اس کا نتیجہ وہ نکلا ہوا ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ جو ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے فرمایا ہے کہ اس نوجوان میں اسلام کی بو بھی نہیں رہی۔ اور اس کے منہ سے کلمہ لا الہ الا اللہ بھی نہیں نکلتا۔

برادران اسلام خود فیصلہ کیجئے کہ قبر میں اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اب وہ درجہ امریکنوں کو دیا جا رہا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں امریکنوں نے بہت سے سکول کھولے ہیں جس میں مسلمانوں کے بچے سینکڑوں کی تعداد میں تعلیم پا رہے ہیں۔ انگریز اور امریکہ کے باشندے دراصل ایک ہی نسل ہیں۔ لہذا ہمارے بچوں پر انگریز کے ہاں تعلیم پانے سے جو اثر ہوا۔ وہی اثر انگریز کے زیر سایہ تعلیم پانے پر بھی یقیناً ہوگا۔

پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی شروع کر دی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
(لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ)
ترجمہ:۔ ایک بل سے مومن دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ برادران اسلام جب ایک مرتبہ انگریزوں سے نقصان اٹھا چکے۔ تو پھر دوسری مرتبہ اسی غلطی کو کیوں اختیار کر رہے ہو۔

نوجوانوں کو گمراہی سے بچانیکی دو تجویزیں

پہلی

انجمن حمایت اسلام لاہور سے درخواست کی جائے کہ وہ پرائمری سکول۔ مڈل سکول اتنے کھول دے کہ مسلمانوں کے بچوں کے لئے کافی ہوں۔ ماشاء اللہ انجمن حمایت اسلام کے لاہور میں پانچ ہائی اسکول ہیں۔ شیرانوالہ دروازہ ہائی سکول۔ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ۔ اسلامیہ ہائی سکول وطن۔ اسلامیہ ہائی سکول مغلپورہ روڈ۔ اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ۔ غالباً سرِدست ہائی سکول تو کافی ہیں۔ البتہ دوسرے اسکولوں کے متعلق کوشش کی جائے۔ کہ انجمن حمایت اسلام مسلمانوں کی اس ضرورت کو بھی پورا کرے۔

اس کا نتیجہ

یہ ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے بچوں کو اسلام کی تعلیم مکمل نہ بھی ملی۔ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ وہ اسلام سے متنفر نہیں ہوں گے۔ اور نہ اسلام کے خلاف عیسائیت کی تعلیم ان کے ذہن نشین ہوگی۔

دوسری

تجویز یہ ہے کہ اگر آپ عیسائیوں کے سکولوں میں پڑھانا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر عیسائیت سے عقیدت اور اسلام

سے نفرت کے خیالات سے بچانے کے لئے اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم کے دلانے کا آپ انتظام کریں۔ تاکہ اس زہر کا یہ تریاق ہوتا رہے۔

پیشکش

جو میرے بھائی میرے ہاں نماز مغرب کے وقت اپنے بچوں کو بھیج سکیں۔ ان کی خدمت میں پیشکش کرتا ہوں۔ کہ ان کے بچوں کی مذہبی تعلیم کا میں مفت انتظام کر دوں گا۔ آپ اپنے بچوں کو نماز مغرب کے وقت مسجد لائن والی دروازہ شیرانوالہ میں پہنچا دیں۔ نماز مغرب سے متصل ان کا سبق شروع کرا دیا جائے گا۔ تعلیم بفضلہٖ تعالیٰ مفت ہوگی۔ البتہ باقی بعض ضروری ضوابط بعد میں طے ہو جائیں گے۔

تنبیہ شدید

برادران اسلام۔ اگر آپ نے میری سابقہ معروضات کو درخورِ اعتناء خیال نہ کیا اور بچوں کو عیسائیوں کے سکولوں سے نہ ہٹایا اور ان کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہ کیا تو ان میں سے اکثر بڑے ہونے کے بعد نام کے مسلمان ہوں گے اور دل میں اسلام سے متنفر۔ اور بیزار اور عیسائیت سے مانوس ہونگے۔ ان حالات میں قیامت کے دن جب یہ بچے دوزخ میں جائیں گے۔ تو

ماں باپ پر لعنت

بھیجیں گے کہ انہوں نے ہمیں غلط راستہ پر چلایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم دوزخ میں جا رہے ہیں۔

لعنت کا ثبوت

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲)

ترجمہ:۔ جس دن ان کے منہ آگ میں الٹ دیئے جائیں گے۔ کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ اور رسولؐ کا کہا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب انہیں دُگنا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت کر۔

اپنی عقل سے پوچھئے

کہ دوزخی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بڑوں کی شکایت کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور۔ بڑوں سے مُراد سب سے نمبر اوّل ماں باپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ اور اپنے بڑوں کے لئے جو دُگنے عذاب کی بد دُعا کر رہے ہیں اور ان پر بڑی لعنت کی سفارش کر رہے ہیں۔ ان بڑوں سے مُراد سوائے ماں باپ کے اور کوئی ہو سکتا ہے؟

اس سے تو بے اولاد ہی ہوتے تو بہتر تھا

اے عیسائیوں کی گود میں بچوں کی تربیت کرانے والو۔ اور اے سکولوں اور کالجوں کی تعلیم پر اکتفا کرنے والو اور قرآن مجید اور حدیث رسولؐ خدا کی تعلیم سے اولاد کو بے بہرہ رکھنے والو اور والیو۔ سوچ لو۔ سمجھ لو۔ کہ قیامت کے دن تمہیں اس اولاد سے کیا صلہ ملے گا۔ یہی اولاد تمہاری بدترین دشمن ہوگی۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ تم بے اولاد ہی ہوتے۔ تاکہ تمہارے پیٹ کے جنے ہوئے تمہارے بدترین دشمن تو قیامت میں نظر نہ آتے۔ اگر اب بھی تمہیں شیطان گمراہ رکھے۔ اور آئندہ پیش آنے والے ہولناک واقعات سُننے کے باوجود شیطان یہ کہے کہ یہ مولویوں کی باتیں ہیں۔ اور ان کے بکواس ہیں۔ ان کی کوئی پرواہ نہ کرو اور اپنی لائن پر چلے جاؤ۔ تو پھر آپ کے لئے ایک اور درجہ پیش آنے والا ہے۔ وہ بھی سُن لیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا دوزخیوں سے خطاب

الم تکن اٰیٰتی تتلیٰ علیکم فکنتم بھا تکذبون ۝ قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین ۝ ربنا اخرجنا منھا فان عدنا فانا ظلمون ۝ قال اخسئوا فیھا ولا تکلمون ۝) سورہ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸۔ ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بیشک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔

شعر

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

وما علینا الا البلاغ واللہ الہادی من یشاء الی صراط مستقیم۔

میری شکایت کی زبردست شہادت:۔

۷ نومبر ۱۹۵۷ء کی نماز عشاء کے بعد مجھے ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میرا بھتیجا ملتان چھاؤنی کے عیسائیوں کے ایک سکول میں پڑھتا تھا۔ جس کی عمر تقریباً سات آٹھ سال کی ہے۔ وہ کہتا تھا کہ سکول میں یسوع مسیح کا بُت بنا ہوا ہے۔ سب مسلمان بچوں سے اس کو سجدہ کرایا جاتا تھا مگر میں نہیں کرتا تھا۔ بلکہ دوسرے بچوں کو بھی سجدہ کرنے سے منع کرتا تھا۔ اس پر مجھے اُستانیاں مارتی تھیں کہ تم خود تو سجدہ نہیں کرتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہو۔ اس لئے وہاں سے ہم نے اپنے بھتیجے کو اٹھا لیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء

باطل کی فوجیں محمدی ﷺ اسلام پر ہر جگہ اور ہر طرف سے حملہ آور ہیں

ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی تین جماعتوں کا آنا فرض عین ہے

ان میں سے دو مذہبی ہیں علمائے کرام اور صوفیائے عظام

اور ایک سیاسی ہے اسلامی حکومت

(جہاں کہیں موجود ہو مثلاً پاکستان)

برادران اسلام۔ آج کے خطبہ کے جو عنوانات سطور بالا میں تحریر کئے گئے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی حصہ میں جائیں سلطنت وہاں کفر کی ہو یا اسلام کی آپ ان عنوانات کو بالکل ٹھیک پائیں گے۔

کہیں

تو علمبرداران مشرک۔ یعنی مشرک اقوام چاہتی ہیں کہ محمدی اسلام مٹ جائے اور کہیں کفر کی فوجیں محمدی اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ محمدی اسلام کفر کے

لئے پیغام موت ہے

اور کہیں زندقہ محمدی اسلام کو مٹانا چاہتا ہے۔ کیونکہ "محمدی اسلام" زندقہ کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ اور کہیں الحاد "محمدی اسلام" کے مقابلہ میں صف آرا ہے کیونکہ الحاد کے پودے کے لئے بھی محمدی اسلام ایسا ہی ہے۔ جس طرح شیر کے سامنے بکری۔ بکری تب ہی زندہ رہ سکتی ہے کہ شیر جنگل سے نکل جائے

حاصل

یہ ہے کہ کسی مذہب کے اتنے دشمن دنیا میں نہیں ہیں۔ جتنے کہ "محمدی اسلام" کے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا کی کسی قوم کے پاس آسمانی کتاب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی پر یہ خاص انعام ہے کہ اس کی آسمانی کتاب یعنی قرآن مجید دنیا میں

۱۳۷۷ھ تک موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔

کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا اعلان ہے۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴ ترجمہ ہم نے یہ نصیحت (قرآن مجید) اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس کا نتیجہ

یہ ہے کہ تمام مذاہب باطلہ فقط قرآن مجید کی بیخکنی چاہتے ہیں۔ حالاں کہ یہ چیز عقلاً محال ہے۔ جس کا محافظ اللہ تعالےٰ ہو۔ اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ یہاں کہیں بھی باطل حق سے ٹکرائے گا۔ مونہہ کی کھا کر ذلیل ہو کر پسپا ہوگا۔ باطل کے مقابلہ میں کبھی تو

حق پرست علماء کرام آئیں گے

مثلاً

ایک مشرک یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اولاد فقط ایک اللہ تعالےٰ دیتا ہے۔ حالانکہ ہمارا فلاں دیوتا یا فلاں دیوی بھی اولاد دے سکتے ہیں۔ ہم نے تو بیٹے اور پوتے اور بیٹیاں اور نواسے اسی کی پوجا کر کے اسی کے بُت پر چڑھاوے چڑھا کر لئے ہیں چونکہ تم مسلمانوں کو اس سے عقیدت نہیں ہے اس لئے تمہیں وہ بُت کچھ نہیں دیتا۔ ہم اس سے پوچھیں گے۔ یہ بتلاؤ کہ وہ کس نے پیدا کیا ہے۔ مشرک کہے گا۔ اسے پرمیشر (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا ہے۔ ہم اس پر یہ جرح کریں گے کہ جو اپنے آپ کو نہیں بنا سکا بلکہ اپنے بننے میں دوسرے کا محتاج ہے وہ دوسروں کو کس طرح بنا سکتا ہے۔ (۲) اگر یہ دیوتا مخلوقات کو بناتا ہے۔ تو اس کے پیدا ہونے سے پہلے جو مخلوقات

دُنیا میں ہو گزری ہے۔ وہ کس نے بنائی تھی۔ اگر وہ انصاف پسند ہے۔ تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ٹھیک ہے کہ تمام جہان کی مخلوقات کا بنانے والا فقط ایک اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ

(لہ ملک السمٰوٰت والارض ج یحیی ویمیت ج وھو علیٰ کل شی قدیر ھوالاول والاخر والظاھر والباطن ج وھو بکل شی علیم ہ ھوالذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایامٍ ثم استویٰ علی العرش ط یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا ط وھو معکم این ما کنتم ط واللہ بما تعملون بصیر ہ لہ ملک السمٰوٰت والارض ط والی اللہ ترجع الامور ہ یولج اللیل فی النھار ویولج النھار فی اللیل وھو علیم بذات الصدور ہ)

سورہ حدید پارہ ۲۷ رکوع ۱

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین میں بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ ہے۔ اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی ہے اور جو اس میں اوپر چڑھتی ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی حکومت اُسی کے لئے ہے اور سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔

منصف مزاج مشرک

کو ماننا پڑے گا کہ واقعی پرمیشر (خدا) ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جسے مسلمان اپنا خالق مانتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی دیوتا یا دیوی مخلوق کو بنانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یا مثلاً کافر کو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا قائل کرنا

جس طرح ایک مشرک کو مسلمان نے اللہ تعالےٰ کی توحید کا عقیدہ تسلیم کرایا تھا۔ اسی طرح ایک مسلمان قرآن مجید کا عالم کافر کو اس بات کا قائل کردیگا کہ واقعی اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا انسانوں کا فرض عین ہے۔ مثلاً کافر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کو ماننا میرے ذمہ فرض نہیں ہے۔ اب قرآن مجید کا عالم اس سے پوچھے گا کہ تم اس دنیا میں کس طرح آئے ہو کہے گا کہ میری ماں نے مجھے جنا تھا۔ ہم کہیں گے کہ یہ ٹھیک ہے کہ تمہیں ماں نے جنا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اگر جننا ماں کے اختیار میں ہوتا۔ تو کوئی ماں بے اولاد نہ ہوتی۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ بیس بیس سال سے شادی شدہ ہیں۔ مگر آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماں جننے کا آلہ ضرور ہے۔ مگر پیدا کرنے والا کوئی اور ہے۔ اور سُننے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بچے مادر زاد اندھے ہوتے ہیں۔ بعض مادر زاد بہرے ہوتے ہیں بعض مادر زاد گنگے ہوتے ہیں۔ اگر ماں کا اختیار ہوتا تو نہ کوئی اندھا پیدا ہوتا اور نہ بہرا اور نہ گنگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں بینائی۔ کانوں میں شنوائی۔ زبان میں گویائی بھی کسی اور کے حکم سے ڈالی جاتی ہے۔ اور وہ ڈالنے والا نظر نہیں آتا۔ مگر وہ موجود ضرور ہے۔ مسلمان اسی کو اللہ تعالےٰ کے پاک نام سے تعبیر کرتا ہے (لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ج وھو اللطیف الخبیر ہ) (سورۃ الانعام رکوع ۱۳ ۱۱) ترجمہ اُسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین خبردار ہے۔

کافر سے ایک سوال

اگر کوئی شخص تم پر کسی قسم کا احسان کرے تو تیرا دل اس سے ممنون احسان ہوگا۔ یا نہیں۔ جب ہوگا تو تیرا دل چاہے گا کہ زبان سے اس کا شکریہ ادا کروں۔ جس خدا نے تمہیں منی کے قطرہ سے ماں کے پیٹ میں بنایا۔ تمہارے سب اعضا بالکل مکمل کرنے کے بعد اس وجود میں روح ڈالی۔ آنکھوں میں بینائی ڈالی۔ کانوں میں سننے کی طاقت رکھی۔ زبان میں بولنے کی قوت پیدا کر دی۔ غرضیکہ تیرے وجود کے ہر ہر عضو میں کوئی نہ کوئی خوبی رکھی۔ اور خوبیاں بھی وہ رکھیں کہ اگر وہ نہ دیتا تو وہ خوبی سارے دنیا کے خزانے بھی خرچ کر دیتے۔ تو بھی کہیں سے نہ مل سکتی۔ مثلاً اگر خدا تعالےٰ مادر زاد اندھا پیدا کر دیتا تو تمہیں دنیا میں کس قیمت پر بینائی مل سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ اب بتلایئے کہ ایسے محسن کا حکم ماننا تیری فطرت کا تقاضا ہے یا نہیں۔ اگر وہ انصاف پسند ہے تو اسے اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ واقعی مجھے اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ یا

مثلاً

ایک ملحد یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو (اٰتوا الزکوٰۃ سورۃ البقرہ رکوع ۵ پارہ ۱ (ترجمہ اور زکوٰۃ دو) کا حکم ہے۔ زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ صاف ستھرے ہو کر رہو۔ اگر ہم غسل خانہ سے نہا کر باہر نکل آئے تو ہم نے زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ ایک حق پرست عالم کتاب و سنت اسے سمجھائے گا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب پاک (قرآن مجید) کی مراد سمجھنے کے لئے در اصل اللہ تعالیٰ ہی سے معلوم کرنی چاہیئے تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنا نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجویز کیا ہوا ہے۔ اس نیابت کے متعلق اعلان ملاحظہ ہو۔ (وما ینطق عن الھویٰ ہ ان ھو الا وحی یوحیٰ) سورۃ النجم رکوع ۱ پ ۲۷) ترجمہ اور نہ وہ (نبی) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے (یعنی جو فرماتا ہے) جو اس پر آتی ہے۔

لہٰذا وہ عالم اس ملحد کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی زکوٰۃ کی معنی بیان کرے گا۔ اس ملحد کو زکوٰۃ کی حضور انورؐ کی بیان کردہ معنی ماننی پڑے گی۔

حاصل

یہ نکلا کہ ملحدین کے مقابلہ میں کتاب و سنت کا عالم ہی آئے گا۔ اور قرآن مجید کی ملحدین کی پیش کردہ تاویلات باطلہ کے بطلان کا قلع قمع کرکے حق کا جھنڈا بلند کر دے گا۔ اسی قسم کی خدمات حق پرست علماء کرام اسلام کے متعلق کرتے آئے ہیں۔ کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ جو گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ اور جو اس دور میں کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو استقامت عطا فرمائے۔ اللھم اجعلنا منھم اور باطل کی فوجوں کو شکست دینے کے لئے

حق پرست علماء کرام

سے میری مراد وہ علماء کرام ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد اشاعت کتاب و سنت ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ امیر ہو یا غریب شہ ہو یا گدا اسے زندگی کے ہر شعبہ میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقصود ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق دروازہ محمدی سے گزر کر دربار الٰہی میں جا پہنچے۔ ہر شخص اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں مذکور الصدر مسلک کو پیش نظر رکھے۔ خواہ اخلاق ہوں یا معاشرت۔ اقتصادیات ہوں یا سیاسیات وغیرہ

در اصل مندرجہ ذیل اعلان کے مصداق یہی حضرات ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ..... اِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ وَ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا وَ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ (رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد وابن ماجۃ والدارمی۔ ترجمہ۔ ابی الدرداءؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بیشک عالم کے لئے آسمانوں میں رہنے والے اور زمین پر رہنے والے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں (مغفرت کی دعا کرتی ہیں) اور تحقیق عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے۔ جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر اور تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں اور تحقیق انہوں نے دینار اور درہم کا وارث نہیں بنایا سوائے اس کے نہیں (اپنے) علم کا وارث بنایا ہے۔ پس جس شخص نے اس علم کو پا لیا۔ اس نے بڑا حصہ پا لیا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ قَالَ ذُکِرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ وَ اَھْلُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ۔ (رواہ الترمذی) ترجمہ:۔ ابی امامہ باہلی سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان دونوں میں سے عابد تھا اور دوسرا عالم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر (ایسی) ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ایک ادنےٰ پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے۔ یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور یہاں تک کہ مچھلی لوگوں کو نیکی سکھانے والے کے لئے دعا کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث

ہونے کے لحاظ سے حق پرست علمائے کرام کا فرض منصبی در اصل اشاعت قرآن مجید ہی ہے۔ دیا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۵ (سورۃ المایدہ رکوع ۱۔ پارہ ۶) ترجمہ اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے۔ اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔

قرآن مجید کے علاوہ حدیث شریف کی اشاعت

حق پرست علماء کرام قرآن مجید کی تشریح بیان کرتے وقت احادیث کو بھی بیان فرمائیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بکثرت ایسے مقام آئیں گے کہ جب تک احادیث کو سامنے نہ لایا جائے مطلب واضح نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ) (رواہ فی المؤطا)۔ ترجمہ:۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ دین الٰہی کا متن تو قرآن مجید ہے اور اس کی شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

کبھی اہل دل۔ نور باطن سے منور قلوب

والے حضرات قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو کر میدان میں آئیں گے۔ اسلام پر حملہ کرنے والے باطل کو شکست فاش دے کر اسلام کے جھنڈے کو سربلند کر دیں گے۔

مثلاً

ایک کافر یا ایک زندیق عذاب قبر کی تفاصیل پر جو دربار رسالت سے ہو کر آتی ہیں ان کا انکار کرتا ہے۔ ایسے بد نصیبوں کے مقابلہ میں وہ لوگ کبھی نہیں آسکتے جو

تزکیہ باطن کے منکر ہیں۔کیونکہ وہ تو خود اندھے ہیں۔ وہ ایسے اندھوں کی کب راہ نمائی کر سکتے ہیں۔بقول شخصے

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں حق پرست علماء کرام آ سکتے ہیں۔جنہوں نے کسی صاحب دل مربی روحانی سے تربیت نہ کرائی ہو۔ وہ۔حضرات طالب حق کو تو دلائل سے دقیق سے دقیق مضمون ذہن نشین کرا سکتے ہیں۔ مگر جس چیز کا تعلق عالم برزخ سے ہو۔اس کا یقین دلائل سے کس طرح دلا سکتے ہیں۔ چونکہ عذاب قبر کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔اس لئے جو صاحب اس فن میں کامل ہونگے وہ منکر عذاب قبر سے فرمائیں گے۔ بیٹا تم ہمارے پاس آؤ۔ اور تزکیہ باطن کی جو شرائط ہیں مثلاً حلال[1] اور طیب[2] چیزوں کا کھانا پینا مشتبہ[3] اور حرام[4] سے قطعاً پرہیز۔ غافلوں اور بے دینوں[5] کی صحبت سے دور رہنا۔ اس کے بعد جو اذکار[6] الٰہیہ جس جس وقت میں جتنی[7] تعداد میں بتلائیں ان کی پابندی کرنا اور ہماری صحبت[8] میں بیٹھنے کا جو طریقہ ہے اس طریقہ کو ملحوظ رکھ کر صحبت[9] میں بیٹھنا۔ ان شرائط کو پورا کرو۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس طریقہ سے کچھ عرصہ تک زندگی بسر کرنے کے بعد جب تم پایہ تکمیل تک پہنچ جاؤ گے۔ اس وقت تمہیں ہر قبر کے دوزخ کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہونے کا علم ہو سکے گا۔ اور تمہیں اپنے مشاہدے پر اتنا وثوق ہوگا۔ کہ ساری دنیا کے انسان بھی تمہارے خلاف کہیں گے تم کہو گے۔ تم سب جھوٹے ہو۔ اور اس قبر کے متعلق جو میرا فیصلہ ہے وہ صحیح ہے۔ میرا خیال ہے

اب سمجھ گئے ہوں گے

کہ اہل باطن حضرات اسلام کی وہ خدمت انجام دے سکتے ہیں جو اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اہل باطن حضرات سے عام مسلمانوں کا فائدہ اٹھانا

عرض یہ ہے کہ جسے ہم انسان کہتے ہیں۔ وہ دو چیزوں سے مرکب ہے۔جسم[1] اور روح[2]۔ جسم کی بناوٹ زمین سے پیدا شدہ چیزوں سے ہے اور روح عالم بالا سے لاکر انسان کے جسم میں داخل کی گئی ہے اس کی تفسیر حدیث شریف سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جسم کی بیماریاں اور ہیں۔ مثلاً پیٹ میں درد۔ سر میں درد۔ گردے میں درد وغیرہ وغیرہ اور روح کی بیماریاں اور ہیں۔جس کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے مل سکتا ہے۔ مثلاً کبر۔ حسد۔ ریا وغیرہ۔ یہ خیال رہے کہ اگر ان روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر دنیا سے نہ گیا۔ تو ان کے باعث قیامت کے دن دوزخ میں جانا پڑے گا صاحب باطن حضرات جنہیں اولیاء کرام کے مبارک نام سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ اس فن کے استاد ہوتے ہیں بشرطیکہ صحیح معنی میں صاحب باطن اور کامل ہوں وہ اس قسم کے اذکار الٰہیہ کی مشق کراتے ہیں۔جس کی برکت سے انسان امراض روحانی سے شفا پا جاتا ہے۔

اللھم اجعلنا منھم

سمجھنے کے لئے ایک مثال

جس طرح ایک شخص کسی دوکاندار کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ میں اس پگڑی کا رنگ سبز کرنا چاہتا ہوں۔ دوکاندار اس سے چار آنے لے کر پڑیا میں سبز رنگ دے دیتا ہے پھر وہ شخص رنگ ساز کے پاس جاتا ہے کہ یہ رنگ پڑیا سے پگڑی پر چڑھ جائے۔ رنگساز کہتا ہے۔ بہت اچھا۔ پگڑی اور رنگ دے جاؤ شام کو لے جانا۔ رنگ ساز کا کمال یہ ہے کہ وہ رنگ پگڑی کی ایک ایک تار پر چڑھا دیتا ہے۔ باطن کی رنگینی کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے رنگ تو ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام۔ رنگساز ہیں صوفیائے عظام۔

جامعیتہ ہو تو نورٌ علیٰ نور

اگر اللہ تعالےٰ کسی عالم کو خلق خدا کے باطن کی اصلاح کی بھی توفیق عطا فرمائے تو یہ اس کا فضل ہے۔ مثلاً ایک شخص بازار میں دو چیزیں خریدنے کے لئے جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں چیزیں ایک ہی دکان سے مل جائیں تو پھر دکانوں پر جانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ ہمارے

از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک اس کی سرپرستی کا شرف ایسے ہی جامع حضرات کا حاصل ہوتا رہا ہے۔ آج بھی حضرت مولانا و مقتدانا شیخ العرب والعجم حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم جامع بین الظاہر والباطن ہیں۔ ان کے علمی کمالات کے قائل تو لاکھوں انسان ہوں گے۔ اور ان کے باطنی کمالات کے قائل فقط باطن کی بصیرت رکھنے والے اہل دل جن کے قلوب عالم ملکوت کے حالات کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ وہ حضرات جانتے ہیں کہ مولانا کیا ہیں۔ جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ وہ لوگ باطن کی بینائی سے محروم ہیں چمگادڑ اگر یہ کہے کہ سورج میں نور نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے تو دن میں بھی روشنی کی بجائے اندھیرا ہی نظر آتا ہے تو کیا واقعی سورج میں نور نہیں ہے یا چمگادڑ کی آنکھیں سورج کا نور دیکھنے سے عاجز ہیں۔

اسلامی سلطنت کی ساری فوج اور سپاہ کا فرض اولین اسلام کی حفاظت ہے

اگرچہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعلمین بنا کر بھیجا ہے آپ کا ہر فرمان رحمت ہے۔ آپ کا ہر عمل رحمت ہے۔ آپ کا ہر حکم رحمت ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اسوہ حسنہ ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ دنیا میں بسنے والا ہر متنفس آپ کی تحریک اسلام کو رحمت تصور کرتا۔ اور اس کے اتباع کو اپنے حق میں رحمت خیال کرتا۔ مگر اس کا کیا علاج ہے۔ کہ ابلیس لعین جو قیامت تک مہلت لے کر دنیا میں آیا ہوا ہے۔ اور اس کی زندگی کا نصب العین خلق خدا کو صحیح راستہ سے ہٹانا۔ انبیاء علیہم السلام کی ہر نیکی کی تحریک کے راستہ میں روڑے اٹکانا ہے۔ اس لئے وہ بھی ہر پیغمبر کے مقابلہ میں شیطانی فوجوں کو صف آرا کرتا رہا ہے۔ اسی اپنی پرانی عادت کے مطابق رحمۃ اللعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں بھی اپنی فوجیں لایا۔ اگر

اس کی فوجوں نے اسلام کے مقابلہ میں شکست فاش کھائی - مگر پھر بھی وہ باز نہیں آیا - جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ اور آپ کے بعد صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں ہمت نہیں ہاری اس کے بعد بھی اس کا ہر زمانہ میں یہی طریقہ رہا - چنانچہ اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں سلاطین اسلام دشمنان اسلام سے برسر پیکار رہے - چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ سلاطین اسلام کے جھنڈے کے نیچے صلیبی جنگوں میں مسلمانوں نے لاکھوں کی تعداد میں حفاظت اسلام کیلئے آپ کی جانیں قربان کیں - آپ کو معلوم ہے کہ ترکوں کی سلطنت یورپ میں ایسی ہے - جس طرح بتیس دانتوں میں ایک زبان - ترکوں کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور تھی - مائیں کہا کرتی تھیں - ہم اس لئے بچے جنتی ہیں کہ میدان جہاد میں کام آئیں - دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ایک ترک مجاہد کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے - جنہوں نے آٹھ سو سال سے شجر اسلام کی اپنے نوجوانوں کے خون سے آبیاری کی ہے - یہ شعر اسی کی شہادت دے رہا - شعر

الٰہی آبرو رکھیو میرے ترکی جوانوں کی
دیارِ مصطفیٰ خیر الورے کے پاسبانوں کی

ترکوں کی اسلام دوستی

اے مسلمانان لاہور تقریباً اڑتیس سال کا عرصہ ہوا - آپ کو یاد ہوگا - کہ غازی رؤف بے صاحب ترکوں کے نمائندہ کی حیثیت سے لاہور میں تشریف لائے تھے اور انہوں نے رات کے وقت اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں تقریر فرمائی تھی انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم تو اسلام ہی کے نام سے زندہ ہیں - ہمارا دشمن رپورٹر تمہیں غلط اطلاعات دیتا ہے کہ ترکوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے - انہوں نے ایک

عجیب واقعہ سنایا

کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں جب قسطنطنیہ پر برطانوی اور فرانسیسی فوجوں نے قبضہ کر لیا - اس وقت ینگ ٹرکش پارٹی نے ترکوں کی تربیت یافتہ فوج کے نوجوان جو مختلف مقامات پر منتشر تھے - انہیں جمع کیا اور انگورہ کو اپنا مرکز قرار دے کر اس تربیت یافتہ فوج کو مرتب کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور اتحادی فوجیں ترکوں کی بہادر فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں - قسطنطنیہ فتح ہو گیا - اس اثناء میں غازی صاحب نے فرمایا ایک موقعہ ایسا آیا کہ ایک پہاڑ پر توپخانہ چڑھا کر اگر یونانیوں کے میگزین پر گولہ باری کی جائے تو یونانی فوجوں کو شکست دی جا سکتی تھی - چنانچہ ہم نے سارے ملک میں جہاد کا اعلان کر دیا - جہاد کے جذبہ کے ماتحت ترک عورتیں بھی آئیں - ان عورتوں نے پہاڑ پر توپخانہ چڑھا دیا - چونکہ پہاڑ پر برف پڑی ہوئی تھی ان کے پاؤں شل ہو ہو جاتے تھے اور گرتی جا رہی تھیں - ہم انہیں فوج کی طرف سے گرم لباس بھی دیتے تھے تو بھی نہیں لیتی تھیں - بالآخر انہوں نے پہاڑ پر ہمت کر کے توپخانہ چڑھا ہی دیا - ہم نے وہاں پہنچ کر یونانیوں کے میگزین پر گولہ باری کی - میگزین کو آگ لگ گئی اور قلعہ فتح ہو گیا -

موجودہ حالات سے قطع نظر

کر کے ہمیں اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ صدیوں تک ترکوں کے جذبہ جہاد اسلامی کی برکت سے اسلام کی عزت اور عظمت سرزمین یورپ میں تابندہ رہی ہے -

علیٰ ھٰذا القیاس

ریاست میسور میں سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا سلطان خود میدان جنگ میں شجاعت اور جوانمردی سے لڑتا لڑاتا شہید ہو گیا - اس شہید ملت نے انگریزوں کے سامنے جھکنے کی بجائے موت کو ترجیح دی - اللہ تعالیٰ اس مرحوم و مغفور کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

حاصل

یہ ہے کہ جس طرح حق پرست علماء کرام نے علمی قابلیت سے اسلام کو سربلند رکھا - اسی طرح علمبرداران تزکیہ حضرات نے اپنی توجہات سے اسلام کے چراغ لوگوں کے دلوں میں روشن کر دیئے - اسی طرح سلاطین اسلام نے بھی اپنی فوجی طاقت سے اسلام کا جھنڈا بلند رکھا - اسلام کی حفاظت کے لئے مسلمان فوجیں کفار کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگاتی رہیں اور جام شہادت پی کر جنت کا ٹکٹ لے کر رحمت الٰہی کے سایہ میں جا کر فی حواصل الطیور الخضر (سبز رنگ کے پرندوں کے بوٹوں میں داخل ہو کر جنت بسیرا کرتی رہیں -

اسلام سے کفر کی ٹکر حضور انورؐ کے مبارک زمانہ سے آ رہی ہے

(۱)

کافر شیطان کے دوست ہیں ان سے لڑو

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ ج والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ج ان کید الشیطن کان ضعیفا (سورۃ النساء رکوع ۱۰ پ ۵)

ترجمہ :- جو ایمان والے ہیں - وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو - بے شک شیطان کا فر سب کمزور ہیں -

حاصل

یہ نکلا کہ اسلام کے مخالف شیطان کے دوست ہیں اور شیطان روز اوّل سے حق کا دشمن چلا آ رہا ہے - لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمعیت صحابہ کرامؓ کے کفار کے لڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے -

کفار سے جہاد اس وقت تک جاری رہیگا - جب تک کفر کا جھنڈا اسلام کے سامنے سرنگوں نہ ہو جائے

(وھم حتی لا تکون و یکون الدین اللہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ٥) (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۵ پ ۲)

ترجمہ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے - پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی جائز نہیں -

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں - یعنی کافروں سے لڑائی اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے - سو جب وہ شرک سے باز آئیں تو زیادتی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں - یعنی جو بدی

شوہر کو راضی رکھنے والی بیوی کی فضیلت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اس حالت میں دنیا سے جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔ جامع ترمذی

بیویوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھنے کی ہدایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو (یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی ان بندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نرمی اور مدارات کا برتاؤ رکھو، ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے (جو قدرتی طور پر ٹیڑھی ہتی ہے) اور زیادہ کجی پسلی کے اوپر کے حصے میں ہوتی ہے، اگر تم اس ٹیڑھی پسلی کو (زبردستی) بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر اسے یونہی اپنے حامل پر چھوڑ دو گے (اور درست کرنے کی کوشش نہ کرو گے) تو پھر وہ ہمیشہ ویسی ہی ٹیڑھی رہے گی، اس لئے بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

سے باز آ گئے۔ وہ اب ظالم نہ رہے تو اب ان پر زیادتی بھی مت کرو ہاں جو فتنہ سے باز نہ رہیں۔ ان کو شوق سے قتل کرو۔

آج بھی سلاطین اسلام

بالخصوص ہماری سلطنت پاکستان

کا یہ اولین فرض ہے کہ اندرون مملکت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اسلام کو زندہ اور تابندہ رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرے۔ اور اگر کوئی بیرونی طاقت مملکت پاکستان سے یہ حق چھیننا چاہے۔ تو پاکستان کے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ پاکستان کی سرزمین کو کفار کی گرفت سے بچانے کے لئے میدان میں آئے۔

آخری دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہر فرقہ کے علماء کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے اسلام کو ہر ممکن کوشش کرکے زندہ اور تابندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس خیرالقرون والے اسلام کا پابند بنا کر پاکستان کی حفاظت کا جذبہ دلوں میں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حکومت کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ کہ اندرون ملک میں جید علمائے کرام کے مشورہ سے اسلامی قانون بنا کر رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمان کو مسلح کرکے پاکستان کی حفاظت کے لئے سربکف آنے کی توفیق عطا فرمائے

وما علینا الا البلاغ

خطبہ یوم الجمعہ ۷ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قرآن مجید کی اطلاع کہ انسان کے چار دشمن ہیں

شیطان[۱] - خواہشات[۲] - بیوی[۳] - اولاد[۴]

برادران اسلام - اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ اسے اپنے متعلق مفید اور مضر کی بھی تمیز نہیں ہوتی - جب تک اس کا مربّی اسے نہ سمجھائے - مثلاً بچے کو ماں باپ سمجھاتے ہیں - کہ بیٹا فلاں فلاں لڑکوں کے ساتھ مت کھیلا کرو - کیونکہ وہ اچھے نہیں ہیں - یا گرمی کی موسم میں دوپہر کے وقت دھوپ میں مت پھرا کرو ورنہ آنکھیں دُکھنے لگ جائیں گی - علیٰ ہذا القیاس

انسان اپنی ناتجربہ کاری

کی بنا پر ایسا ہی ہے - جس طرح ناتجربہ کار بچہ - انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہوا ہے - کیونکہ وہی رب العالمین ہے - اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی مقدس کتاب (قرآن مجید) میں مختلف طریقوں سے انسان کی رہنمائی فرمائی ہے اور اس کے لئے دُنیا اور آخرت کے لحاظ سے جو چیزیں اس کے لئے مفید یا مضر ہیں - ان کی تمیز کرائی ہے - آج کی صحبت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں انسان کے چار دشمنوں کا ذکر آتا ہے - تاکہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان دشمنوں کے شر سے بچ جائے - اور اس کی دُنیا اور آخرت سنور جائے - آمین یا الٰہ العالمین -

سب سے بڑا خطرناک دشمن

شیطان اور اسکے متعلق قرآن مجید کے انکشافات

پہلا

شیطان کی آدم علیہ السلام سے دشمنی کی ابتدا

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۲ پ ۸) ترجمہ اور ہم نے تمہیں پیدا کیا - پھر تمہاری صورتیں بنائیں - پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پھر سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا - وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا - فرمایا تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے - جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا - کہا میں اس سے بہتر ہوں - تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا ہے -

دُوسرا

شیطان کا تکبر کے باعث ذلیل ہونا

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع ۲ پ ۸) ترجمہ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اُتر جا تجھے یہ لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے - پس نکل جا - بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے -

تیسرا

شیطان کا مہلت مانگنا اور مہلت کا ملنا

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۲ پ ۸ - ترجمہ - کہا مجھے اُس دن تک مہلت دے - جس دن لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے - فرمایا تجھے مہلت دی گئی ہے -

چوتھا

مہلت لینے میں شیطان کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا تھا

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۲ پ ۸) ترجمہ :- کہا جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے - میں بھی ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا - پھر ان کے پاس ان کے آگے - ان کے پیچھے ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے آؤں گا - اور تو اکثر کو ان میں سے شکر گزار نہیں پائے گا -

پانچواں

شیطان کے بہکانے سے گمراہ ہونے والے جہنم میں جائینگے

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۲ پارہ ۸)

ترجمہ :- فرمایا - یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا - جو شخص ان میں سے تیرا کہا مانے گا - میں سب کو جہنم میں بھر دوں گا -

حاصل

مذکورۃ الصدر پانچوں انکشافات کا حاصل یہ ہے کہ شیطان حضرت آدمؑ اور اس کی اولاد کا جانی دشمن ہے -

اس نے قیامت تک مہلت ہی اس لئے لی ہے۔ تاکہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو اپنی طرح نافرمان بنائے۔ اور انہیں قیامت کے دن اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے۔

شیطان کے خطرے سے آگاہی

اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو شیطان کے خطرہ سے آگاہ کر دیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۵ - پارہ ۲) ترجمہ۔ اے ایمان والو اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

حاصل

اس آیت کا حاصل یہ ہے۔ کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو۔ یعنی ظاہر اور باطن عقیدہ اور عمل میں صرف اسلام کے احکام کا اتباع کرو۔ یہ یاد رہے کہ عملی طور پر اسلام کا ترجمان قرآن ہے اور عملی طور پر سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمانداروں کی ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے عقائد اور اعمال میں کتاب و سنہ کے پابند رہو۔ اگر انسان ان دو چیزوں کو ہر وقت ہر حالت میں پیش نظر رکھے تو شیطان اسے کبھی بھی گمراہ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا ارشاد بھی اسی چیز کی رہنمائی کر رہا ہے۔ ارشاد ہے۔ (تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا لَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ)؛ ترجمہ۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔

نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس طریقہ کے مسلمان کو شیطان کبھی گمراہ نہیں کر سکیگا۔

حدیث شریف میں ہر انسان کے ساتھ شیطان ہونے کا ذکر

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ وَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے (بچا ہوا) نہیں۔ مگر اس کے ساتھ اس کا ساتھی جنوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور (ایک) عرض کی یا رسول اللہ اور آپ کے ساتھ بھی (شیطان) ہے۔ آپ نے فرمایا اور میرے ساتھ بھی (ہے) اور لیکن اللہ نے مجھے اس پر مدد دی ہے۔ پھر وہ اسلام لے آیا ہے۔ پھر مجھے سوائے نیکی کے اور کسی بات کا حکم نہیں کرتا۔

دوسرا دشمن

انسان کا بدترین دشمن ھوٰی۔ خواہشات نفسانی ہیں۔ اس کے متعلق شہادتیں

پہلی

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۭ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ سورۃ الفرقان رکوع ۱۹ پ

ترجمہ:۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنا رکھا ہے۔ پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ یا تو خیال کرتا ہے کہ اکثر ان میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی زندگی میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے احکام کی تعمیل کرتا۔ لیکن ان لوگوں نے (جن کا ذکر ان آیات میں ہے) محض اپنی خواہش کے مطابق زندگی بسر کرنے کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ گویا کہ انہوں نے وہ درجہ جو اللہ تعالےٰ ہی کو دینا چاہیئے تھا۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو دے رکھا ہے۔ لہذا ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہے کہ ان کا خدا ان کی نفسانی خواہشات ہی ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ حیوانات سے بھی بدتر ہیں۔ اللھم لا تجعلنا منھم

دوسری

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۠ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵) ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے۔ اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ان لوگوں کی صحبت میں نشست و برخاست رکھی جائے جو صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی یاد میں شاغل رہتے ہیں۔ اور اس شخص کی تابعداری نہ کی جائے۔ جس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے ماتحت زندگی بسر کر رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اپنی ہی خواہش نفسانی کے ماتحت زندگی بسر کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہے اس لئے اس سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تیسری

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاۗءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ سورۃ القصص رکوع ۵ پارہ ۲۰ (ترجمہ:۔ پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں اور اس سے

بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور انورؐ کی مخالفت کرنے والے اپنی خواہشوں کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ اس لئے وہ سخت گمراہ ہیں۔ اور ظالم ہیں

تیسرا اور چوتھا دشمن

بیوی۔ اولاد

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(سورۃ التغابن رکوع ۲ پ ۲۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔ اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں "بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں۔ وہ حقیقۃً اس کے دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو۔ اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔ جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہیں۔ بیت اللہ کی بیبیاں ہیں جو اپنے شوہروں کی دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادتمند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے۔ جعلنا اللہ منہم بفضلہ ومنہ

مذکورالصدر چاروں دشمنوں سے بچنے کی تدبیر

یہ ہے کہ انسان قرآن مجید کے حصار میں آ جائے۔ جس طرح انسان کسی قلعہ میں داخل ہو جائے۔ تو دشمن کی زد سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآن مجید کے قلعہ میں اپنے آپ کو محدود کرے گا وہ کبھی ان دشمنوں کے پنجہ میں نہیں آئے گا۔ اس کے متعلق متعدد ثبوت۔

پہلا

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝

(سورہ طٰہٰ۔ رکوع ۷۔ پارہ ۱۶)

ترجمہ:۔ فرمایا۔ تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ۔ تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت پہنچے۔ پھر جو میری ہدایت پر چلے گا تو گمراہ نہیں ہوگا۔ اور نہ تکلیف اٹھائیگا

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص بھی قرآن مجید پر عمل کرے گا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا

دوسرا

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱ پارہ ۱۵)

ترجمہ:۔ بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے۔ کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ قرآن مجید اس شخص کو سب سے سیدھا راستہ بتلاتا ہے جو اس کو اپنا دستور العمل بنائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص اس سیدھے راستہ پر چل کر دروازہ الٰہی پر جا پہنچیگا اور یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیت ہے

تیسرا

یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (سورہ المائدہ رکوع ۳ پ ۶)

ترجمہ:۔ اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے۔ جو بہت سی چیزیں تم پر ظاہر کرتا ہے جنہیں تم کتاب (یعنی توراۃ) سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ اللہ سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے۔ اسے جو اس کی رضا کا تابع ہو اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

ان آیات میں قرآن مجید کی صفات

نور[1] ہے۔ روشن[2] کتاب ہے۔ سلامتی[3] کے راستے دکھانے والا۔ ہر قسم کے اندھیروں[4] سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والا۔ صراط مستقیم کی راہ نمائی کرنے والا۔

خود فیصلہ فرمایئے

جو شخص ان صفتوں والے قرآن مجید کو اپنا رہبر بنائے گا۔ وہ کبھی گمراہ ہو سکتا ہے۔ اور کبھی کوئی دشمن اُسے بہکا سکتا ہے ہرگز نہیں

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شاید نور سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے یعنی یہود و نصاریٰ جو وحی الٰہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہواء اور

آراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف و
شقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے
کھا رہے ہیں۔ جس سے نکلنے کا بجائے
موجودہ قیامت تک امکان نہیں۔ ان
سے کہہ دو کہ خدا کی سب سے
بڑی روشنی آ گئی۔ اگر نجات ابدی
کے صحیح راستہ پر چلنا چاہتے ہو تو اس
روشنی میں حق تعالیٰ کی رضا کے پیچھے
چل پڑو۔ سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے
اور اندھیرے سے نکل کر اُجالے میں
بے کھٹکے چل سکو گے۔ اور جس کی
رضا کے تابع ہو کہ چل رہے ہو۔
اُسی کی دستگیری سے صراط مستقیم کو
بے تکلف طے کر لو گے۔
و ما علینا الا البلاغ و اخر دعوٰنا
ان الحمد للہ رب العلمین۔

کوئی ایمان والا شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ایمان والا شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا (یعنی اس کو نفرت نہیں کرنی چاہیے) اگر اس کو کوئی عادت ناپسندیدہ ہو گی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہو گی۔ صحیح مسلم

حضور ﷺ کی اپنے گھر میں نرم مزاجی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (یعنی نکاح و رخصتی کے بعد آپ ﷺ کے ہاں آجانے کے بعد بھی) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری کچھ سہیلیاں تھیں (جو ساتھ کھیلنے کے لئے میرے پاس بھی آیا جایا کرتی تھیں) تو جب آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو وہ (آپ کے اس احترام میں کھیل چھوڑ کے) گھر کے اندر جا چھپتیں تو آپ ﷺ ان کو میرے پاس بھجوا دیتے (یعنی خود فرما دیتے کہ وہ اسی طرح میرے ساتھ کھیلتی رہیں) چنانچہ وہ آ کے پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴ر جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

انسان کی ایک روحانی مہلک بیماری اور اسکا علاج

مہلک بیماری عصیان (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے) اور اسکا علاج یہ ہے کہ دل میں خوف خدا پیدا ہو تاکہ اس کی برکت سے انسان گناہ سے بچے

برادران اسلام: آپ دیکھیں گے کہ بعض خاندانوں میں بعض بیماریاں نسلی طور پر چلی آتی ہیں۔ مثلاً بعض خاندانوں میں دق کی بیماری چلی آ رہی ہے۔ بعض خاندانوں میں یہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ اس خاندان میں عورتیں تند خو اور درشت مزاج ہی ہوتی آئی ہیں۔ ایسے خاندانوں میں لوگ رشتہ کرنا پسند نہیں کرتے۔

علیٰ ہذا القیاس حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں عصیان کا سلسلہ نسلی طور پر آ رہا ہے

اگرچہ بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ عصیان کے مراتب میں فرق ہے۔ مگر لفظ عصیان کا استعمال جملہ امجد اور اولاد کے حق میں یکساں طور پر قرآن مجید میں آیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے عصیان کا ذکر

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝

(سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶)

ترجمہ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا پھر ہم نے کہا اے آدم۔ بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے۔ سو تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے۔ پھر تو تکلیف میں پڑ جائے۔ بے شک تو اس میں بھوکا اور ننگا نہیں ہوگا۔ اور بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی۔ پھر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا۔ کہا اے آدم! کیا میں تجھے ہمیشگی کا درخت بتاؤں اور ایسی بادشاہی جس میں ضعف نہ آئے۔ پھر دونوں نے اس درخت سے کھایا۔ تب ان پر ان کی برہنگی ظاہر ہو گئی۔ اور اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پھر بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے سرفراز کیا۔ پھر اس کی توبہ قبول کی اور راہ دکھائی۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کے عصیان پر تحریر فرماتے ہیں" یعنی جب حکم الٰہی کے امتثال میں غفلت و کوتاہی ہوئی تو اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ اس کو ضوابط و عصیان سے تعبیر فرمایا ہے۔ بقاعدہ حسنات الابرار سیئات المقربین"

حاصل

یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان (نافرمانی) عام انسانوں کی طرح نہیں تھا۔ بلکہ ان کی شان کے شایاں جو استقامت مناسب تھی اس درجہ سے ذرا درجہ نازلہ پر اتر آئے۔

عصیان آدم علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الاعراف میں

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ سورۃ الاعراف۔ رکوع ۲ پارہ ۸

ترجمہ۔ اور اے آدم تو اور تیری عورت جنت میں رہو۔ پھر جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جاؤ۔ ورنہ بے انصافوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر انہیں شیطان نے بہکایا۔ "تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں۔ ان کے سامنے کھولدے۔ اور کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں روکا۔ مگر اس لئے کہ تم کہیں فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ اور ان کے روبرو قسم کھائی کہ البتہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں۔ پھر انہیں دھوکہ سے مائل کر لیا۔ پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان پر ان کی شرمگاہیں کھل گئیں اور اپنے اوپر بہشت کے پتے جوڑنے لگے

اور انھیں ان کے رب نے پکارا۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تمہیں کہہ نہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ شیطان نے دھوکہ دے کہ آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام کو منع شدہ درخت میں سے کھلا ہی دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان کس درجہ کا تھا۔ شیخ الاسلام علیہ رحمۃ اللہ کا حاشیہ

"آدم و حوّا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ شائد وہ سمجھے کہ واقعی اس کے کھانے سے ہم فرشتے بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہونگے۔ اور حق تعالےٰ نے جو نہی فرمائی تھی۔ اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی۔ لیکن غالباً فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى وغیرہ سے نسیان ہوا اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجود ملائکہ بنائے جا چکے۔ پھر ملک (فرشتہ) بننے کی کیا ضرورت رہی۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ (طٰہٰ رکوع ۷) واضح ہو کہ امر و نہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں۔ اور کبھی شفقۃً۔ اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدوں ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے۔ اور ایک جو گاڑیوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ہیضہ والو کو اس سے بیماری پھیلتی ہے۔ یہ نہی شفقۃً ہے۔ جیسا کہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے۔ اور جن کا ارتکاب کرنا ان حقوق کے منافی ہے۔ جن کی حفاظت کرنا تشریع کا منشا تھا۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں۔ جن کا منشا تشریع نہیں۔ محض شفقت ہے۔ شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا۔ اسی لئے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔ مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی ان کے مرتبۂ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے۔ اس لئے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکا رہے۔ آخر کار ثم اجتباہ ربہٗ فتاب علیہ وھدیٰ کے نتیجہ پر پہنچ گئے ؎

بود آدم دیدۂ نور قدیم
موئے در دیدہ بود کوہ عظیم

حاصل

یہ نکلا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کے کھانے کی ممانعت کو نہی تشریعی نہیں خیال کیا۔ بلکہ اس کو بھی شفقۃً اور مہربانی کی نہی تصور فرمایا اور ادھر شیطان نے ایسے سبز باغ دکھائے کہ آدم علیہ السلام جیسے مقرب الٰہی کو ایسے مدارج عالیہ کا حاصل ہونا تو محبوب ترین چیز معلوم ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس لئے آپ کو اس درخت کے کھانے سے منع کیا گیا ہے کہ کہیں آپ فرشتے نہ ہو جائیں یا ہمیشہ بہشت میں نہ رہ جائیں۔ مقربین الٰہی تو سبھی یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اسی مقام پر قیام فرما رہیں۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رحمت الٰہی کے انوار کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ اور جہاں ہر ہفتہ وہاں کے رہنے والوں کو دیدار الٰہی سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور جس مقام کو نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔ (ترجمہ (بہشت بہشتیوں کے لئے) بخشنے والے مہمان کا مہمان خانہ ہے۔ ہر مقرب الٰہی کے دل میں اس مقام کے قیام کی ہوس ہوتی ہے۔ اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام پاک طینت شریف طبع تھے۔ ان کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ ابلیس ملعون اللہ تعالےٰ کے نام کی جھوٹی قسم کھا رہا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اگرچہ حضرت آدمؑ کے اس فعل کو عصیان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر ان کے اس عصیان پر عام فرمانبرداری کرنے والے انسانوں کی خوبیاں مقابلہ میں لائی جائیں تو یہ پاکیزہ خیال کا عصیان شائد دوسروں کی ہزار ہا خوبیوں پر بھی بھاری ہو۔ وہ عصیان کے مرتکب ہو کر بھی قرب الٰہی کے اس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں جہاں بڑے بڑے متقیوں کو رسائی نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس کی وضاحت کیلئے ایک مثال

ایک معمولی دیہاتی گنوار اور ایک وزیر اعظم دونوں بادشاہ کی رعایا کے افراد ہیں۔ مثلاً وہ گنوار رزق کی تنگی سے تنگ آ کر ایک امیر کے گھر میں نقب لگا کر اناج کی بوری چوری کر کے لے آتا ہے۔ یا ایک گڈریئے کے بیوڑ سے رات کو بکری چوری کر کے لے آتا ہے۔ اور گھر میں لا کر ذبح کر کے بال بچے کو کھلا دیتا ہے۔ یہ شخص بادشاہ کا مجرم ہے۔ اس کی سزا ہتھکڑی لگا کر جیل میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل وزیر اعظم صاحب سے بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ مثلاً بادشاہ سلامت نے اپنے درباریوں کو حکم دیا ہوا ہے کہ شاہی دربار ٹھیک دس بجے دن کے منعقد ہوگا۔ اس لئے میرے آنے سے پہلے آپ سب لوگ پونے دس بجے دربار میں حاضر ہو جایا کریں۔ تاکہ میرے آتے ہی دربار کا کام شروع ہو جائے۔ اتفاق سے ایک دن وزیر اعظم صاحب دربار میں پندرہ منٹ دیر سے پہنچے۔ بادشاہ سلامت کو انتظار کرنا پڑا۔ اور درباری کاروبار میں پندرہ منٹ رکاوٹ رہی۔ وزیر اعظم کا پندرہ منٹ دیر سے آنا یہ جرم ہے۔ اس سے بادشاہ سلامت ناراض ہوئے۔ وزیر اعظم کو اس جرم کی سزا کیا ملی کہ جب وزیر اعظم نے بادشاہ کو سلام عرض کیا تو بادشاہ نے خندہ پیشانی سے جواب نہیں دیا۔ اور اس کے بعد دس منٹ تک بادشاہ نے وزیر اعظم سے بات چیت نہیں کی۔ اور دوسرے وزراء سے مخاطب ہوتا رہا۔ دس منٹ کے بعد بادشاہ نے وزیر اعظم کی طرف توجہ فرمائی اور درباری کاروبار شروع ہو گیا۔ وزیر اعظم معتوب ہونے کی حالت میں بھی بادشاہ سلامت کے دائیں طرف نمبر اوّل کی کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں رعایا کے افراد سے اس وقت بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے عاصی ہونے کی حالت میں بھی وہ اس مقام پر فائز ہیں۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے۔

وزیر اعظم کی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیات

(۱) اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ

بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ (سورہ ص رکوع ۵۔ پ ۲۳)

ترجمہ:۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک انسان مٹی سے بنانے والا ہوں

(۲) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ (سورہ ص رکوع ۵ پ ۲۳)

ترجمہ:۔ پھر جب میں اسے پورے طور پر بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔

(۳) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ (سورہ ص رکوع ۵ پ ۲۳)۔ **ترجمہ**:۔ پھر سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔

(۴) اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورہ ص رکوع ۵ پ ۲۳)

ترجمہ:۔ مگر ابلیس نے نہ کیا۔ تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

(۵) فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ (سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پ ۱۶)۔

ترجمہ:۔ پھر ہم نے کہا۔ اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے۔ سو تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے۔ پھر تو تکلیف میں پڑ جائے۔

یہ ثابت ہو گیا

گزشتہ پیش کردہ تفصیل سے یہ چیز پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان شفقتی حکم تھا نہ کہ تشریعی۔

تشریعی احکام میں عصیان

آپ کی اولاد تشریعی احکام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتی آئی ہے۔ اور کر رہی ہے۔ اس کے متعلق متعدد شہادتیں

پہلی

ملائکہ عظام نے انسان کے عصیان پر مہر لگائی ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۝ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ الایہ (سورۃ البقرہ رکوع ۴ پ ۱) **ترجمہ**:۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا۔ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے؟

اللہ تعالیٰ نے اس الزام کی تردید نہیں فرمائی۔ ہاں یہ فرمایا۔ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ترجمہ۔ بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یعنی اس کے پیدا کرنے اور اسے اپنا نائب بنانے کی کچھ حکمتیں بھی ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔

دوسری

انسان کے عصیان (نافرمانی) پر اللہ تعالیٰ کی اپنی شہادت كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (سورۃ العلق پارہ ۳۰)

ترجمہ:۔ ہرگز نہیں۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے

تیسری

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (سورہ الانعام رکوع ۳ پ ۷)۔

ترجمہ:۔ اور بعض ان میں سے تیری طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہ لاویں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آ کر تم سے جھگڑتے ہیں تو کافر کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں۔

چوتھی

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْوَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام رکوع ۳ پ ۷)۔ **ترجمہ** اور یہ لوگ اس (قرآن مجید یا پیغمبر علیہ السلام) سے روکتے ہیں اور خود اس سے دور بھاگتے ہیں۔ اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو اور سمجھتے نہیں۔

پانچویں

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۷ پ ۹)

ترجمہ:۔ پھر میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا۔ جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اور اگر وہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنی راہ نہیں بنائیں گے۔ اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ بنائیں گے۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے خبر رہے۔

چھٹی

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (سورہ یونس رکوع ۹ پ ۱۱)۔ **ترجمہ** اور موسےٰ نے کہا اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے۔ اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ہمارے۔ ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ پس یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔

ساتویں

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ رکوع ۶ پ ۱)

ترجمہ۔ اور جب تم نے کہا اے موسےٰ ہم ہرگز تیرا یقین نہیں کریں گے۔ جبتک کہ روبرو اللہ کو دیکھ نہ لیں۔ تب تمہیں بجلی نے دیکھتے دیکھتے آ لیا۔

آٹھویں

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (سورہ البقرہ رکوع ۶ پ ۱)

ترجمہ۔ اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا۔ اور تم پر منّ و سلویٰ اتارا۔ جو کچھ ہم نے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں۔ ان میں سے کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا۔ بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

نویں

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ (سورہ البقرہ - رکوع ۷ پ ۱)

ترجمہ:- اور جب ہم نے کہا کہ شہر میں داخل ہو جاؤ۔ پھر اس میں جہاں سے چاہو۔ بے تکلفی سے کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہتے جاؤ۔ بخش دے تو۔ ہم تمہارے قصور معاف کر دیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے۔ پھر ظالموں نے بدل ڈالا کلمہ سوائے اس کے جو انہیں کہا گیا تھا۔ سو ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔

یہ نو شہادتیں بطور نمونہ

پیش کی گئی ہیں۔ جن سے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا تشریعی احکام الٰہی میں عصیان ثابت کیا گیا ہے۔ اگر سارے قرآن مجید میں سے اس عنوان کی مثالیں جمع کی جائیں تو کوئی بعید نہیں ہے کہ سینکڑوں جمع کی جا سکیں اور قرآن مجید کے پیش کردہ عصیان (نافرمانی) کی مثالوں میں بیشتر حصّہ ایسے لوگوں کے حالات کا ہوگا۔ جو اسی عصیان کے باعث دُنیا سے لعنت کی موت سے کوچ کر گئے اور ابدالاباد (ہمیشہ ہمیشہ) کے لئے دوزخ کا ٹکٹ لے کر گئے۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ انسانوں میں عصیان کی ایک روحانی مہلک بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مہلک بیماری سے حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے معصوم (پاک) ہوتے ہیں۔ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی جماعت کے لئے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اپنے مقبول بندوں میں سے جس کو چاہے عصیان سے محفوظ رکھے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

مرض عصیان کا علاج

آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ اطباء طب یونانی اپنی ادویات کی جب فہرست شائع کرتے ہیں تو سرورق پر لکھتے ہیں۔ (لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ) ہر مرض کے لئے دوا موجود ہے۔ اسی پر روحانی امراض کے علاج کو قیاس کر لیا جائے طب روحانی کے نسخہ جات کا آسمان سے نازل شدہ مجموعہ قرآن مجید ہے۔ جس میں ہر ایک روحانی بیماری کا علاج موجود ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ جس طرح مثلاً طب یونانی کی ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب موجود ہو۔ جس میں ہر بیماری کے متعلق تشخیص اور مجرب ترین ادویات کے نسخے موجود ہوں۔ مگر جب تک حکیم حاذق موجود نہ ہو۔ جو بیماری کو پہچان سکے۔ اور بیماری کی صحیح تشخیص کرنے کے بعد اس کے مناسب اس کتاب سے نسخہ تجویز کرے۔ اس وقت تک کسی مریض کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً مریض کو بخار ہے۔ بخار کی بہت سی قسمیں ہیں۔ پھر یہ کہ ہر قسم کے بخار کے لئے علاج علیحدہ علیحدہ ہے حاصل یہ ہے کہ جب تک حکیم حاذق نہ ہو اس وقت تک اس طب کی کتاب سے معتدبہ فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اسی طرح جب تک کتاب و سُنّت کا ماہر عالم نہ ہو۔ اس وقت تک ایک جاہل نا تربیت یافتہ انسان جسے خود بھی علوم قرآنیہ کے متعلق بصیرت حاصل نہیں ہے۔ وہ انسانوں کو کس طرح رہنمائی کر سکتا ہے۔ جس طرح ہر فن میں ماہر خصوصی (اکسپرٹ) کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح قرآن شریف کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے کے لئے کتاب وسُنّت کے کسی ماہر خصوصی (اکسپرٹ) کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا ضروری ہے۔ جس کے روحانی تعلّق کی کڑیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ تک جا ملتی ہوں آپ کو معلوم ہے کہ اصلی اور کھری چیز کمیاب ہوتی ہے اور نقلی اور کھوٹی چیز کی بہتات ہوتی ہے۔ جو شخص فقط کھری چیز لینا چاہے۔ اسے بفضلہٖ تعالیٰ یقیناً کھری چیز مل ہی جاتی ہے۔ اگرچہ کافی جد و جہد کے بعد ہی ملے۔ الحمد للہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے کھرے عالم بھی موجود ہیں اور اصلی با خدا بھی موجود ہیں بشرطیکہ طلب صادق ہو۔

قرآن مجید میں مرض عصیان کا مختصر اور مجرّب ترین علاج

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ وَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (سورۃ النّٰزعٰت پارہ ۳۰)

ترجمہ:- اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکا۔ بے شک اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔

نتیجہ

ہر عقلمند اس اعلان سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ڈر ہی انسان کو خواہشات نفسانی سے روک سکتا ہے۔ انہیں خواہشات نفسانی میں مبتلا ہونے ہی سے تو عصیان پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ چیز واضح ہو گئی کہ خوفِ خدا کی برکت سے انسان مرض عصیان سے بچ سکتا ہے

خوف خدا کے باعث بُرائی سے بچنا اور نیکی کرنا

ثبوت ۲ دوم

اس عنوان کا پہلا ثبوت (وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى) کی صورت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب دوسرا ثبوت ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝	بے شک نیک ایسی شراب کے پیالے پئیں گے۔ جس میں چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی۔
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝	وہ ایک چشمہ ہوگا۔ جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کو آسانی سے بہا کر لے جائیں گے۔
يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝	وہ اپنی منّتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہوگی۔
وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝	اور وہ اسکی محبت پر مسکینوں اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔
اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝	ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے۔ اور نہ شکر گزاری
اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝	ہم تو اپنے رب سے ایک اُداس اور ہولناک دن سے ڈرتے ہیں۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝

پس اللہ اس دن کی مصیبت سے انہیں بچائے گا اور انکے سامنے تازگی اور خوشی لائیگا

یہ سب آیتیں سورۃ الدہر پارہ ۲۹ کی ہیں۔

حاصل

ان آیات میں غور کرکے دیکھئے۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کا خوف غالب ہے۔ اس لئے گناہوں سے بچے ہوئے ہیں۔ اور نیکیوں میں پیش پیش ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا خوف ہی انسان کی اصلاح کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔

ثبوت سوم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

تو اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دے جب ان دونوں نے قربانی کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی اس نے کہا میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔

لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورہ المائدہ ع ۵ پ ۷)

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا انسان خود تو کسی سے برائی نہیں کرتا۔ بلکہ دوسرا کوئی برائی کرے تو اللہ تعالےٰ کے ڈر کے باعث اس کا مقابلہ نہیں کرتا۔

دربار رسالت سے اللہ تعالےٰ کا خوف پیدا کرنے والے چند اعلانات

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰى اَلْمَوْتِ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ

فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا يَتَكَلَّمُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مُدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَّقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ ابی سعید سے روایت ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ دیکھا۔ کہ لوگ گویا ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تمہیں اس سے باز رکھے۔ جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ (یعنی تم کبھی نہ ہنسو) اور وہ (یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز) موت ہے۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو اکثر یاد رکھو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا۔ جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور جب قبر میں مومن بندہ کر دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہو تو کشادہ مکان میں آیا ہے۔ تو میرے نزدیک بہت محبوب تھا۔ ان لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں۔ آج کے دن جب مجھے تجھ پر اختیار دیا گیا ہے تو میری طرف آیا ہے۔ پس تو عنقریب میرے اس نیک کام کو دیکھے گا۔ جو میں تیرے لئے کروں گی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ اس مومن بندے کے لئے کشادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں تک کہ نظر کام کرتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب فاجر یا کافر بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے۔ نہ تیرا آنا مبارک اور نہ قبر کشادہ مکان ہے۔ تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں۔ بُرا تھا۔ اور آج کے دن جب تجھے میرے سپرد کیا گیا ہے اور میری طرف آیا ہے۔ تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر قبر اس کو دباتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔ ابو سعیدؓ نے کہا آپؐ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ پھر بعض (انگلیوں) کو بعض کے اندر ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس مقبور پر ستر اژدہا مقرر کئے جاتے ہیں (ایسے اژدہا) کہ اگر ایک ان میں سے زمین پر پھنکار مارے۔ تو قیامت تک زمین سبزہ نہ اُگائے۔ یہ اژدہا اسے کاٹتے اور نوچتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بندے کو حساب کے لئے لے جایا جائے۔ ابو سعیدؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ ابی ذرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور (وہ چیز)

کامل ایمان والا کون ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاق برتاؤ (سب کے ساتھ) بہت اچھا ہو (اور خاص کر) بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔ جامع ترمذی

سب سے اچھا آدمی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی تم میں زیادہ اچھا اور بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو۔ (اس کے ساتھ فرمایا) اور میں اپنی بیویوں کے لیے بہت اچھا ہوں۔ جامع ترمذی

سُنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے۔ آسمان آواز بُلند کرتا ہے اور اس کو آواز بُلند کرنے کا حق ہے۔ اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھ کر سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ جانو جو میں جانتا ہوں البتہ تم تھوڑا ہنسو اور نہ زیادہ روؤ۔ اور نہ عورتوں سے بستروں پر لذّت حاصل کرو اور تم جنگلوں کی طرف خدا سے نالہ و فریاد کرتے نکل جاؤ۔ اس حدیث کو بیان کرکے ابوذرؓ نے کہا۔ کاش میں درخت ہوتا۔ جس کو کاٹ ڈالا جاتا۔

عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ جَلَّ ذِکْرُہٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ (رواہ الترمذی والبیہقی فی کتاب البعث والنشور)

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ (قیامت کے دن) فرمائے گا۔ (یعنی ان فرشتوں سے جو دوزخ پر متعین ہیں) اس شخص کو آگ میں سے نکال دو۔ جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہو یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمُ الَّذِیْنَ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَیَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا یَا ابْنَۃَ الصِّدِّیْقِ وَلٰکِنَّھُمُ الَّذِیْنَ یَصُوْمُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَھُمْ یَخَافُوْنَ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْھُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ:۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ۔ (یعنی وہ لوگ جو دیتے ہیں۔ جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ڈرتے ہیں) کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہ اے صدیقؓ کی بیٹی۔ بلکہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ دیتے ہیں اور اسکے باوجود وہ خدا سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو (شاید قبول نہ کیا جائے) یہی وہ لوگ ہیں۔ جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے خوف کی نعمت عطا فرمائے اور اسکی برکت سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۲ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

(بین مضمون)

۱۔ پہلا انسان کی زندگی کا مقصد عبادت (حصول رضا الٰہی) ہے

۲۔ دوسرا انسان کی زندگی کا ہر عمل حیات حصول رضا الٰہی کے دائرے میں آسکتا ہے

۳۔ تیسرا رزق حلال کمانے کے تمام ذرائع معاش میں سے کسی پیشہ کو بھی ذلیل نہیں کہا جا سکتا"

انسان کی زندگی کا نصب العین محض عبادت (حصول رضا الٰہی) ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ (سورۃ الذاریات رکوع ۳۳ پ ۲۷)

ترجمہ:۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔ میں اُن سے کوئی روزی نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عربی دان حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ ما اور الا سے یہ مراد ہے۔ کہ انسان کی پیدائش کا مقصد فقط عبادت ہی ہے۔ یعنی اسے سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے اگر اس نے کسی اور کام کو زندگی کا نصب العین بنایا تو اپنے مقصد حیات سے خارج ہو جائے گا۔ چنانچہ عنوان میں دوسرا نمبر جو تحریر کیا گیا ہے۔ اس کی آگے تفصیل آنے والی ہے۔ اس میں یہ چیز ثابت کر دی جائے گی کہ انسان کا ہر عمل حیات دائرہ عبادت میں آسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نصب العین

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۲۰ پ ۸)

ترجمہ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

نتیجہ

اس اعلان سے یہ چیز بالکل صاف ہو گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اور آپؐ کی زندگی کا ہر عمل حیات اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ آپؐ کی کوئی نقل و حرکت بھی اس دائرے سے باہر نہیں ہے۔ آپؐ کی مبارک زندگی میں ذرا غور کیا جائے تو آپؐ کے وجود مسعود سے روزانہ بہت سے اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً آپؐ کھاتے پیتے بھی ہیں۔ سوتے بھی ہیں۔ جاگتے بھی ہیں گھر میں بھی اندر تشریف لے جاتے ہیں گھر سے باہر بھی تشریف لاتے ہیں۔ حاضر ہونے والے مہمانوں سے بات چیت بھی فرماتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ کبھی سیر کے لئے باغات میں بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ میدان جنگ میں بھی جاتے ہیں۔ فوجوں کو ترتیب بھی دیتے ہیں۔ میدان جنگ میں بعض اوقات لڑتے بھی ہیں مال غنیمت بھی تقسیم فرماتے ہیں۔ جو باہر سے وفود آتے ہیں۔ اُن سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔ عشر وصول کرنے والے بھی مقرر کر کے بھجواتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کی مبارک زندگی میں اور بہت سے کام نظر آتے ہیں جو آپؐ کرتے رہتے ہیں۔

اعلان سابق کی بنا پر

یہی کہا جائے گا کہ یہ سب کام آپؐ اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لئے کرتے ہیں کیونکہ آپؐ کے ہر عمل حیات کو آیت شریف میں للہ رب العلمین کے تحت میں لایا جا چکا ہے۔

آپؐ کی اُمت کو آپ کا اتباع کرنیکا حکم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورہ احزاب رکوع ۳۱ پ ۲۱) ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل حیات کو اپنے لئے نمونہ بنانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ لہٰذا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت صرف ہوتا تھا۔ اسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہی صرف ہو جس شخص کی زندگی بھی اس طریقے پر گزرتی وہ آپ کا صحیح معنوں میں متبع اور مومن کامل سمجھا جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں یہی کمال تھا

کہ ان کی مبارک زندگیاں بھی حصول رضا الٰہی کے لئے وقف تھیں۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو بھی مسلمانوں کے لئے معیار مقرر فرمایا ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے ایک کامل مکمل معیار تھے۔

حصول رضا الٰہی کو مقصد حیات بنانے کے باعث صحابہ کرامؓ کے معیار ہونے کا ثبوت

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورہ النساء رکوع ۱۷ پ ۵)

ترجمہ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرح چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

حاصل

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُمتی کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مامور کیا جا چکا ہے۔ اس آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کامل اور مکمل اتباع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت نے محض اپنے فضل سے یہ تقاضا کیا کہ آپؐ کی آئندہ آنے والی اُمت کے لئے آپؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو بھی نمونہ بنا دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی یہ انتہائی خوش نصیبی ہے۔ اس عزت کے درجے پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے اور کوئی اُمت نہیں پہنچی۔

مضمون دوم

اس پروگرام (ہر عمل حیات میں حصول رضا الٰہی) کو عملی جامہ پہنانے کی ترکیب

یہ ہے کہ ہر مسلمان جو ذریعہ معاش بھی اختیار کرے اس میں یہ تصور پہلے کر لے کہ یہ ذریعہ معاش میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اختیار کر رہا ہوں

اس کی مثالیں

پہلی

ایک کپڑے کا بیوپاری بزازی کی دُکان کھولتا ہے۔ وہ دُکان شروع کرنے کے وقت یہ نیت کرلے کہ اے اللہ تو نے مجھے حکم دیا ہے کہ حلال روزی کما کر کھاؤں اور حلال روزی ہی کما کر بال بچوں کی پرورش کروں۔ اس لئے میں نے یہ کام شروع کیا ہے تاکہ میں اس ذریعے سے حلال روزی کما سکوں۔ اس نیت سے یہ دُکان کھولنا اور دس بارہ گھنٹے دُکان پر بیٹھے رہنا سوائے نماز باجماعت پڑھنے کے اور کسی وقت غیر حاضر نہ رہنا یہ سارا وقت اس شخص کی عبادت میں شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما الاعمال بالنیات ترجمہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ اگر نیت خیر کی ہے تو عمل خیر ہے۔ اور اگر نیت شر کی ہے تو عمل شر ہے۔ اس بنا پر اس دُکاندار کے دس بارہ گھنٹے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں صرف ہوئے۔

دُوسری

ایک شخص اناج منڈی میں اناج کی خرید و فروخت کی دُکان کھولتا ہے۔ اُس کی نیت یہ ہے کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ ناجائز ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ جائز ذریعہ سے حلال کا رزق کما کر خود کھاؤں اور اسی حلال کے مال سے بال بچوں کی خدمت کر سکوں۔ اس نیت سے اس شخص کا شہر سے بیرونجات میں جانا اور زمینداروں سے فصل کے موقعہ پر اناج خرید کر کے لانا اور منڈی میں لا کر اپنی دُکان پر رکھ کر اناج کا بیوپار کرنا یہ سب کچھ اسی کی حصول رضا الٰہی کا ذریعہ بن جائے گا۔ اناج کے خریدنے کے لئے اس کا سفر پر جانا۔ ریل۔ لاری۔ ٹانگہ وغیرہ کا کرایہ صرف کرنا اور پھر پیدل دیہات میں پھرنا یہ اس کا سب وقت اور سب روپیہ جو خرچ ہوگا۔ وہ سب حصول رضا الٰہی کے لئے ہوگا۔ کیونکہ یہ ساری نقل و حرکت حصول رضا الٰہی کے لئے بذریعہ اناج کے کاروبار کے کر رہا ہے

تیسری

ایک مسلمان لوہار کے دل میں یہ خیال ہے کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ خود حلال کا رزق کما کر کھاؤں اور اپنے بال بچوں کی پرورش بھی حلال ہی کے مال سے کروں۔ اس جذبے کے تحت وہ شخص بازار سے کوئلہ اور لوہا خرید کر لایا ہے اور بھٹی دھکا کر کلہاڑیاں۔ چاقو اور درانتیاں وغیرہ اوزار بناتا ہے کیونکہ اس شخص کے سارے کام کی رُوح حصول رضا الٰہی ہے۔ لہذا اس کا لوہا خرید کر لانا بھٹی کو گرم کرنا۔ اور ہتھوڑے سے لوہے کو کوٹنا۔ یہ سب عبادت ہی کے کھاتے میں شمار کیا جائیگا ہتھوڑے کی ایک ایک چوٹ جو کلہاڑی بنانے پر مارتا ہے یہ اُس کی ایک ایک نیکی شمار کی جائے گی۔ اور اس کی یہ سب چیزیں مل ملا کر حصول رضا الٰہی کا ذریعہ بن جائیں گی۔

چوتھی

ایک بڑھئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تابعدار ہے۔ اس کا نصب العین یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر کے دُنیا سے جاؤں۔ ذریعہ معاش وہ اختیار کروں۔ جس سے میری عاقبت برباد نہ ہو۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ میں تو فقط بڑھئی کا کام جانتا ہوں اس کو کیوں نہ حصول رضا الٰہی کا ذریعہ بناؤں اس جذبے کے ماتحت وہ بازار سے لکڑی خرید کر لاتا ہے اور وہ اپنی دُکان پر بیٹھ کر مسلمانوں کے کام آنے والی لکڑی کی چیزیں مثلاً دُودھ بلونے کے لئے مدھانی یا اسٹول وغیرہ بناتا ہے اور اس سے حلال کا رزق کما کر اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے رزق حلال کمانے کے جذبے کے ماتحت اس کا لکڑی کے خریدنے کے لئے منڈی میں جانا اور واپس آ کر اپنی دُکان پر بیٹھ کر مختلف چیزیں بنانا اور روزانہ سوائے نماز کے وقتوں کے سارا سارا دن دُکان پہ بیٹھا رہنا یہ سب چیزیں اس کے نامۂ اعمال میں شمار ہوں گی۔ اس کا ایک ایک منٹ نیکی میں شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اُس نے

یہ ساری تگ و دو اور سارا وقت محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صرف کیا ہے۔

پانچویں

ایک دوائی فروش مسلمان اس جذبے کے ماتحت کہ حلال کا رزق کما کر کھاؤں اور بال بچوں کی پرورش حلال کے مال سے کر سکوں۔ جڑی بوٹیاں کھیتوں سے یا پہاڑوں سے تلاش کر کے یا ان ادویات کے بیچنے والے بڑے سوداگروں سے لاتا ہے اور وہ کئی کئی گھنٹے دکان پر اس انتظار میں بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی ان دواؤں کا خریدار آئے چونکہ اس کی سب تگ و دو کی روح در اصل حصول رضا الٰہی ہی ہے۔ اس لئے اس کی سب نقل و حرکت اعمال صالح میں شمار ہوگی۔ اور اس کا ایک ایک منٹ دکان پر بیٹھنا نیکی میں شمار ہوگا۔

چھٹی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسی امتی جس کو اسلام نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا نصب العین حصول رضا الٰہی ہی ہے۔ اس جذبے کے ماتحت وہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں فقط جوتا سینا ہی جانتا ہوں۔ لہذا اس مشغلے کو حلال کا رزق حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہوں تاکہ رزق حلال سے اپنا اور بال بچوں کا خرچ حاصل کر سکوں اس شخص کا منڈی سے جا کر چمڑہ خرید کر کے لانا دکان پر بیٹھ کر جوتے سینا اور جوتا سینے کے لئے تاگا بٹنا اور لوہے کی آر سے جوتے میں ایک ایک سوراخ کرنا۔ یہ سب چیزیں اس موچی کے اعمال حسنہ میں شمار ہوں گی کیونکہ اس ساری تگ و دو میں اس شخص کا نصب العین حصول رضا الٰہی ہے۔

ان چھ مثالوں کا حاصل

یہ نکلا کہ انسان اپنی ضروریات کے لئے جن ذرائع میں بھی ہاتھ ڈالے بشرطیکہ ان میں حصول رضا الٰہی پیش نظر ہو۔ وہ دائرۂ عبدیت میں آئیں گے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا ذریعہ بن جائیں گے اور اس کی دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں سنور جائیں گی۔ چنانچہ اس سنورنے کے اعلان کا ثبوت درج ذیل ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورہ النحل رکوع ۱۳ پ ۱۴)

ترجمہ:۔ جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔ اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو وہ کرتے تھے۔

حاصل

جس چیز کی شہادت کے لئے یہ آیت پیش کی گئی ہے۔ وہ شہادت ہر ذی فہم کو بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ جو شخص نیک کام کرے گا۔ نیکی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کی جائے۔ گزشتہ چھ مثالوں میں ہر ایک شخص کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا ہی تو تھی۔ اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس بشارت کے مستحق ہیں۔ ایسے سب حضرات کو اللہ تعالیٰ دنیا میں خوش رکھیگا اور آخرت میں بھی انہی نیکیوں کی برکت سے بہشت کا داخلہ نصیب ہوگا۔

مضمون سوم

رزق حلال کمانیکے تمام ذرائع معاش میں سے کسی پیشہ کو بھی ذلیل نہیں کہا جا سکتا

پاکستان میں دستکاری کے بعض پیشہ وروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی یہ ذہنیت ہندوانہ اثرات سے پیدا شدہ ہے۔ مثلاً بڑھئی لوہار اور موچی کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ان پیشہ وروں کی تحقیر کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعض پیشے خود حضرات انبیاء علیہم السلام کے معمول تھے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ پیغمبر کی توہین انسان کو ایمان سے خارج کر دیتی ہے۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ بڑھئی تھے۔ اس لئے ہم ان کا احترام نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں اس پیشے کے سبب سے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس خیال کا ہو۔ تو وہ ایمان سے خارج ہو کر جہنم رسید ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس پیشے کا ثبوت قرآن مجید سے

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ (سورہ ہود رکوع ۴ پ ۱۲)

ترجمہ:۔ اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ مگر جو لا چکا۔ پھر غم نہ کر ان کاموں پر جو کر رہے ہیں۔ اور ہمارے روبرو ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ بیشک وہ غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے۔ اس سے ہنسی کرتے۔ کہتے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسینگے جیسے تم ہنستے ہو۔ تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے۔ جو اسے رسوا کرے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے

دعا

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت نوح علیہ السلام جیسا مقبول و محبوب بندہ بنائے اور ان کی طرح ہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور ان کے متبعین میں شامل کر کے ہمیں بھی جنت میں پہنچائے آمین یا الہ العالمین۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (سورہ الانبیاء رکوع ۶ پ ۱۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور پرندے تابع کئے جو تسبیح کیا کرتے تھے اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے۔ اور ہم نے اسے تمہارے لئے زرہیں بنانا بھی سکھایا تاکہ تمہیں لڑائی میں محفوظ رکھیں۔ پھر کیا تم شکر

کرتے ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اُسے موڑ کر نہایت ہلکی، مضبوط، جدید قسم کی زرہیں تیار کرتے تھے۔ جو لڑائی میں کام دیں۔

باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مشکوٰۃ شریف)

میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَ يَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَ يَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ الحدیث (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جُوتہ گانٹھ لیا کرتے تھے۔ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اور اپنے گھر میں کام کرتے تھے۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے

نتیجہ

یہ نکلا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی وہ کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ جن میں سے بعض کاموں کو پاکستان کے باشندے موجب حقارت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نوحؑ علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ لوہار کا کام کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ کا یہ بیان ہے کہ آپؐ جُوتا سی لیا کرتے تھے اور کپڑا بھی سی لیا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ چیز ثابت ہو گئی کہ ان کاموں کا کرنا اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں یا انبیاء علیہم السلام کے دین میں کوئی حقارت کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور ذلت کا معیار تقویٰ (پرہیزگاری) پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر قرب الٰہی میں کسی کا مقام اونچا نہیں ہے اور سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام قرب الی اللہ میں تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی بلند تر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو الفاظ حدیث شریف میں ۴۴ آئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ دستکاری کا کوئی کام بھی موجب حقارت نہیں کہا جا سکتا

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ سب مسلمانوں کو مقصدِ حیات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رزق حلال کما کر کھائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر اپنے آپ کو چلائیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اپنی ازواج مطہرات سے محبت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ میں ایک سفر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھی تو پیدل دوڑ میں ہمارا مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی، اس کے بعد جب (فربہی سے) میرا جسم بھاری ہو گیا تو (اس زمانہ میں بھی ایک دفعہ) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ جیت گئے اور آگے نکل گئے، اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ تمھاری اس جیت کا جواب ہو گیا۔ سنن ابی داؤد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

ایمانداروں کے لئے قرآن مجید کے چار فائدے

برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں۔ ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور رکھی ہے۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر فلسفۂ شریعت کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جس میں شرّ محض ہو۔ مثال میں اپنی طرف سے عرض کرتا ہوں۔ مثلاً سانپ کا پیدا کرنا۔ آپ حیران ہوں گے کہ انسان کی بعض بیماریوں کا علاج سانپ کا زہر ہے۔ چنانچہ سُنا ہے۔ کہ آج کل امریکہ دُنیا کے مختلف حصوں سے مختلف قسم کے سانپوں کو خرید کرتا ہے اور مختلف سانپوں کے زہر سے پھر بعض بیماریوں کے لئے ٹیکے بناتا ہے۔ جن کے لگانے سے کئی انسان مختلف بیماریوں سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔

سمندر کے پرندوں میں ایک عجیب حکمت

جن لوگوں نے حج کا سفر بحری جہاز میں کیا ہے انہیں معلوم ہے۔ کہ سمندر میں بگلے کی قسم کے پرندے ہوتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ چوبیس گھنٹے سمندر ہی میں رہتے ہیں بین الاقوامی قانون میں ان کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ سمندر میں ان کے رہنے کی یہ حکمت ہے کہ اگر جہاز رانوں کو راستہ بھول جائے اور اپنے سفر کی سمت معلوم نہ کر سکیں تو ان پرندوں سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ انہیں اڑاتے ہیں اور بیٹھنے نہیں دیتے۔ جب وہ اس طرح پے بار بار اُڑانے سے تنگ آ جاتے ہیں تو پھر خشکی کی طرف اُڑتے ہیں۔ وہاں سے خشکی تقریباً ۵۰۔۸۰۔۶۰۔۶۰ میل دور ہوتی ہے۔ جہازران ان کے پیچھے جہاز کو چلاتے ہیں اور خشکی پر جا پہنچتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان پرندوں کو انسان کی خدمت کے لئے سمندر میں رکھا ہوا ہے۔

یا مثلاً گدھا مچھلی

سمندر میں ایک مچھلی ایسی ہوتی ہے۔ جس کا مُنہ گدھے کا سا ہوتا ہے اور باقی دھڑ مچھلی کا سا۔ عام طور پر لوگ اُسے نہیں کھاتے۔ سُنا ہے اس کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جس انسان کی لاش کو محفوظ رکھنا چاہے۔ یہ گدھا مچھلیاں اس لاش کے گرداگرد گھیرا کر لیتی ہیں اور کسی مچھلی کو کھانے نہیں دیتیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس لاش کو سمندر سے باہر لانا چاہے۔ وہ گدھا مچھلی اس لاش کو منہ میں اُٹھا کر سمندر کے کنارے پر رکھ جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کو بے کار نہیں بنایا۔ یہ الگ چیز ہے کہ ہمیں بعض چیزوں کی پیدائش کی حکمت نہ معلوم ہو سکے۔

مذکور الصدر ضابطہ

کی بنا پر قرآن مجید کے نزول میں بھی حکمتیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔ آج کی معروضات کا خلاصہ ایک آیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں قرآنِ مجید کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

(یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۰ پارہ ۱۱ ترجمہ۔ اے لوگو! تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کی روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے۔ اور ایمانداروں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

چار صفتیں

موعظۃ۔ شفاء۔ ہدایت اور رحمت ہیں۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ سب صفات قرآن کریم کی ہیں قرآن اول سے آخر تک نصیحت ہے جو لوگوں کو فساد اور مضر باتوں سے روکتا ہے۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

قرآن مجید کی نصیحتوں کا نمونہ

پہلی

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پ ۲۶ (ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے)

حاصل

یہ نکلا کہ سب انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا محض انسان ہونے کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ ہاں فضیلت کی ایک وجہ اور ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کے لحاظ سے انسانوں کے مراتب میں فرق ضرور ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے اس کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس شخص سے بے شک زیادہ ہے جو اس شخص سے کم ڈرتا ہے۔

دوسری

(یٰٓاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ) الآیۃ سورۃ الحدید رکوع ۳ پ ۲۷ (ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا)

معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے خواب کا اعلان اُن اہل کتاب کے حق میں ہے جو پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے تھے اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس نصیحت کا

حاصل

یہ نکلا کہ اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ اگر بالفرض ایمان نہ لائے تو پھر سوچ لو کہ اس جبار اور قہار کی گرفت میں جب آؤ گے اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔

تیسری

(فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ) سورہ الحج رکوع ۴ پ ۱۷

ترجمہ: پھر تم سب کا معبود تو ایک اللہ ہی ہے۔ پھر اس کے فرمانبردار رہو اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سُنادو

حاصل

یہ نکلا کہ اے قرآن مجید پر ایمان لانے والو تمہارا معبود حقیقی فقط ایک اللہ ہی ہے اور تم فقط اُسی کے بندے اور اُسی کے پوجنے والے ہو۔ یہ درجہ کسی اور کو نہ دینا۔ جس طرح مشرکین عرب اللہ تعالےٰ کے سوا تین سو ساٹھ اور خدا بھی مانتے تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اللہ کی توحید کا اعلان فرمایا کہ لا الہ الا اللہ (ترجمہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے تو کفار تعجب سے کہتے ہیں۔

(اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝) سورہ ص رکوع ۱ پ ۲۳ (ترجمہ) کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بیشک اس میں کچھ غرض ہے ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے۔

چوتھی

(وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝) سورۃ الزمر رکوع ۷ پ ۲۴۔ (ترجمہ) اور بے شک آپ کی طرف اور ان کی طرف وحی کیا جا چکا ہے جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے۔ اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار رہو۔

حاصل

سب حضرات انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک تھے۔ ہر دور کے انسانوں میں سے قرب الی اللہ کا جو درجہ ان حضرات کو حاصل تھا۔ وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھا۔ اور ان کی نیکی شرافت دیانت امانت حیا اور شفقہ علی الخلق کے لحاظ سے جتنا ان سے اللہ تعالیٰ خوش تھا کسی اور کو وہ درجہ نصیب تھا۔ باوجود اس کے اللہ تعالےٰ کو شرک سے اتنی نفرت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے فرمایا کہ بفرض محال اگر آپ بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کے کسی عمل کی کوئی قیمت باقی نہیں رہے گی۔ انبیاء علیہم السلام کا شرک میں مبتلا ہونا تو ناممکن تھا اور ان کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت ہر حالت میں چوکنا رہے کہ کہیں میرے اعمال میں شرک تو نہیں گھس آیا۔

شرک فقط اسی چیز کا نام ہے

کہ انسان کو جو تعلق فقط اللہ جل شانہٗ سے رکھنا چاہیئے تھا۔ اسی قسم کا تعلق غیر اللہ سے رکھے خواہ وہ غیر اللہ کے انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیائے کرام ان دونوں قسم کے حضرات شرک سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں۔ اور وہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم سے کوئی شخص وہ تعلق رکھے جو اللہ تعالےٰ سے ہی رکھنا چاہیئے۔ مگر شیطان ان کی مرضی کے خلاف لوگوں کو گمراہ کر کے ان حضرات کے ساتھ وہ تعلق رکھا دیتا ہے۔ جو شرک کی حد میں آ سکتا ہے۔ مثلاً

اولاد کا دینا

(لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۝) (سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵) ترجمہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ لڑکیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اولاد کا دینا نہ دینا فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز جس کے اختیار میں ہو اُسی سے مانگنی چاہیئے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ کئی مسلمان اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر ان سے اولاد کی دعا کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ اے ولی اللہ اگر آپ نے مجھے اولاد دے دی تو آپ کے مزار مبارک پر بکرا یا بکری یا اتنا روپیہ بطور چڑھاوا کے پیش کرینگے یہی شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی یا کسی ولی کو یہ کام سپرد نہیں کیا کہ اس کے بندوں کو اولاد دیا کریں۔

بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ ہی سے اولاد مانگا کرتے تھے

(هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝) سورہ آل عمران ۴ پارہ ۳ (ترجمہ) زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی۔ اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی مصیبت دُور نہیں کر سکتا

(وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ (ترجمہ اور اگر اللہ تمہیں تکلیف پہنچاوے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں، اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ انسان کو تکلیف فقط اللہ تعالےٰ کے حکم سے پہنچتی ہے اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی اس تکلیف کو ہٹا بھی نہیں سکتا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان پر جب کوئی مصیبت آئے تو فقط اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ مہربانی فرما کر میری اس تکلیف کو دور کر دے۔ نہ کہ اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر ان سے دعا مانگے۔ کہ حضور یہ تکلیف ہٹا دیجئے۔ مثلاً بیٹا بیمار ہے تو شفا پا جائے۔ بہو کو اولاد نہیں ہے تو اسے اولاد ہو جائے۔ میں آپ کے مزار پر فلاں جانور یا اتنا روپیہ چڑھاوا چڑھاؤں گا۔ اسی کا نام شرک ہے۔ چاہیئے یہ تھا کہ مصیبت زدہ انسان اپنے اللہ سے دعا مانگتا۔ ہاں اس کے حضور میں نذر پیش کر سکتا ہے کہ اے اللہ اگر تو اپنے فضل سے اس مقدمے میں بری کر دے یا اولاد دیدے تو تیری اس نعمت کے شکریہ میں تیرے اتنے مسکین و محتاج بندوں کو کھانا کھلاؤں گا یا اتنے مسکینوں کو کپڑے بنوا دوں گا۔

میرے ہم مشرب حنفی و قادری بھائیوں کی خدمت میں

میرے ہم مشرب معزز و محترم حضرات۔ میں آپ ہی کے سلسلہ عالیہ میں منسلک ہوں۔ اگرچہ گنہگار ہوں۔ مگر اپنے اکابر (حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام الصلحاء والمقربین عمدۃ الزہاد منتج القرآن المجید الفرقان الحمید اسوۃ السلف حضرت مولانا مقتدانا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی روشنی میں سطور سابقہ ضبط میں لائی گئی ہیں۔ من شآء فلیرجع الی نصابیفھم ان شاء اللہ سیجد ما کتبتہ حقًا

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ اگر شرک کروگے تو جہنم کا ایندھن ہوگے اگر چاہوں تو جتنے گناہ جس کو چاہوں بخش دوں۔ مگر یہ یاد رہے کہ شرک ہرگز نہیں بخشوں گا۔

شرک کے نہ بخشنے کا اعلان

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝) سورہ النساء رکوع ۷ پارہ ۵ (ترجمہ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے اور شرک کے سوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان شرک سمجھ کر نہیں کرتا

عام طور پر مسلمان چونکہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ناواقف ہے اور جن علماء کے دامن سے وابستہ ہے وہ انہیں کھول کر شرک کا مفہوم نہیں سمجھاتے۔ اس لئے مسلمان شرک کے کئی کام کرتا ہے۔ جن کی کچھ تفصیل گزشتہ سطور میں عرض کر چکا ہوں۔ اور وہ ان مشرکانہ رسوم کو شرک خیال نہیں کرتا۔

کیا اگر مجرم جرم کو جرم نہ سمجھے تو واقعی وہ جرم نہیں رہتا

مثلاً چور کہتا ہے کہ میں نے تو نقب زنی کو کوئی بُرا کام نہیں سمجھا میرے بال بچے بھوکے تھے۔ اس لئے نقب زنی کر کے مٹھائی کے تھال حلوائی کی دُکان سے لے گیا ہوں۔ تو کیا عدالت اس کے عذر کو تسلیم کر لے گی اور سزا نہیں دے گی۔ میرے دوستو۔ جس عقل سے دنیا میں کام کاج کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھی اسی عقل کی روشنی میں دیکھا اور سمجھا کرو۔

پانچویں

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝) سورہ الاحزاب ع پارہ ۲۱ (ترجمہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ملنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرتا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس سے راضی ہو جائے تو اسے کھانے میں پینے میں، جاگنے میں، سونے میں، کمانے میں صرف کرنے میں۔ اُٹھنے میں بیٹھنے میں۔ ماں باپ کے تعلقات میں... دوسرے رشتہ داروں کے تعلقات میں اور عوام مسلمانوں کے تعلقات میں، جلوت میں خلوت میں، شادی میں غمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اگر حضور انورؐ کی مخالفت کی تو یہ سزا ہے

(وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝) سورۃ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵ (ترجمہ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے۔ بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

نزول قرآن مجید کے وقت

جن حضرات کو مومنین کے مبارک نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جماعت ہی تو تھی۔ آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے معیاری درجہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کو بھی مقتدا اور پیشوا ہونے

میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا عملی نمونہ کسی نے دیکھنا ہو۔ تو صحابہ کرامؓ ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن مجید کی تعلیم کا عملی نتیجہ دیکھنا ہو تو بفضلہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ آپ کی تعلیم کا کامل مکمل نمونہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ان بھائیوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے جو صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اگر خدا نخواستہ حضورؐ کے بعد وہ پھسلنے والے ہوتے

تو اللہ تعالےٰ انہیں حضور انورؐ کے ساتھ معیاری درجہ پر کس طرح لاتا۔ کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ وہ تو ماکان و مایکون کو جاننے والا ہے۔ اسے تو معلوم تھا کہ قرآن مجید قیامت تک محفوظ رہنے والا ہے۔ لہذا اگر خدا نخواستہ صحابہؓ کرام کے پائے استقلال میں لغزش آنے والی ہوتی تو وہ کبھی بھی ان حضرات کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے نمونہ نہ بناتا۔

نجات کا مکمل پروگرام

اگر ایک مسلمان علمی طور پر قرآن مجید کو اپنا دستور العمل مان لے اور عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عملی نمونہ سامنے رکھ کر زندگی بسر کرے تو یہ طریق کار اس کی نجات کا یقیناً مکمل پروگرام ہوگا۔ اس طریق کار کو اختیار کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں سنور جائیں گی۔ اللھم اجعلنا منھم امین یا الہ العالمین

ساتویں

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵ (ترجمہ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سر دست دنیا میں جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گریگا اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص آخرت کی زندگی کی کامیابی کو مقصود بالذات بنائے گا وہ کامیاب ہوگا اور دوزخ سے بچے گا۔ اور دنیا کی زندگی کو مقصود بالذات بنانے والا یہ نہ سمجھے کہ جو وہ چاہے گا۔ اسے دنیا میں مل جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس کو جتنا چاہے گا عطا فرمائیگا

عقلمندی کا فیصلہ

تو یہی ہے کہ انسان آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو مقصود بالذات بنائے اور اسی کی کامیابی کے لئے دنیا میں جد و جہد کرے۔

قرآن مجید کی دوسری صفت

(شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ) شیخ الاسلام حضرت مولینا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کا حوالہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "(قرآن مجید) دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخۂ شفا ہے"

انسانی بیماریوں کی دو قسمیں

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ اس کی بیماریوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی مثلاً سر میں درد۔ پیٹ میں درد۔ گردے میں درد بخار وغیرہ۔ ان کا علاج تو اطباء اور ڈاکٹر کرتے ہیں۔ اور روحانی بیماریاں۔ شرک کفر۔ نفاق اعتقادی۔ حسد۔ کبر۔ ریاء وغیرہ ہیں۔ ان کا علاج قرآن مجید کے عالم عامل اور کامل کی صحبت میں ہوتا ہے۔ آج کل کی اصلاح میں ایسے جامع صفات حضرات کو صوفیائے کرام کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شریعت محمدیہؐ کی مخالفت کرنیوالے

جو شخص صوفی کہلائے اور اس کا مسلک شریعت محمدیہؐ (کتاب و سنتہ) کے خلاف ہو وہ خواہ آسمان پر اڑتا ہوا آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اور قبلہ عالم کہلائے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔

تصوف کے مخالف جاہل

ہیں۔ یہ قاعدہ یاد رہے۔ کہ بعض اوقات ایک ہی مفہوم کے الفاظ مختلف زمانوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً آج کل مسلمانوں میں مولوی کا لفظ عالم کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے مبارک زمانہ میں عالم کے لئے یہ استعمال ہوتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ سندھ میں کسی زمانہ میں عالم کو مخدوم کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا مثلاً مخدوم محمد ہاشم صاحب۔ اس وقت مولانا محمد ہاشم نہیں کہا جاتا تھا۔ افغانستان میں آج کل بھی عالم کو مولوی کے نام سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بڑے مولوی صاحب کو ایں کلاں ملّا است سے تعبیر کیا جاتا ہے ملّا کا لقب افغانستان میں عزت کا لقب ہے۔ اور لاہور کے ارد گرد ملّا مردہ شو امام مسجد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ماحول میں جس کو ملّا کہا جائے یہ اس کی توہین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

قرآن مجید میں جسے تزکیہ

کہا گیا تھا۔ آج کل اسے تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ جمعہ پارہ ۲۸ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صفتیں بیان فرمائی گئی ہیں (هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ترجمہ۔ وہی (اللہ) ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں آپ کی چار صفتیں

بیان فرمائی گئی ہیں۔ تلاوۃ آیات یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن مجید سن کر انسان کو پڑھ کر سنانا۔ آج کل

یہ خدمت قرآن مجید سادہ پڑھانے والے حضرات انجام دے رہے ہیں۔ تزکیہ نفوس انسانوں کی روحانی امراض کا علاج کرنا۔ یہ کام آج کل کے دور میں حضورؐ کی امت میں سے صوفیائے کرام انجام دے رہے ہیں۔ یہ بھی اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالےٰ ان حضرات کی نسل کو قیامت تک زندہ و پائندہ رکھے گا۔ اگر یہ حضرات دنیا میں موجود نہ ہوں تو محض عالم یا منکرین تزکیہ ہرگز انجام نہیں دے سکتے۔

اے منکرین تزکیہ کان کھول کر سنو

اگر تزکیہ شدہ حضرات دنیا میں موجود نہ ہوں تو روسی خیال (کمیونسٹ) کا ایک بے ایمان نوجوان تمہارے اسلام کو پھونکوں سے اُڑا دے گا اور تم منہ تکتے رہ جاؤ گے۔ اس کے مقابلہ میں تمہاری علمی قابلیت کسی کام نہیں آئے گی۔ مثلاً وہ بے ایمان نوجوان یہ کہتا ہے کہ مسلمان کی قبریں کھود کر دیکھ لو

نہ کہیں بہشت ہے اور نہ دوزخ

لہذا نقل کفر کفر نباشد۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارا پیغمبر جھوٹ بول گیا ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتا ہے۔ اس بے ایمان کا منہ توڑنے کے لئے

تزکیہ شدہ کامل مقابلہ میں آئے گا

اور وہ کہے گا کہ چونکہ تم باطن کے اندھے ہو۔ اس لئے تمہیں قبر میں بہشت یا دوزخ کے آثار نظر نہیں آتے اور میں بفضلہ تعالیٰ وہ آثار دیکھتا ہوں۔ اور اگر تم میری صحبت میں رہ کر روحانی تربیت کراؤ تو کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہیں وہ دید حاصل ہو جائے گی۔ جس کی برکت سے تمہیں قبر کے حالات کا اندازہ ہو سکے۔

قرآن مجید کی تیسری صفت

ھدًی۔ راہ دکھانے والا

ھدیٰ کی معنی کے لحاظ سے دو چیزیں اور لازمی طور پر ماننی پڑتی ہیں قرآن مجید تو راہ دکھانے والا ہے۔ کس کو دکھائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے ایماندار بندوں کو آخر ہر ایک راہ رو مسافر کی کوئی منزلِ مقصود ضرور ہوتی ہے۔ جہاں وہ پہنچنا چاہتا ہے۔ ایمانداروں کی منزلِ مقصود قیامت میں دربار الٰہی میں عزت سے پہنچنا ہے۔ اب تین چیزیں معین ہو گئیں۔

راہ نما = قرآن

راہ رو = مسلمان

منزل مقصود = دربار الٰہی

راستہ = اتباع سنتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اس تفصیل کا ثبوت

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ)

(سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸) —

ترجمہ:۔ کہدو۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا — اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

حاصل یہ نکلا

کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اور میرا ہر عمل حیات محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔ مقصود بالذات فقط اللہ تعالےٰ ہے۔

مسلمانوں کو حضور انورؐ کے نقش قدم پر چلنے کا حکم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱) (ترجمہ۔ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ کی اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

حاصل

یہ نکلا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل حیات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طرز پر ہونا چاہیئے۔

گزشتہ سطور کی یوں تعبیر کی جا سکتی ہے۔

کہ مسلمانوں نے دروازہ محمدیؐ سے گزر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے۔

لہذا

ثابت ہو گیا کہ مسلمان کی زندگی کے لئے فقط قرآن مجید ہی علمی طور پر ہادی اور رہنما ہے اور عملی طور پر حضور انور کی پیروی ہی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے

قرآن مجید کی چوتھی صفت رحمت ہے

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو بچہ اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کے متعلق ماں باپ کے دل میں شفقت اور مہربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جو ماتحت اپنے افسر کی اطاعت کرے۔ افسر کے دل میں اس کی عزت بڑھتی ہے۔ اگر رعایا اپنے بادشاہ سے وفاداری کا حق ادا کرے تو بادشاہ کے دل میں رعایا کے حق میں مزید شفقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

علیٰ ھذا القیاس

اگر انسان اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرے تو اس کی طرف سے انسان پر جتنی شفقت اور رحمت کا ظہور ہوگا۔ اس کا اندازہ انسان کی عقل کر ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا اپنا اعلان ہے (وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۝ سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳ — (ترجمہ اور اگر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔ بے شک انسان بڑا بے انصاف ناشکرا ہے۔

قرآن مجید میں بینظیر رحمت

قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت سے جو رحمت الٰہی کا حصّہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری کتاب کے پڑھنے سے نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن مجید کے ایک ایک حرف تہجی کے زبان سے نکلنے سے فی حرف دس دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ آپ اندازہ لگائیے کہ ایک پارہ ناظرہ پڑھنے ہی سے لاکھوں نیکیاں انسان کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ کیا

ایک ایک حرف تجھی پر دس دس نیکیاں
خدا تعالےٰ کی رحمتیں نہیں پڑیں۔

اور سُنئے

قرآن مجید پر عمل کرنے سے زمین اور آسمان کی برکتیں

انسان کو نصیب ہوتی ہیں

(وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ
الآیۃ (سورۃ المائدۃ رکوع ۹ پارہ ۷)

ترجمہ:۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (یعنی قرآن) تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ "یعنی تمام ارضی اور سماوی برکات سے ان کو متمتع کیا جاتا اور ذلت بدحالی اور ضیق عیش جو سزا ان کے عصیان و تمرد پر دی گئی تھی۔ اٹھا لی جاتی۔ یہ رحمت بھی قرآن مجید کی برکت سے ہی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔

دُعا

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اپنی بیویوں کے مزاج کی رعایت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں: خدا کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ (ایک دن) حبشی لوگ مسجد میں نیزہ ماری کا کھیل کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے ان کا کھیل دکھانے کے لئے میرے لئے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے کاندھے اور کان کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھتی رہی، آپ میری وجہ سے مسلسل کھڑے رہے، یہاں تک کہ (میرا جی بھر گیا اور) میں خود ہی لوٹ آئی۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ

عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وضو فرمایا تو صحابہؓ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے لے کر اپنے پر ملنے لگے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا کہ: تمھارے اس عمل کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ بس اللہ و رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: جس کی یہ خوشی اور چاہت ہو کہ اس کو اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت نصیب ہو یا یہ کہ اس سے اللہ اور رسول کو محبت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان تین باتوں کا اہتمام کرے: ۱۔ بات کرے تو سچ بولے۔ ۲۔ کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو امانتداری کے ساتھ اس کو ادا کرے اور ۳۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھے۔ شعب الایمان